نظم اللآلی فی نسب السید علاء الدین العالی

صغروی سادات بلگرام

شاخ پچ بھیہ



حضرت مولانا سید محمد بن علامہ سید غلام نبی بلگرامی

ترجمہ وتحشیہ وتقدیم

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز شہسرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَظْمُ اللآلی فی نَسَبِ السید علاءِ الدینِ العالیْ

صغروی سادات بلگرام

[شاخ پنج ہمیہ]

حضرت مولانا سید محمد بن علامہ سید غلام نبی بلگرامی علیہما الرحمہ

ترجمہ ، تحشیہ، تقدیم

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی

ایم اے، پی ایچ ڈی [علیگ]

سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز شہسرام

نام کتاب : نظم اللآلی فی نسب السید علاء الدین العالی[صغروی سادات بلگرام]

مصنف : حضرت مولانا سید محمد بن سید غلام نبی بلگرامی علیہ الرحمہ

ترجمہ وتحشیہ : مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی[علیگ]

زیرِ اہتمام : سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، شہسرام

صفحات : ۳۶۰ تعداد : ۱۱۰۰

سال اشاعت: ۱۴۳۹ھ/۲۰۱۷ء قیمت : ۱۶۰/روپے

ملنے کے پتے

- خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغرویہ، محلّہ میدان پورہ، بلگرام شریف
- رضوی بک ڈپو، محلّہ مدار دروازہ، شہسرام، ۸۲۱۱۱۵
- مکتبہ رحمانیہ رضویہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، محلّہ سوداگراں، بریلی شریف
- عرشی کتاب گھر، منڈی میر عالم، پتھرگٹی روڈ، حیدرآباد ۴۰۰۰۰۲
- فیضان کتاب گھر، ۲۶ فرسٹ فلور، عیدگاہ کمپلیکس، نزد امانت بینک، ٹینری روڈ، بنگلور-۵
- مشاہد بک ڈپو، ۲۹/اے، زکریا سٹریٹ[فرسٹ فلور]، کولکاتا-۷۳
- القلم فاؤنڈیشن، پتھر مسجد، سلطان گنج، پٹنہ
- کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۶
- نیو سلور بک ایجنسی، ۱۴/محمد علی بلڈنگ، بھنڈی بازار، ممبئی-۳
- المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ
- نسیم بکڈپو، نزد مسلم مسافر خانہ، دالمنڈی، بنارس
- مکتبہ نور، نور اللہ روڈ، الہ آباد
- حجاز بکڈپو، سیف آباد بازار، تحصیل: پٹی، ضلع پرتاپ گڈھ 9839112969
- ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڈھ

شرف انتساب

مجمع البحرین فاتح بلگرام صاحب الدعوۃ الصغریٰ سیدنا

سید محمد چشتی قدس سرہ

مرید وخلیفہ

سیدنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی قدس سرہ

مخدوم سید محمد سالار بن سید محمد فاتح بلگرام قدس سرہما

کی بارگاہوں میں نذر نیاز مندانہ

غبار کوئے صغروی

ساحل

فہرست مضامین

تقریظ-تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا قادری ازہری	۶
تقریظ-مخدوم ملت حضرت سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی	۷
تقدیم-ساحل شہسرامی[علیگ]	۹
ساحل شہسرامی-ایک تعارف	۱۸
نظم اللآلی فی نسب السید علاء الدین العالی	۳۰
مقدمہ	۳۳
مقدمہ[کی قسم ثانی]	۵۰
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور اولاد کرام	۷۱
خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۷۶
امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۰
سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴۰
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۶۷
حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸۳
فصل: حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کا بیان	۱۹۶
سید ابو الفرح واسطی قدس سرہٗ	۲۰۷
سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ	۲۱۲
حضرت سید سالار قدس سرہٗ	۲۲۲
فصل: سید علاء الدین عالی کی اولاد کا بیان	۲۲۵
حضرت سید اجمل بن سید حسین علیہ الرحمہ	۲۲۸
حضرت سید عبد الوہاب علیہ الرحمہ	۲۳۰
سید نیاز حسن خان بہادر	۲۳۳
سید حسین	۲۴۰
حضرت سید سبحان علیہ الرحمہ	۲۴۲
میر فضل علی	۲۴۳

حضرت سید عالم بن سید حسین علیہ الرحمہ ۲۴۴
حضرت سید محمد صادق علیہ الرحمہ ۲۴۶
سید مربی ۲۴۸
حضرت مولوی سید غلام نبی علیہ الرحمہ ۲۵۴
سید تاج الدین ۲۵۸
سید بھیکہ ۲۶۱
میر سید اسمٰعیل قدس سرہٗ ۲۷۱
حضرت شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ ۲۸۱
سید کمال احمد ۲۹۲
سید جمال احمد ۲۹۴
فصل: سید علاء الدین عالی کی باقی بچ بھیہ قدیم اولاد ۲۹۶
سید اشرف ۲۹۶
سید ضیاء اللہ قدس سرہٗ ۲۹۷
حضرت سید اشرف بن سید ضیاء اللہ قدس سرہٗ ۳۰۸
حضرت سید قادری بن سید ضیاء اللہ قدس سرہما ۳۰۹
حضرت سید محمد بن سید قادری قدس سرہما ۳۱۰
حضرت سید باسط علی قدس سرہٗ ۳۱۱
حضرت سید علی مقتدیٰ قدس سرہٗ ۳۱۱
حضرت سید چشتی بن ضیاء اللہ قدس سرہٗ ۳۱۷
سید حسام الدین گدائی ۳۱۸
سید محمود ۳۲۰
سید ابوالفرح بن علاء الدین ۳۲۵
فصل: سادات باڑی کے نسب کا بیان ۳۲۶
اولاد سید ماہرو ۳۲۸

تقریظ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ سراج الطریقہ عارف باللہ قاضی القضاۃ فخر از ہر حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا قادری از ہری دامت برکاتہم القدسیہ جانشین مفتی اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ، بریلی شریف

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ!

بلگرام شریف ہمارے اکابر مشائخ سلسلہ کی جلوہ گاہ رہا ہے جہاں فاتح بلگرام حضرت سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ اوران کے مقدس اخلاف آٹھ سو سال سے اسلام وسنیت اور دین وملت کی اشاعت کی ہمہ جہت خدمات انجام دیتے آرہے ہیں اور آج بھی حضرت مولانا سید اویس میاں زید مجدہٗ کی ذات گرامی اپنے اسلاف کے مشن کو زندہ و تابندہ رکھے ہوئے ہے۔ زیر نظر کتاب ''نظم اللآلی'' انہیں صغروی سادات بلگرام کے نسب ناموں اور کارناموں کے تعارف پر مشتمل ہے جو آج سے دو سو سال پہلے لکھی گئی اور آج اس کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت عزیز القدر مولانا مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی[علیگ] کو حاصل ہوئی۔ میں اپنی علالت کی وجہ سے تو اسے پڑھوا کر نہ سن سکا لیکن ارشاد میاں کے علمی تجربے کی وجہ سے مطمئن ہوں کہ ترجمہ مناسب ہوگا۔ مولانا ارشاد سلمہٗ کے بیان کے مطابق انہوں نے اس کتاب پر گراں قدر حاشیہ بھی لکھا ہے جس میں میرے جد کریم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی افادات بھی درج کئے ہیں، خاص کر مسئلۂ تفضیل میں اہل سنت کا موقف سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ اور رسائل سے اخذ کر کے پیش کیا ہے۔ دعا گو ہوں کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ عزیز القدر مولانا ارشاد احمد رضوی کی یہ علمی کاوش قبول فرمائے اور اصل کتاب کی طرح اس ترجمے کو بھی مقبول انام بنائے اور مترجم کو دارین میں سعادتوں سے نوازے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فقیر محمد اختر رضا قادری از ہری غفرلہٗ

تقریظ

مخدوم ملت جانشین فاتح بلگرام شیخ طریقت حضرت مولانا حافظ قاری **سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی** دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغرویہ، محلہ میدان پورہ، بلگرام شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''نظم اللآلی'' ہمارے خاندان کے تعارف پر ایک مستند کتاب ہے جو عرصۂ دراز سے قلمی صورت میں ہمارے خاندان میں محفوظ تھی۔عرصۂ دراز سے خواہش تھی کہ اس کا اردو ترجمہ منظر عام پر آجاتا، تاکہ آج کی نسل بھی اپنے اسلاف کے تذکرے اور قبیلے کی شاخوں اور دیگر خاندانی تفصیلات سے واقف ہوجاتی۔اس سلسلے میں پہلے پہل عزیز گرامی مولانا مفتی یونس رضا قادری، سابق نائب شیخ الجامعہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف نے اپنے ایک دیرینہ رفیق مولانا مفتی مطیع الرحمٰن نظامی صاحب کو آمادہ کیا کہ وہ اس کتاب کا ترجمہ کردیں۔مفتی صاحب نے کافی محنت اور دیدہ ریزی سے اس کا ترجمہ کیا لیکن بعض ناگزیر علمی وجوہات کی وجہ سے یہ ترجمہ شائع نہ کیا جاسکا۔اس کے بعد اس کے ترجمے کی ذمہ داری مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی [علیگ] کو سپرد کی گئی۔مفتی ارشاد احمد رضوی صاحب نے اپنے علمی تجربہ اور مہارت کی روشنی میں اس کتاب کا سلیس اور عمدہ ترجمہ کیا اور اس پر جابجا قیمتی حواشی کا بھی اضافہ کیا۔مفتی صاحب اس سے پہلے بھی کئی کتابیں ہمارے خاندانی بزرگوں کے تعارف میں پیش کرچکے ہیں۔ان کی کتاب ''دائرۂ قادریہ-بلگرام شریف'' کافی مقبول ہوئی۔اس کے علاوہ علامہ آزاد بلگرامی کی کتاب ''سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات'' کا اردو ترجمہ ''فضائل سادات'' کے نام سے پیش کرچکے ہیں۔''سلاسل الانوار فی سیر الاخیار'' مصنفہ: حضرت مولانا سید نوزش علی فقیر بلگرامی سجادہ نشین حضرت شاہ لدھا بلگرامی علیہما الرحمہ کا ترجمہ بھی کرچکے ہیں جو عنقریب شائع ہوگا۔علامہ عبد الجلیل نامی بلگرامی کے صاحبزادے

میر سید محمد شاعر بلگرامی کی کتاب ''تبصرۃ الناظرین''، علامہ آزاد بلگرامی کی کتاب ''انیس المحققین'' اور حضرت سید نوازش علی کے صاحبزادے حضرت مولانا سید حسن عسکری کی کتاب ''فعل الخیرات فی عادات سید البریات'' کے ترجمے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں میں برکت عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

نظم اللآلی کے اخیر کے بعض صفحات دستیاب نہیں ہوئے جن میں حضرت فاتح بلگرام سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کے فاتح بلگرام ہونے کی بحث تھی اور حضرت خواجہ سید عماد الدین چشتی قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ کا تذکرہ تھا۔ اگر یہ صفحات کہیں دستیاب ہو گئے تو ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں ان کے ترجمے کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ مفتی ارشاد احمد رضوی صاحب نے دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب میں بھی اپنے گراں قدر حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ ان میں تفضیل کی بحث قدرے مفصل ہے۔ جمہور اہل سنت کا موقف وہی ہے جو مفتی صاحب نے بزرگوں کی کتابوں کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ سبھی اہل سنت کو اکابر اہل سنت کے اس موقف پر مضبوطی سے جمے رہنا چاہئے، اسی میں نجات ہے۔ مصنف کے حالات کے بارے میں زیادہ واقفیت نہیں ہے۔ ان کی نسل بھی میری معلومات کے مطابق باقی نہیں ہے جو اس سلسلے میں مزید معلومات فراہم کر سکے۔ اس لئے ان کے حالات کا گوشہ نامکمل ہے۔

دعا گو ہوں کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ مفتی ارشاد احمد رضوی صاحب کو اس علمی خدمت کی بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل، رزق ووقت، توفیق وسعادت میں خوب خوب برکتیں عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبولیت سے نوازے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فقیر قادری

سید اویس مصطفیٰ واسطی عفی عنہ

محلہ میدان پورہ، بلگرام شریف

تقدیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بلگرام اپنی مردم خیزی اور گوناگوں خصوصیات کی بنا پر صدیوں سے شہرۂ آفاق رہا ہے۔ رجال بلگرام اور ان کے انساب پر متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ان میں سرفہرست علامہ غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ کی کتاب ''مآثر الکرام'' کا نام آتا ہے۔ان کے علاوہ مرآۃ المبتدئین، تبصرۃ الناظرین، شجرۂ طیبہ، روضۃ الکرام، رسالہ جنیدیہ، تاریخ بلگرام جیسی کتابیں لکھی گئیں۔ان میں نظم اللآلی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔اس کتاب میں مصنف نے صغروی سادات بلگرام کی شاخ پچ بھیہ کا خاص جائزہ پیش کیا ہے۔یہ کتاب دوسوسال سے زیادہ قدیم بلگرامی سادات کے لئے ایک اہم ماخذ ہے جس سے بہت سی خاندانی تفصیلات سامنے آتی ہیں۔ حضرت مصنف اس کا تصنیفی پس منظر بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بے نیاز اللہ کا کمزور ترین بندہ سید محمد بن مولانا سید غلام نبی [[جو محقق، نکتہ رس اور پاکیزہ خصلت صاحب علم ہیں] بن سید ارشد شہید [علیہم الرحمہ] عرض کرتا ہے کہ ایک دن کانپور کی لائبریری میں فرد عزیز از جان، فیروز بخت، عالی منصب، بلند رتبہ، دونوں جہان میں نیک بخت اور مقبول سید فرزند حسین خان بہادر معروف بہ گھور میاں تشریف رکھتے تھے۔ انساب اور قرابت داریوں کا تذکرہ چل رہا تھا۔میرے حافظے میں اس تعلق سے جو باتیں محفوظ تھیں، وہ میں نے بیان کردیں۔عزیز از جان موصوف کہنے لگے کہ اگر اس ذیل میں کوئی کتاب لکھ دی جائے تو مفید ہوگی۔میں نے اپنی نگاہ کی کمزوری اور بے بضاعتی کا عذر پیش کیا کہ فارسی زبان میں مجھے دسترس نہیں اور میں نے ان کی کتابیں بھی کوئی خاص نہیں پڑھیں۔ البتہ عربی زبان کی درسی کتابیں پوری تندہی کے ساتھ اساتذۂ کرام سے پڑھی ہیں۔مبتدا اور خبر کی شُد بُد ہے۔سید فرزند نے جواباً فرمایا کہ مجھے عبارت آرائی اور نثر نگاری کی ضرورت نہیں، صرف اپنی پیچ در پیچ باہمی قرابت داریوں اور نسب کی تحقیق مطلوب ہے۔بالآخر میں نے تسلیم کرلیا کہ اگر وقت نے فرصت دی تو جس قدر معلومات میں نے اسلاف کی کتابوں میں دیکھی

ہیں اور صاحبان تحقیق بزرگوں سے سنی ہیں، معرض تحریر میں لے آؤں گا۔ اب جب کہ میں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے تو مجھے اندازہ ہوا کہ زمانۂ قدیم میں بزرگوں نے انساب کے سلسلے میں چند کتابیں تحریر کی ہیں جیسے کتاب جنیدیہ جو سید واڑہ کے چاروں قبائل کے نسب کے سلسلے میں سید جنید معروف بہ بہرا پچی کی تصنیف ہے، ''شجرۂ طیبہ'' سادات واسطی کے نسب ناموں کی تحقیق میں میر غلام علی آزاد کی تالیف ہے۔ اس میں مصنف نے اپنے زمانے تک کے انساب کا احاطہ کیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں دستیاب ہیں۔ ہمارے زمانے بھی بعض لوگوں نے نسب نامے لکھے ہیں جیسے مولوی سید فضل رسول بدلے زئی کا رسالہ ''نسب قبائل اربعہ سید واڑہ'' جس میں انہوں نے اپنے زمانے تک کے نسب نامے درج کتاب کئے ہیں۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ [ان کتابوں سے] قبیلۂ ''پچ بھیہ'' کے جداعلیٰ سید علاء الدین کی اولاد کے نسب نامے لوگوں کو خوب اچھی طرح معلوم نہیں ہو پاتے اور اس ذیل میں اب تک تحقیقی معیار کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، اس لئے فرصت کا ایک کام سمجھتے ہوئے میں نے ارادہ کر لیا کہ میں نے کتابوں میں جو کچھ مطالعہ کیا اور صاحبان تحقیق اخلاف سے سن رکھا ہے، سب جمع کر دوں تا کہ لوگ ''قبیلۂ پچ بھیہ'' کے انساب کی تحقیق سے ناواقف اور بے علم نہ رہیں۔

اس رسالہ کی ترتیب میں نے ایک مقدمہ، چند فصلوں اور ایک خاتمہ پر رکھی ہے اور اس کا نام ''نَظْمُ اللَّآلِیْ فِیْ نَسَبِ اٰلِ عَلَاءِ الدِّیْنِ الْعَالِیْ'' تجویز کیا اور تاریخی نام ''سُبْحَۃُ الدُّرِّیَّۃِ وَالْیَوَاقِیْتِ'' رکھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہی توفیق ملا کرتی ہے اور اسی کے دست کرم میں تحقیق کی زمامیں ہیں۔ [نظم اللآلی]

حضرت مصنف سید محمد بلگرامی کا تعلق بھی پچ بھیہ قبیلہ سے ہے۔ آپ حضرت سید اجمل علیہ الرحمہ کے منجھلے بھائی حضرت سید عالم کی نسل میں آتے ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

۱-سید محمد بن، ۲-سید غلام نبی بن، ۳-سید ارشد بن، ۴-سید خضر بن، ۵-سید کمال بن، ۶-سید پیارہ بن، ۷-سید عالم بن، ۸-سید حسین بن، ۹-سید فضل اللہ بن، ۱۰-سید محمد بن، ۱۱-سید فضل اللہ بن، ۱۲-سید علاء الدین جداعلیٰ سادات پچ بھیا، بن، ۱۳-سید ابراہیم بن، ۱۴-سید ناصر بن، ۱۵-سید مسعود بن، ۱۶-سید سالار بن، ۱۷-سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ فاتح بلگرام، ۱۸-سید علی ولد، ۱۹-سید حسین ولد، ۲۰-سید ابوالفرح ثانی ولد، ۲۱-سید ابوالفراس ولد،

۲۲-سید ابوالفرح واسطی ولد،۲۳-سید داؤد ولد،۲۴-سید حسین ولد،۲۵-سید یحییٰ ولد،۲۶-سید زید ثالث ولد،۲۷-سید عمر ولد،۲۸-سید زید ثانی ولد،۲۹-سید علی عراقی ولد،۳۰-سید حسین ولد، ۳۱-سید علی ولد،۳۲-سید محمد ولد،۳۳-سید عیسیٰ موتم الاشبال ولد،۳۴-سید زید شہید ولد، ۳۵-سیدنا امام زین العابدین سید علی ولد،۳۶-سیدنا امام حسین شہید کربلا ولد،۳۷-امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ زوج،۳۸-خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دختر،۳۹-سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مصنف نے اپنے اوراق حیات کی تہیں بھی اس کتاب میں آشکار کی ہیں۔ دیکھئے ص......۔......۔اس سے یہ تفصیل سامنے آتی ہے کہ آپ کے والد ماجد مولانا سید غلام نبی نہایت عالم و فاضل، عابد وزاہد بزرگ تھے جوملا نظام الدین فرنگی محلی کے جلیل الشان شاگرد ملا کمال الدین فتح پوری کے شاگرد تھے۔اخیر میں خیرآباد شریف کے مشہور محدث حاجی صفت اللہ محدث سے سند حدیث حاصل کی۔پھر حیدرآباد میں نواب والا جاہ کے صاحبزادے خیرالدین خاں کے معلم مقرر ہوئے۔پہلے پہل سید غلام اشرف عرف سید راہو کی صاحبزادی کرامت فاطمہ کے ساتھ نکاح کیا جس سے آٹھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں لیکن سبھی فوت ہو گئے اور آپ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔اس کے بعد اپنی والدہ کی وصیت کے مطابق سید محمد مسیح بن سید محمدی کی صاحبزادی فرحت فاطمہ کے ہمراہ عقد کیا۔اس دوسری اہلیہ سے چار بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے تین وفات پا گئے۔صرف حضرت مصنف سید محمد باقی رہے۔۱۲۱۲ھ میں حضرت مولانا سید غلام نبی علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا۔

حضرت مصنف سید محمد نے میزان سے مختصر المعانی تک ساری کتابیں مولوی ابراہیم دکھنی کی خدمت میں رہ کر پڑھیں جو مولوی امیر حسن کی تعلیم کے لئے تشریف لائے تھے۔جب وہ کلکتہ تشریف لے گئے تو آپ ملا حسن کے جید شاگرد، مشہور اور زبردست عالم ملا مبین صاحب کی خدمت میں فرنگی محل حاضر ہوئے اور سُلّم کا متن پڑھنا شروع کیا۔ابھی تصورات کی بحث ہی مکمل کی تھی کہ ملاّ مبین راہی جنت ہوئے۔پھر ملا مبین کے بھتیجے اور جلیل الشان شاگرد مولانا ولی اللہ فرنگی محلی سے شرح سلّم کی ابتدا سے لے کر مسلم تک کی کتابیں پوری پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ نے تین عقد کیے۔پہلے اپنے ماموں حسین میاں صاحب کی صاحبزادی

حسیب فاطمہ کے ہمراہ عقد کیا جن سے ایک صاحبزادہ سید احمد عرف سید عالم پیدا ہوئے اور اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد مرحومہ کی بہن سیدۃ النساء سے عقد ہوا جن سے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں۔ وہ سب اپنی والدہ کے ساتھ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اخیر میں سُریہ [غیر کفو] سے نکاح کیا جن سے چار بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ یہ چاروں بیٹے اور ایک بیٹی فوت ہو گئی۔ اس طور سے پہلی اہلیہ کی یادگار صاحبزادے سید احمد عرف سید عالم اور آخری اہلیہ کی دو بیٹیاں حیات رہیں۔ سید عالم سے آپ کی نسل چلی۔

آپ کے دیگر کوائف زندگی پردۂ خفا میں ہیں۔ آپ کی زندگی کے مشاغل کیا تھے، درس و ارشاد سے آپ کا رابطہ کیسا تھا؟ زندگی کے بیشتر اوقات کہاں گذرے؟ نظم اللآلی کے علاوہ آپ کی علمی یادگاریں تھیں یا نہیں؟ آپ کس سلسلہ میں کس شیخ طریقت سے بیعت تھے؟ آپ کا وصال کب ہوا؟ یہ ساری باتیں ابھی معلومات کے دائرے میں نہیں ہیں۔ صرف آپ کی خوابگاہ کا علم ہے، آپ حضرت سید اجمل علیہ الرحمہ کے احاطۂ قبرستان میں آسودۂ خواب ہیں۔ ناچیز آپ کے مزار پاک پر حاضری کا شرف حاصل کر چکا ہے۔

❁

نسب کی شرافت کے تحفظ کا اہتمام عرصۂ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ حضرت ہابیل کو جب قابیل نے قتل کیا تو قابیل کی نسل میں کمتری کا سلسلہ چل پڑا، اس کے خاندان میں سب سے پہلے بت پرستی کا آغاز ہوا۔ قبطی، بنی اسرائیل سے کم تر تھے، پھر ان کی شاخوں میں بھی شرافت و دنائت کے یہ سلسلے دراز ہوئے۔ اس لیے پوری دنیا میں خاندان اور قبیلے کی حفاظت کا اہتمام تھا، عرب اس کا خاص اہتمام فرماتے۔ عربوں کے یہاں نسب دانوں کا ایک خاص طبقہ بھی تھا جسے نسابین کہا جاتا تھا۔ ان میں مغفل، عمیرہ، ابن لسان، زید بن الکیس، نجار اور عبداللہ ممتاز نساب شمار ہوتے تھے، خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے نسب داں تھے۔ حدیث پاک میں ہے: "فَاِنَّ اَبَا بَکْرٍ اَعْلَمُ قُرَیْشٍ بِاَنْسَابِھَا وَاِنَّ لِیْ فِیْھِمْ نَسَباً۔" [مسلم شریف، فضائل الصحابۃ] یقیناً ابو بکر، قریش کے سب سے بڑے نسب داں ہیں اور میرا نسب بھی قریش سے متعلق ہے۔

نسب کی حفاظت کی ترغیب خود اسلام نے بھی دی ہے۔ کفائت کا پورا باب اس حکم کا

مبنی ہے۔ حضرات محدثین روایت حدیث کے سلسلے میں راوی کا نسب بھی دریافت فرماتے۔ اگر وہ مجہول النسب ہوتا تو اس کی روایت قبول نہ کرتے۔ حدیث پاک کا یہ ارشاد بھی نسب کے حفظ و تعلم کا رہنما ہے: "عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَکُمْ ،فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحْمِ مَحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِی الْمَالِ مَنْسَاةٌ فِی الْاَثَرِ." [ترمذی شریف، کتاب البر والصلۃ، ۲/۱۹]

تمہیں اپنی قرابت داریوں کی واقفیت حاصل کرنی چاہئے کہ اس سے آپسی محبت اور مالی ثروت میں اضافہ ہوتا ہے اور عمریں طویل ہوتی ہیں۔

ابن عبد ربہ نے العقد الفرید میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: "تَعَلَّمُوا النَّسَبَ وَلَا تَکُوْنُوْا کَنَبْطِ السَّوَادِ ،اِذَا سُئِلَ اَحَدُهُمْ عَنْ اَصْلِهٖ قَالَ مِنْ قَرْیَةِ کَذَا." [العقد الفرید، ۳/۳۷] اپنا نسب نامہ سیکھو اور عراق کے نبطیوں کی مانند مت ہو جاؤ کہ جب ان میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس خاندان سے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم فلاں شہر کے ہیں۔ [تاریخ تمدن عرب، ص:۵۳]

اسی اہتمام، اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر اس نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر لی اور محققین نے علم الانساب پر کثیر کتابیں تصنیف فرمائیں۔

نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم میں لکھتے ہیں: "علم الانساب هو علم یعرف منه انساب الناس وقواعده الکلیة والجزئیة والغرض منه الاحتراز عن الخطآء فی نسب شخص. وهو علم عظیم النفع جلیل القدر. اشار الکتاب العظیم فی: "وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا "الیٰ تفهمه وحث الرسول الکریم صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و اله وسلم فی: "تَعَلَّمُوْا اَنْسَابَکُمْ تَصِلُوْا اَرْحَامَکُمْ" علی تعلمه . والعرب قد اعتنیٰ فی ضبط نسبه الی ان کثر اهل الاسلام واختلط انسابهم بالأعجام فتعذر ضبطه بالأبآء فانتسب کل مجهول النسب الیٰ بلده او حرفته او نحو ذلک حتی غلب هذاالنوع." [ابجد العلوم، ۲/۲۵۷]

علم الانساب کے ذریعہ لوگوں کے نسب کی معرفت ہوتی ہے اور اس کے کلی اور جزئی قواعد معلوم ہوتے ہیں۔ اس فن کی تدوین سے مقصود یہ ہے کہ کسی شخص کے نسب میں غلطی سے بچا جا سکے۔ اس علم کے بڑے جلیل الشان فائدے ہیں۔ خود قرآن حکیم نے آیت کریمہ: "وَجَعَلْنَاکُمْ

شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا" میں اس فن کو سمجھنے کی دعوت دی ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس مبارک ارشاد: " تَعَلَّمُوْا اَنْسَابَكُمْ تَصِلُوْا اَرْحَامَكُمْ " [اپنے نسب کی واقفیت حاصل کرو، اس سے صلہ رحمی میں اضافہ ہوتا ہے] کے ذریعہ اس فن کو سیکھنے کی تلقین فرمائی ہے، عربوں نے اپنے نسب کے حفظ وضبط کا خوب اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی تعداد میں کثرت سے اضافہ ہوا اور عربوں کے نسب عجمیوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے تو ان کے لیے اپنے آبائی سلاسل نسب کی حفاظت اور یادداشت دشوار ہو گئی تو اب ایسے مجہول النسب افراد خود کو اپنے وطن یا پیشے وغیرہ کی طرف منسوب کرنے لگے اور اب یہی طرز شناخت رائج ہو گئی۔ ۱۲ ساحل

کنز الانساب کے مصنف لکھتے ہیں: "بدانکہ علم انساب عبارت است از شناختن اصول و فروع اہلِ اقالیم عموماً وتحقیق تشعب وتکثر سادات خصوصاً وعلمائے ایں فن انساب را دہ طبقہ نہادہ اند۔

اوّل: جزم کہ آں قطع است یعنی نسبت بجائے رسد کہ از آنجا تجاوز متعذر بود بسبب کثرتِ اختلاف در آباء و اسماء ایشاں وآں نسبت بحضرت رسالت اما بعدنان است یا بقحطان۔ چہ رسول فرمود: لانسب فوق قحطان۔

دوم: جمہور یعنی اجتماع و کثرت یقال جمہرۃ الانساب ای مجموعہا، سیم: شعب، چہارم: قبیلہ وایں فروتر است از شعب، قال اللہ تعالیٰ: "وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا" پنجم: عمارہ و جمع او عمار کنند، ششم: بطن، ہفتم: فخذ، ہشتم: عشیرہ، وآں قومے را گویند کہ پدر چہارم ایشاں یکے باشد و اُسرہ نیز خوانند، نہم: رہط، دہم: فصیلہ، وآں اہل وخاصہ شخصے را گویند و جمع بر فصائل کنند۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: "وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ." مثلاً نسبت با رسول اللہ جزم بنو عدنان باشند و جمہور بنو نزار و شعب بنی مضر و قبیلہ خندف، و عمارہ اولاد الیاس بن مضر و بطن بنی کنانہ و فخذ قریش و عشیرہ بنی قصی و رہط بنی عبد مناف و فصیلہ بنی ہاشم۔" [کنز الانساب، سید مرتضیٰ الملقب بہ علم الہدیٰ، ص ۳-۴- ناشر میرزا محمد ملک الکتاب]

"علم الانساب، انسانوں کے بالائی اور زیریں نسبی سلسلے کی شناخت کو کہتے ہیں۔ اس فن میں سادات کرام کی نسبی شاخوں کا تعارف خصوصی طور سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس فن کے علمانے انساب کے دس طبقات بیان کیے ہیں:

پہلا طبقہ جزم، جس کا مطلب قطع ہوتا ہے، یعنی سلسلۂ نسب اس حد تک بیان کر دیا

جائے کہ اس کے بعد تحقیقی طور پر نسبی سلسلہ بیان کرنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اس کے بعد آبائے کرام کے اسمائے گرامی اور تعداد میں کثیر اختلاف رہا ہے۔ جیسے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آبائی سلسلہ عدنان یا قحطان تک قطعی طور سے پہنچتا ہے۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: "لَا نَسَبَ فَوْقَ قَحْطَانَ." قحطان کے بعد نسب کا یقینی سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، پھر ظن وتخمین کا معاملہ رہ جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ: جمہور یعنی کثرت واجتماع، کہتے ہیں: جمہرۃ الانساب یعنی انساب کا مجموعہ، تیسرا طبقہ: شعب، چوتھا: قبیلہ، یہ شعب سے کمتر ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا." [الحجرات: ۱۳] اور ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ پانچواں طبقہ: عمارہ، جس کی جمع عمار آتی ہے، چھٹا طبقہ: بطن، ساتواں طبقہ: فخذ، آٹھواں طبقہ: عشیرہ، عشیرہ کا اطلاق اس خاندان پر ہوتا ہے جن کی چوتھی پشت کے جد ایک ہوں یعنی وہ آپس میں چوتھی پشت میں جا کر یک جدی ہو جائیں، اسے اُسرہ بھی کہتے ہیں، نواں طبقہ: رہط، دسواں طبقہ: فصیلہ، فصیلہ کسی خاص شخص کے اہل وعیال کو کہتے ہیں، اس کی جمع فصائل آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ." [المعارج: ۱۳] اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔

ان دس طبقات کو مثال کی روشنی میں یوں سمجھو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندانی نسب نامہ بنو عدنان تک جزم کہلائے گا۔ بنو نزار، طبقہ جمہور میں آتے ہیں۔ بنو مضر، شعب ہیں۔ خندف، قبیلہ ہے۔ الیاس بن مضر کی اولاد، طبقہ عمارہ ہے۔ بنو کنانہ بطن ہیں۔ قریش، فخذ ہیں۔ بنو قصی، عشیرہ ہیں۔ بنو عبد مناف، رہط ہیں۔ بنو ہاشم، فصیلہ ہیں۔ ۱۲-ساحل

اس فن کی باضابطہ تدوین امام النسابین ہشام بن محمد بن سائب کلبی [م ۲۰۴ھ] نے کی اور اس فن میں پانچ کتابیں تصنیف فرمائیں: ۱-المنزلۃ، ۲-الجمہرۃ فی الانساب، ۳-الوجیز، ۴-الفرید، ۵-الملوک، پھر اس فن میں بھی تصنیف وتالیف کا سلسلہ چل پڑا اور کثیر کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری کی انساب الاشراف [۲۰ جلدیں] عبدالملک ابن ہشام کی انساب حمیر وملوکہا، ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی نحوی کی انساب الرشاطی اور انساب الشعراء، سمعانی کی الانساب، زبیر بن بکار قریشی کی انساب قریش، محب الدین محمد بن محمود بن نجار بغدادی کی انساب المحدثین، قاضی مہذب کی الانساب کافی شہرت رکھتی ہیں۔ ان میں

بلاذری کی انساب الاشراف کو خصوصی اہمیت اور افادیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

ہندوستان میں بھی اس موضوع پر کثیر کتابیں تصنیف ہوئیں ۔"اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں" کے مصنف نے علم الانساب پر ۵۶ر کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں۔ان میں بعض شخصی نسب نامے ہیں بعض میں کسی خاص قبیلے کی خاندانی تفصیل ہے۔ان میں عمومی سطح کی چند کتابیں یہ ہیں :۱- مآثر السادات، قاضی ضیاالدین برنی،۲- بحرالانساب، شیخ محمد بن جعفر حسین مکی، ۳-اشرف الانساب خلاصہ بحرالانساب، مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی،۴- مجمع الانساب، محمد بن علی، ۵-منبع الانساب، شیخ سید معین الدین جھونسوی، ۶-نسب الانساب، شیخ ابراہیم کالپوی تصنیف ۱۰۰۴ھ، ۷-تذکرۃ الاسلاف وتبصرۃ الاخلاف، سید محمد علی شاد عظیم آبادی، ۸- کتاب فی الانساب، سید علی نجف علی نونہروی، ۹- کتاب فی الانساب، قاضی نجم الدین علی خاں کاکوروی، ۱۰-تذکرۃ الانساب، اردو، سید امام الدین احمد گلشن آبادی، ۱۱-تحقیق الانساب، فارسی [اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، سید عبدالحیٔ رائے بریلوی، ص 115، ۱۱۹/دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۹ء]، منبع الانساب، سید معین الحق جھونسوی، اردو ترجمہ: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی[علیگ]

نظم اللآلی بھی فن علم الانساب سے تعلق رکھتی ہے جس میں سادات بلگرام کی شاخ پچ بھہ کے افراد کی نسبی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔یہ کتاب افراد خاندان کے لئے حوالے کی حیثیت رکھتی ہے۔یہ کتاب فارسی زبان میں تحریر ہوئی ۔اس کی نثر متوسط فارسی اسلوب لئے ہوئے ہے۔ شستگی اور سہولت بہت زیادہ نہیں ہے، لیکن کوئی خاص ژولیدگی بھی نہیں ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ پہلے حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمن نظامی استاذ جامعۃ الرضا، بریلی شریف نے کیا تھا لیکن بعد میں بعض علمی تشنگی کی وجہ سے بزرگوں نے یہ پروجیکٹ اس بے مایہ کم سواد کے سپرد کیا۔بالآخر بزرگوں کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس فقیر قادری نے مختلف مرحلوں میں نئے سرے سے اس کتاب کے ترجمے کی سعادت حاصل کی اور تحشیہ اور تقدیم سے آج فراغ حاصل ہو رہا ہے۔اس کتاب کی تکمیل میں بہر طور مرشد اجازت رئیس الاتقیا مخدوم ملت حضرت مولانا حافظ قاری سید اویس مصطفیٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغرویہ، بلگرام شریف کی سرپرستی کا سائبان نصیب رہا۔حضرت کے تقریظی کلمات ہمارے لئے سند اعتبار اور دعائے قبول ہیں۔میرے مرشد

برحق نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ سراج الطریقہ عارف باللہ قاضی القضاۃ فخر ازہر حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ جانشین مفتی اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ،خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ،بریلی شریف کے دعائیہ کلمات ہمارے لئے سرمایۂ سعادت ہیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان کے فیوض وبرکات روحانیہ وعلمیہ سے اس گناہگار کو خاص حصہ نصیب فرمائے اور کل بروز محشر ان کے کفش برداروں میں حشر نصیب فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

کوشش رہی ہے کہ ترجمہ،متن سے مکمل ہم آہنگ ہو اور ممکنہ حد تک سلاست کی فضا قائم رہے۔رب تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم کے سائے میں اس کوشش میں کہاں تک کامیابی ملی،اس کا فیصلہ حضرات ناظرین کے سپرد۔تحشیہ میں بعض مقامات پر مصنف کے موقف سے ہٹ کر جمہور امت کا موقف پیش کیا گیا ہے۔تفضیل سیدنا صدیق اکبر کے مسئلہ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسائل سے خاص استفادہ رہا۔شروع میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم،امام عالی مقام سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا اسطوانۃ المسجد حلیف القرآن حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابواب کے تحشیہ میں دانستہ قدرے طوالت سے کام لیا گیا ہے تا کہ ان بزرگوں کی حیات ہائے مبارکہ کے روشن نقوش نگاہوں میں خوب اچھی طرح سما جائیں اور اس فقیر حسینی قادری کو اپنے آقاؤں کی علمی خدمت کی مزید درمزید سعادت مل جائے ؏ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم ۔مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان نفوس قدسیہ کے فیوض وبرکات سے اس گناہگار،حضرات ائمۂ اہل بیت کے ادنیٰ کفش بردار کو سرفراز فرمائے اور یہ مختصر سی کاوش ان بارگاہوں میں شرف قبول حاصل کرلے ۔

چہ از صفائے ارادت زنم بمہر تو دم ضمیر پاک دل روشنت گواہ من است

اس کتاب کی اشاعت میں حضرت مخدوم ملت سید شاہ اویس مصطفےٰ قادر واسطی دامت برکاتہم القدسیہ کے نیازمندوں نے دست تعاون دراز فرمایا۔اللہ تعالیٰ ان تمام معاونین مخلصین کو دونوں جہان میں بہترین جزا عطا فرمائے،آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ ﷺ

نیازمند ساحل ۲۷ر ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ/ ۱۹ر ستمبر ۲۰۱۷ء بروز سہ شنبہ

ساحل شہسرامی۔ایک تعارف

- **قلمی نام:** ساحل شہسرامی [علیگ]
- **نام :** ارشاد احمد رضوی
- **ولدیت:** جناب اشفاق احمد رضوی ولد وصی احمد حبیبی
- **مستقل پتہ:** وصی منزل، محلہ مدار دروازہ، شہسرام 821115
Email: r.sahil27@gmail.com
- **تعلیمی نسبتیں:** ضیائی، مصباحی، علیگ
- **بیعت :** تاج الشریعہ شاہ اختر رضا قادری ازہری، بریلی شریف
- **اجازت وخلافت:** ۱- تاج الشریعہ شاہ اختر رضا قادری ازہری، بریلی شریف
۲- مخدوم ملت مولانا سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی، بلگرام شریف
- **تعلیمی اسناد :** * ڈاکٹریٹ [پی ایچ ڈی] ۲۰۱۰ء، * ایم اے، ۲۰۰۱ء [علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ] * تخصص فی الفقہ الحنفی، ۱۹۹۵ء * فضیلت، ۱۹۹۳ء * عالمیت، ۱۹۹۱ء * مولویت ۱۹۸۹ء * قراءت حفص ۱۹۹۱ء * قراءت سبعہ ۱۹۹۳ء [جامعہ اشرفیہ، مبارک پور]
- **پروفیشنل کورسیز:** * کمپیوٹر فنڈامینٹل اینڈ ایم ایس آفس، نوڈل سینٹر آف EMD، یونیورسٹی پالیٹیکنک، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی ۲۰۰۶ء * IELTS [6.0 Band]
- **زبان دانی :** اُردو، عربی، فارسی، ہندی، انگریزی
- **فکر سخن :** نعت ومناقب - پچاس سے زائد
- **علمی ورفاہی خدمات:**
  - سابق لکچرار ونائب مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
  - سابق ممبر مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
  - سابق ایڈیٹر: سالنامہ اہل سنت کی آواز، علی گڈھ
  - دینی مجلس شہسرام [ہفت روزہ نشست] کی ۱۹۹۷ء میں تاسیس
  - ڈائریکٹر، بانی: شیر شاہ سوری اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، شہسرام
  - چیف ایڈیٹر: سالنامہ "شہسرام"
  - رکن مجلس مشاورت، امام احمد رضا موومنٹ، بنگلور
  - رکن مجلس ادارت، ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف
  - اسکروٹنائزر: فارسی ٹیکسٹ بکس، کرناٹکا
- **ایوارڈ :** امام احمد رضا ایوارڈ، امام احمد رضا موومنٹ، بنگلور ۲۰۱۳ء
- **مومنٹو :** حضرت علامہ قاضی سید عبد القدوس قادری قدس سرہ سیمینار، بنگلور ۲۰۱۷ء

اسلامی، صوفیانہ مخطوطات کی تحقیق، تدوین، ترجمہ، تحشیہ

[۱] **شاہ حقانی کا اردو ترجمۂ تفسیر قرآن - ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ**
علی گڑھ، پروفیسر سید محمد امین، ۲۰۰۳ء
[صفحات: ۶۰۰]
مخطوطہ کے مصنف: حضرت سید شاہ محمد حقانی بلگرامی [م ۱۲۱۰ھ]
لائبریری خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ، ضلع ایٹہ
زبان: اردو، موضوع: تفسیر وترجمہ قرآن، زمانہ تصنیف: ۱۲۰۶ھ، صفحات مخطوطہ: ۹۰۰
۹۰۰ صفحات پر مشتمل ۲۳۰ سالہ قدیم یہ مخطوطہ اردو زبان کے اولین تراجم میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ اس فقیر قادری نے شریک مصنف پروفیسر سید محمد امین کے ساتھ مل کر پیش کیا ہے جو چھ ابواب پر مشتمل ہے۔

[۲]　نام کتاب:　کاشف الاستار [زیر طبع]

شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء　[صفحات:۸۰۰]

مخطوطہ کے مصنف　:　اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی قادری بلگرامی [م ۱۱۹۸ھ]

مارہرہ، خانقاہ برکاتیہ/مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی/رامپور، رضا لائبریری

زبان: فارسی　موضوع: تصوف　زمانہ تصنیف: ۱۱۹۶ھ　صفحات مخطوطہ: ۴۰۰

بڑے سائز کے چار سو صفحات پر مشتمل ڈھائی سو سال قدیم اس فارسی مخطوطے کے ترجمہ، تحشیہ اور تقدیم کی سعادت اس فقیر قادری کو ۲۰۰۳ء میں میسر آئی جس کی ضخامت بڑے سائز کے ۸۰۰ر صفحات سے متجاوز ہے۔ اس میں صوفیانہ مکاتیب، خاندانی بزرگوں کے حالات، حکیمی نسخے اور عملیات کا خاصا حصہ ہے۔ اس کتاب کے چار نسخے دستیاب ہوئے۔ دو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی آزاد لائبریری میں، ایک رضا لائبریری اور ایک مارہرہ کی خانقاہ برکاتیہ میں۔ ان میں دو نسخے ناقص الآخر ہیں۔ چاروں نسخوں سے مقابلہ کے بعد اس کے ترجمہ کی سعادت حاصل ہوئی۔

[۳]　نام کتاب:　فتاویٰ ملک العلما

بریلی شریف، المجمع الرضوی ۲۰۰۵ء/لاہور، مکتبہ نبویہ ۲۰۰۶ء/راولپنڈی، ۲۰۱۱ء　[صفحات: ۵۰۴]

مخطوطہ کے مصنف　:　ملک العلما سید شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی [م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء]

زبان: اردو/عربی　موضوع: فقہ　زمانہ تصنیف: ۱۳۲۴ھ　صفحات مخطوطہ: ۴۴۰

دو رجسٹر میں محفوظ یہ علمی مخطوطہ نہایت ژولیدہ حالت میں تھا، جگہ جگہ سطریں خالی تھیں۔ فقیر قادری نے اپنے تجربات کی روشنی میں اور فتاویٰ رضویہ شریف کی مدد سے ۶۰۰ر صفحات پر مشتمل اس فقہی مخطوطے کو مرتب کیا اور اس پر مبسوط مقدمہ لکھا جس میں فقہ کی پوری تاریخ اجمالی طور سے دے دی گئی ہے۔ حضرت ملک العلما کی سوانح حیات اور ان کی فقہی مہارت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب پہلے مرشد برحق حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کے حکم سے المجمع الرضوی، بریلی شریف سے ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی۔ پھر پاکستان کے متعدد مکتبوں نے شائع کیں۔

[۴]　نام کتاب:　منبع الانساب

علی گڑھ، مدرسہ فیضان مصطفےٰ　۲۰۰۵ء [صفحات: ۵۰۴] /　۲۰۱۵ء　[صفحات: ۱۰۱۶]

مخطوطہ کے مصنف　:　مخدوم سید معین الحق چشتی جھونسوی قدس سرہٗ، الہ آباد

الہ آباد/لکھنو، ندوہ لائبریری

زبان: فارسی　موضوع: تصوف ورجال تصوف　زمانہ تصنیف: تقریباً ۸۳۰ھ　صفحات مخطوطہ: ۶۲۳

تقریباً چھ سو سال پرانے اس گرانقدر صوفیانہ مخطوطے تک رسائی کئی مرحلوں میں ہوئی۔ پہلے اس کا ۱۲۹۸ھ کا رقم کردہ ناقص الآخر نسخہ ملا جس کا ترجمہ متوسط سائز کے ۵۰۴ر صفحات پر مشتمل ۲۰۱۰ء میں منظر عام پر آیا پھر اس کا کامل نسخہ محترم فرید الحسن عثمانی ایڈوکیٹ [پتھر گلی، الہ آباد] کی عنایت سے حاصل ہوا جو بڑے سائز کے ۶۲۳ر صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ نسخہ ۱۱۹۷ھ کا تحریر کردہ ہے۔ تیسرا نسخہ ندوہ میں دستیاب ہوا جو ناقص الطرفین اور باریک خط تھا۔ ان تین نسخوں کے مقابلے کے بعد اس کامل نسخے کا اردو ترجمہ، تحشیہ اور تقدیم مکمل ہوئی جو بڑے سائز کے ۱۰۱۶ر پر پھیل گئی۔

[۵]　نام کتاب:　وجود العاشقین [زیر طبع]

شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء　[صفحات: ۱۱۲]

مخطوطہ کے مصنف　:　خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سید محمد زیدی، گلبرگہ شریف [م ۸۲۵ھ]

مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ　اندراج:

زبان: فارسی　موضوع: تصوف/وحدۃ الوجود　زمانہ تصنیف: آٹھویں صدی ہجری　صفحات مخطوطہ: ۲۰

اس کا مخطوطہ علی گڑھ کے دوران قیام دستیاب ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ تحشیہ کے ساتھ ۸۰ر صفحات پر پھیل گیا۔ شروع میں حضرت سیدنا خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ کے حالات مبارکہ بھی شامل کیے گئے۔ یہ اس مبارک کتاب کا پہلا ترجمہ نہیں ہے، سنا ہے کہ اس کا ترجمہ ہو چکا ہے جو میری نگاہ سے نہیں گذرا، لیکن وہ صرف ترجمہ ہے، ہمارے ترجمہ میں وضاحتی تحشیہ بھی شامل ہے۔

[۶]　نام کتاب:　سلاسل صوفیہ

شہسرام، سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، ۲۰۱۷ء　[صفحات: ۲۱۶]

مخطوطہ کے مصنف　:　علامہ صوفی سعد اللہ سلونی، بریلوی علیہ الرحمہ [م ۱۱۳۸ھ]

مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ　اندراج: احسن عربیہ، ۵/۷،۲۹۷

زبان: عربی موضوع: تصوف ورجال تصوف زمانۂ تصنیف: تقریباً ۱۱۳۰ھ صفحات مخطوطہ: ۲۰

تقریباً تین سو سال قدیم اس نفیس مخطوطے کی زیارت بھی منبع الانساب پر تحقیق وترجمہ کے دوران علی گڈھ میں ہوئی۔اس میں صوفیہ کے مشہور چودہ خانوادوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔اس فقیر قادری نے اس کا اردو ترجمہ کیا،حواشی تحریر کئے اور اس میں کافی اضافے کئے۔اب یہ سلاسل صوفیہ پر ایک مختصر اور جامع کتاب ہے جو ۲۱۶؍ پر پھیل چکی ہے۔

[۷] نام کتاب: سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات [فضائل سادات]

شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۵ء [صفحات:۱۳۶]

مخطوطہ کے مصنف : علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ [م ۱۲۰۰ھ]

مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ اندراج:احسن فارسیہ-۲۳،۹۲۰

زبان: فارسی موضوع: سوانح وفضائل زمانۂ تصنیف: بارہویں صدی ہجری صفحات مخطوطہ: ۲۰

ڈھائی سو سال قدیم یہ فارسی مخطوطہ بھی علی گڈھ میں دریافت ہوا جب میں منبع الانساب کے ترجمہ وتحقیق میں معروف تھا۔اس فارسی مخطوطے کی اشاعت غالباً ممبئی سے کبھی ہو چکی ہے لیکن میرے سامنے مخطوطہ تھا،اس کی مطبوعہ صورت سے میں نا آشنا تھا۔مئی ۲۰۱۴ء میں اس کا ترجمہ اور تحشیہ مکمل کیا اور فضائل سادات پر اپنے ایک مضمون کو بھی اخیر میں شامل کتاب کر کے اس کا عام فہم نام "فضائل سادات" تجویز کیا۔

[۸] نام کتاب: نظم اللآلی فی نسب آل علاء الدین العالی [صغروی سادات بلگرام]

شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء [صفحات:۳۶۸]

مخطوطہ کے مصنف : علامہ سید محمد بن سید غلام نبی بلگرامی علیہ الرحمہ [وفات: تیرہویں صدی]

زبان: فارسی موضوع: سوانح ورجال زمانۂ تصنیف: ۱۲۷۰ھ صفحات مخطوطہ: ۲۰۰

سادات بلگرام کے نسب نامے پر مشتمل یہ کتاب کافی معلوماتی ہے۔جس میں حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے لے کر مصنف تک کے بلگرامی خاندانوں کی ذیلی شاخوں کا جامع اور مختصر تعارف ہے۔اس میں صرف حضرت میر اسمٰعیل رزاقی قدس سرہٗ،مسولی شریف اور ان کے پیر ومرشد سرکار بانسہ محبوب بے کر سیدنا شاہ عبد الرزاق قادری قدس سرہٗ کا قدرے تفصیلی تذکرہ ہے۔بلگرامی سادات میں ایک قبیلہ پچ بھیہ کہلاتا ہے جو پانچ بھائیوں کی اولاد پر مشتمل ہے۔اس قبیلہ کے افراد کا خاص تعارف اس کتاب کا خاص مقصود ہے۔اس کا قلمی نسخہ خانقاہ قادریہ چشتیہ صغرویہ سے دستیاب ہوا۔اس کا دوسرا نسخہ مارہرہ کی خانقاہ میں بھی موجود ہے۔

[۹] نام کتاب: سلاسل الانوار فی سیر الاخیار [تذکرہ مشائخ سلاسل]

شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء

[صفحات:۳۶۸]

مخطوطہ کے مصنف: میر سید نوازش علی فقیر بلگرامی [م ۱۱۶۷ھ] [سال نقل مخطوطہ: ۱۴؍محرم ۱۱۷۴ھ]

مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ اندراج:احسن فارسیہ 920.24 زبان: فارسی

موضوع: سوانح مشائخ سلاسل زمانۂ تصنیف: ۱۱۵۷ھ صفحات مخطوطہ: ۸۰؍[بڑا سائز،۲۳؍باریک سطریں]

حضرت مصنف کے جد امجد سید العارفین سید لطف اللہ شاہ لدھا بلگرامی قدس سرہٗ کو جن سلاسل خمسہ: قادریہ،چشتیہ،سہروردیہ،نقشبندیہ،بدعیہ کی اجازتیں کالپی شریف سے حاصل تھیں،انہیں سلاسل کے مشائخ عظام کا اجمالی تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے۔باریک خط کے اَسّی صفحات کی اس کتاب میں اخیر کے تیس صفحات شاہ لدھا قدس سرہٗ کے مبارک احوال اور خاندانی کوائف پر مشتمل ہیں۔

[۱۰] نام کتاب: وفیات الاعلام [زیر تکمیل]

مخطوطہ کے مصنف : سید شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہٗ [م ۱۱۴۴ھ]

خانقاہ اجملیہ،دائرۂ شاہ اجمل،الہ آباد

زبان: فارسی موضوع: سوانح مشائخ زمانۂ تصنیف: ۱۱۵۷ھ صفحات مخطوطہ: ۷۰۰؍[۲؍جلدیں]

مشائخ اسلام کے حالات وسوانح پر یہ قیمتی کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کی ترتیب میں انفرادیت یہ ہے کہ اس کی ترتیب مہینوں کے اعتبار سے ہے۔محرم میں جن مشائخ کا وصال ہے،انہیں محرم کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے،چاہے سال وصال کچھ بھی ہو۔[تشنۂ تکمیل]

[۱۱] نام کتاب: صحیح البہاری معروف بہ جامع الرضوی [جلد اول/کتاب العقائد]

ممبئی،دار العلوم فیضان مفتی اعظم،پھول گلی،۲۰۱۸ء

مخطوطہ کے مصنف : [زیر تکمیل]

ملک العلما علامہ سید محمد ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہٗ [م ۱۳۸۲ھ]

پروفیسر مختار الدین آرزو کے ذخیرۂ کتب میں محفوظ مخطوطہ [کتاب العقائد]
زبان: عربی موضوع: حدیث زمانۂ تصنیف: ۱۳۴۵ھ صفحات مخطوطہ: ۴۰۰

تصانیف

قرآنیات:

[۱] جمالیات اور قرآن حکیم،[زیر طبع] شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء [صفحات:۳۶۰]
[۲] فن ترجمہ اور قرآنی تراجم شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء [صفحات:۲۴۰]

حدیث:

[۱] ملک العلما کی علم حدیث میں نمایاں خدمات [زیر تکمیل]
[۲] امام اعظم اور علم حدیث[عربی] [غیر مطبوعہ،صفحات:۱۴۴]

سیرت:

[۱] تاریخ ولادت نبوی لدھیانہ،پنجاب،مجلس فکر رضا،۲۰۱۶ء [صفحات:۹۶]

فقہ:

[۱] فقہ و افتا اور اس کے تقاضے [زیر طبع] شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء، [صفحات:۹۶]
[۲] مجموعۂ فتاویٰ [زیر ترتیب] مصدقہ: فقیہ اعظم حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

تصوف:

[۱] تصوف-چند وضاحتیں،[زیر طبع] شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء [صفحات:۱۸۸]

نوٹ: مخطوطات میں "کاشف الاستار"، "نظم اللآلی"، "منبع الانساب"، "سلاسل صوفیہ" بھی تصوف کے ذیل میں آتی ہیں۔

اسلامیات:

[۱] حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ [غیر مطبوعہ،صفحات:۱۲۸]

تنقیدات و تعاقبات:

[۱] حسام الحرمین اور بہار کے علما و مشائخ [غیر مطبوعہ،صفحات:۱۲۸]
[۲] وہابیہ کی کفری عبارتوں کی تاویلات-ایک تنقیدی جائزہ [غیر مطبوعہ،صفحات:۱۸۴]

تحقیقات:

[۱] مخدوم سمنانی کے علمی آثار [غیر مطبوعہ،صفحات:۱۲۰]
[۲] مساھمۃ العلامۃ فضل حق الخیر آبادی فی الدراسات الاسلامیۃ والفلسفیۃ [پی ایچ ڈی کا عربی مقالہ][غیر مطبوعہ،صفحات:۵۰۰

معاشیات:

[۱] مسلمانوں کی اسلامی معیشت-ہندوستانی تناظر میں [غیر مطبوعہ،صفحات:۹۶]

اسلامی تاریخ:

[۱] شدھی تحریک اور حضرت صدر الافاضل [غیر مطبوعہ،صفحات:۹۶]
[۲] مسلمانوں کے زوال کا نقطۂ آغاز-ہندوستانی تناظر میں [غیر مطبوعہ،صفحات:۱۸۴]

شخصیات:

[۱] تذکار قدوسی [زیر طبع،صفحات:۳۶۸] شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز/ بنگلور،امام احمد رضا موومنٹ،۲۰۱۷ء
[۲] حافظ ملت [غیر مطبوعہ،صفحات:۳۶۸]
[۳] حکیم الاسلام مفتی مظفر احمد قادری داتا گنجوی-حیات اور خدمات داتا گنج،خانقاہ منوریہ مظفریہ،۲۰۰۴ء،[صفحات:۱۱۲]
[۳] حضرت سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہٗ-حیات و خدمات [غیر مطبوعہ،صفحات:۲۷۲]
[۴] حضرت صادق شہسرامی-حیات اور شاعری شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۰۸ء [صفحات:۳۶۸]
[۵] خاندان برکات کی علمی اور ادبی خدمات [غیر مطبوعہ،صفحات:۳۶۸]

نوٹ: یہ کتاب مقالہ کی صورت تقریباً ۲۰۰ صفحات میں سالنامہ "اہل سنت کی آواز" ۱۹۹۹ء میں شائع ہو چکی ہے۔

[۵] خواجۂ ہند [غیر مطبوعہ،صفحات:۲۴۰]
[۶] دائرۂ قادریہ-بلگرام شریف شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۰ء [صفحات:۳۶۸]
[۷] شارح بخاری [غیر مطبوعہ،صفحات:۵۰۴]
[۸] صاحب عرس قاسمی مارہرہ،دارالاشاعت برکاتی،۲۰۰۶ء/۲۰۱۲ء [صفحات:۶۴]
[۹] صدرالشریعہ [غیر مطبوعہ،صفحات:۳۶۸]
[۱۰] قطب الاقطاب دیوان محمد رشید مصطفیٰ عثمانی-حیات وافکار [غیر مطبوعہ،صفحات:۱۸۴]
[۱۱] ملک العلما کراچی،ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل،۲۰۰۶ء [صفحات:۲۸۴]
شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء [صفحات:۳۶۸]
[۱۲] مولانا سید غیاث الدین حسن شرفی رضوی- حیات اور شاعری
شہسرام،خانقاہ غیاثیہ شریفیہ،محلہ دائرہ،۲۰۰۲ء [صفحات:۲۸۴]/سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء [صفحات:۳۶۸]

رضویات:

[۱] امام احمد رضا اور شہسرام [غیر مطبوعہ،صفحات:۱۲۸]
[۲] رضا شناسی کے تقاضے اور خانوادۂ رضویہ کی خصوصیات [غیر مطبوعہ،صفحات:۳۲]
شیر پور،دھولیہ،مہاراشٹر،دارالعلوم اہلسنت غوثیہ فیضان رضا،۲۰۱۷/کلک رضا فاؤنڈیشن،اندھیری،ممبئی ۲۰۱۷ء
[۳] مخدوم جہاں اور امام احمد رضا [غیر مطبوعہ،صفحات:۱۲۸]
[۴] مفتی اعظم [غیر مطبوعہ،صفحات:۳۶۸]
[۵] ***A Legend of the East***
[A brief introduction of Alahazrat Imam Ahmad Raza Qadri's life & work
Pages: 96 ,Sultan Sgershah Suri Publications, Sasaram, 2017

ادبیات:

[۱] عرفان عرب [عربی ادب کی تاریخ اور ایم اے عربی کی نصابی نظموں کا اردو ترجمہ]
شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۰ء [صفحات:۵۶۸]
[۲] متنبی-ایک خصوصی مطالعہ شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۰ء [صفحات:۱۸۴]
[۳] مجموعۂ کلام "موج ساحل" [غیر مطبوعہ] [صفحات:۱۳۲]

تراجم

[۱] الحزب الاعظم [عربی/غیر مطبوعہ] مصنف: ملا علی قاری حنفی ہروی [صفحات:۱۳۲]
[۲] تذکرۂ غوث اعظم [فارسی]
مصنف: سید معین الحق جھونسوی الٰہ آبادی شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء [صفحات:۲۴۰]
[۳] النور والبہا لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیا [۱۳۰۷ھ] مصنف: سراج العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری
حیدرآباد،عرشی کتاب گھر،۲۰۱۰ء [صفحات:۸۸] شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء [صفحات:۱۴۴]
نوٹ: تراجم میں "اوراد قادریہ" بھی شامل ہے،کیونکہ اس میں درجن سے زائد اوراد کے تراجم فقیر قادری نے کیے ہیں۔

مرتبات ومولفات

[۱] اسلام کا نظریہ موت مصنف: ملک العلما علامہ ظفر الدین رضوی ممبئی،۲۰۰۷ء،[صفحات:۱۲۴]
[۲] اوراد قادریہ حیدرآباد،عرشی کتاب گھر،۲۰۱۰ء [صفحات:۲۴۰] سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء،[صفحات:۳۸۴]
[۳] پنج درود غوثیہ کبیر بنگلور،امام احمد رضا موومنٹ،۲۰۱۴ء [صفحات:۳۲]
[۴] تحفۂ حجاز [رہبر اور دشمنوں کے شر سے حفاظت کے لئے اوراد کا مجموعہ]
علی گڑھ،مدرسہ فیضان مصطفےٰ،۲۰۰۶ء [صفحات:۲۴] شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء [صفحات:۴۸]
[۵] ختم قادریہ کبیر مع ترکیب توشۂ غوثیہ شہسرام،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،۲۰۱۷ء [صفحات:۳۲]

[۶] شجرۂ عالیہ قادریہ بدر الہند علی گڑھ، مدرسہ فیضان مصطفےٰ ۲۰۱۵ء [صفحات:۵۶]

[۷] مقالات شارح بخاری [۳ر جلدیں] گھوسی، دائرۃ البرکات، ۲۰۰۶ء [صفحات:۱۴۰۰]

مقالات

قرانیات:

۱- قرآن کا تصور الٰہ سالنامہ "اہل سنت کی آواز" [عظمت قرآن نمبر] مارہرہ، ۲۰۰۵ء/ ماہنامہ ماہ نور دہلی، ۲۰۰۶ء
[صفحات:۲۱] [۹ر شوال ۲۶ھ/۱۲ر نومبر ۲۰۰۵ء شنبہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

حدیث واصول حدیث:

۱- علم حدیث میں حضرات صوفیا کی خدمات [زیر ترتیب]

۲- اصول حدیث میں حضرات شیخین کی فکری بنیادیں [زیر ترتیب]

۳- اصول حدیث میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افادات [زیر ترتیب]

سیرت:

۱- جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روایاتی تسلسل اور تقاضے
ماہنامہ "طیبہ"، حیدر آباد ۱۹۹۷ء [صفحات ۹] [۱۳ر ربیع الاول ۱۴۱۶ھ/ ۱۱ر اگست ۱۹۹۵ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

۲- مصطفےٰ جان رحمت پیکر صبر واستقامت [غیر مطبوعہ] [صفحات:۱۸] [تکمیل مقالہ:۲۸ر رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء]

فقہیات:

۱- اعضا کی پیوندکاری "صحیفہ مجلس شرعی"، جلد دوم ۲۰۰۲ء، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور [صفحات:۱۲]

۲- صدر الشریعہ کا تفقہ-ایک ضمیمہ جاتی رسالہ کی روشنی میں
"صدر الشریعہ-حیات وخدمات" جامعہ امجدیہ، گھوسی ۲۰۰۱ء، [صفحات:۶] [تکمیل: ۲ر محرم ۱۴۱۶ھ/ ۲ر جون ۱۹۹۵ء]

۳- علاج کے لیے انسانی خون کا استعمال "صحیفہ مجلس شرعی"، جلد دوم ۲۰۰۲ء، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور [صفحات:۹]

۴- عمرانہ قضیے کا شرعی فیصلہ اور مسلمان ہنامہ "ماہ نور"، دہلی، ستمبر ۲۰۰۵ء [صفحات:۱۴]
[کتب خانہ امجدیہ، دہلی سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ تکمیل مقالہ: ۶ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۶ھ/ ۱۳ر جولائی ۲۰۰۵ء بروز بدھ]

۵- فقہ واصول کی تدوین-اسباب ومقاصد
ماہنامہ "جام نور"، دہلی، اپریل ۲۰۰۷ء [صفحات:۱۳] [۴ر صفر المظفر ۱۴۲۸ھ/ ۲۲ر فروری ۲۰۰۷ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

تصوف:

۱- آم اور خربوزے کا مناظرہ
ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارک پور، فروری ۲۰۰۰ء [صفحات:۷] [۲۳ر جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ/ ۵ ستمبر ۱۹۹۹ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

۲- امام احمد رضا سے خانقاہوں کے روابط [غیر مطبوعہ، صفحات:۱۵] ، یہ مقالہ امام احمد رضا سیمینار، بنگلور ۲۰۱۳ء میں پیش ہوا]

۳- تبرکات خاندان برکات
سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۳ء [صفحات:۱۲] برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی سے کتابچے کی شکل میں بھی شائع ہوا۔

۴- حضرت تاج الشریعہ-ایک مرشد کامل ماہنامہ "سنی دنیا"، بریلی شریف، مارچ ۲۰۱۷ء [صفحات:۱۵]
[یہ مقالہ "حضرت تاج الشریعہ سیمینار" پٹنہ، منعقدہ بتاریخ ۱۹ر مئی ۲۰۱۶ء میں پیش کیا گیا]

۵- خانوادۂ رضویہ اور اس کے تبرکات [صفحات:۵] ہفت روزہ "مسلم ٹائمز"، ممبئی، اکتوبر ۲۰۱۵ء/ ماہنامہ "سنی دنیا"
بریلی شریف، مارچ ۲۰۱۶ء/ ماہنامہ "اعلیٰ حضرت"، بریلی شریف ستمبر ۲۰۱۶ء

۶- خواجۂ ہند کی صوفیانہ شاعری سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۸ء [گوشۂ خواجہ غریب نواز]
[صفحات : ۴۴] [۱۲ر شوال ۱۴۱۹/ ۳۱ جنوری ۱۹۹۹ء یکشنبہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

۷- سامان بخشش میں تذکیر نفس کا بیان "پیغام رضا"، سیتامڑھی، جولائی ۱۹۹۸ء/ ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارک پور ستمبر ۱۹۹۹ء
[صفحات: ۷] [۲۱ر ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ/ ۶ر ستمبر ۱۹۹۶ء جمعہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

۸- شب برات کے فضائل واعمال روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی ۱۷ر اگست ۱۹۹۹ء/ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، ستمبر ۲۰۰۰

[صفحات:۴] [۲۵/شعبان ۱۴۱۹ھ/۱۵/دسمبر ۱۹۹۸ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا] دارالمطالعہ اہل سنت، شہسرام نے فولڈر شائع کیا۔

۹- شمالی ہندوستان کی ایک اہم قادری خانقاہ- خانقاہ برکاتیہ سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۷ء [صفحات:۱۰]

۱۰- صدرالشریعہ کا باطنی سفر "صدرالشریعہ-حیات وخدمات" جامعہ امجدیہ، گھوسی ۲۰۰۱ء
[صفحات:۲۷] [۱۹/صفر ۱۴۱۶ھ/۱۹/جولائی ۱۹۹۵ء چہارشنبہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

۱۱- علامہ فضل حق خیرآبادی اور نظریہ وحدت الوجود
[غیر مطبوعہ، صفحات:۱۳، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء دارالعلوم وارثیہ، گومتی نگر لکھنؤ کے علامہ فضل حق خیرآبادی سیمینار میں پیش ہوا]

تحقیقات

۱- حضرت شارح بخاری کے مناظرے ماہنامہ کنزالایمان دہلی، شارح بخاری نمبر ۲۰۰۱ء [صفحات:۴۸]

۲- علم الانساب اور سادات کرام ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بریلی شریف ستمبر 2016ء [صفحات:۱۷]

۳- مفتی اعظم اور رد بدعات ومنکرات "انوار مفتی اعظم"، رضا اکیڈمی، ممبئی ۲۰۰۱ء [صفحات:۲۵]

۴- خاندان برکات کی تصانیف- ایک نظر میں ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارکپور اکتوبر ۲۰۰۴ء [صفحات: ۷]
[برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی سے کتابچے کی شکل میں شائع ہوا]

تنقیدات وتعاقبات

۱- اظہار حقیقت [صفحات: ۵] [۴/رمضان ۱۴۲۳ھ/نومبر ۲۰۰۲ء سہ شنبہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
[اعلیٰ حضرت اور اشرف علی کے رفیق درس ہونے کا فسانہ] دارالمطالعہ اہل سنت، شہسرام نے ۱۹۹۹ء فولڈر شائع کیا]

۲- تبلیغی جماعت سے کیوں بچیں؟ [غیر مطبوعہ، صفحات:۲۰، تکمیل:۲۰۰۳ء]

۳- دینی مدارس میں سائنسی نصاب کی شمولیت
ماہنامہ "تہذیب الاخلاق"، علی گڑھ اگست ۱۹۹۴ء [صفحات:۵] [۲۹/جون ۱۹۹۴ء، علی گڑھ سیمینار میں پیش ہوا]

تاریخ وسیاست

۱- شدھی تحریک ماہنامہ "تہذیب الاخلاق"، علی گڑھ، اگست ۱۹۹۷ء [صفحات:۵]

۲- صدرالشریعہ کے عہد کا سیاسی ماحول "صدرالشریعہ-حیات وخدمات" جامعہ امجدیہ، گھوسی ۲۰۰۱ء [صفحات:۱۹]

ادبیات

۱- تاج العلما اور سید العلما کے چند مکاتیب سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۴ء [صفحات:۲۸]

۲- حافظ ملت کی چند تاثراتی تحریریں ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارکپور، ستمبر ۲۰۰۰ء، [صفحات:۱۳] تکمیل مقالہ:۱۲/اگست ۱۹۹۹ء

۳- حافظ ملت کی چند تقریظات [صفحات:۶] ماہنامہ "اشرفیہ"، اکتوبر ۱۹۹۹ء، [تکمیل:۴، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ/۲۸/اگست ۱۹۹۸ء]

۴- حسان پاکستان- اعظم چشتی ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارک پور، ستمبر ۲۰۰۱ء/ ماہنامہ "جام نور"، دہلی مارچ ۲۰۰۷ء
[صفحات: ۶] [۱۰/جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ- ۱۰/ستمبر ۲۰۰۰ء دوشنبہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

۵- دارالمطالعہ اہل سنت ایک تعارف [صفحات:۵] [دارالمطالعہ اہل سنت سے ۱۹۹۸ء میں کتابچے کی شکل میں شائع ہوا]

۶- شعر اشرف- بہاروں کا استعارہ
ماہنامہ جام نور، دہلی، نومبر ۲۰۰۹ء [صفحات:۵]

۷- صدرالشریعہ کی اردو نثر نگاری، "صدرالشریعہ-حیات وخدمات" جامعہ امجدیہ، گھوسی ۲۰۰۱ء [صفحات: ۵] [تکمیل:۱۰/مارچ ۱۹۹۷ء]

۸- علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری علیہ الرحمہ کا ایک مکتوب گرامی، ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارکپور، اکتوبر ۲۰۰۱ء [صفحات:۳]

۹- علمائے اہل سنت کی تصنیفی خدمات [غیر مطبوعہ، صفحات:۱۲] [۲۲/صفر ۱۴۱۸ھ/۲۸/جون ۱۹۹۷ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

۱۰- ماورائیت کا نمائندہ قدسی ماہنامہ "جام نور" دہلی، نومبر ۲۰۰۵ء، [صفحات: ۹] [۸/شوال ۱۴۲۵ھ/۲۲/نومبر ۲۰۰۴ء]

۱۱- منظوم نسب نامہ
سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۹ء [صفحات:۷]

۱۲- نعت اور غزل کا سحر طراز شاعر شبنم کمالی [صفحات:۷]، ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارکپور دسمبر ۲۰۰۱ء [تکمیل:۵/رجب ۱۴۲۱ھ/۱۴/اکتوبر ۲۰۰۰ء]

۱۳- نصاب مطالعہ- ایک تحریک، ایک تشکیل
[غیر مطبوعہ، صفحات:۳]

شخصیات

۱- حافظ ملت- ایک شخصیاتی تجزیہ ماہنامہ "اشرفیہ"، مبارکپور، دسمبر ۱۹۹۸ء [صفحات: ۱۰] [تکمیل: رجب ۱۴۱۶ھ/دسمبر ۱۹۹۵ء]

۲- حضرت ملک العلما اور علمائے شہسرام [صفحات:۸۰] ماہنامہ "جہان رضا"، لاہور، جون ۱۹۹۹ء/"جہان ملک العلما"، ممبئی
۳- حضرت میاں میر قادری قدس سرہٗ- قادریت کے روشن چراغ [غیر مطبوعہ، صفحات:۲۵، یہ مقالہ ۲۰۱۰ء میں تحریر ہوا]
۴- خاندان برکات کا اجمالی تعارف [غیر مطبوعہ/صفحات:۳] [۵/جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ/۵ ستمبر ۲۰۰۰ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۵- سید الشہدا حضرت امام حسین اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما [صفحات:۸] سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ، ۲۰۰۷ء
۶- سرکار عالی بدر الہند ماہنامہ "اشرفیہ" مبارک پور، "سنی دنیا" بریلی شریف [صفحات:۱۵، یہ مقالہ ۲۰۱۰ء میں تحریر ہوا]
۷- صدر العلماء کے ممتاز شاگرد-شارح بخاری [صفحات:۱۹] ماہنامہ "اشرفیہ" مبارک پور ستمبر ۲۰۰۸ء [تکمیل:۲۳/نومبر ۲۰۰۵ء بدھ]
۸- غوث اعظم محبوب سبحانی [صفحات:۱۸] "سنی دنیا"، بریلی شریف نومبر ۲۰۱۶ء [تکمیل:۱۴/رجب المرجب ۱۴۳۰ھ/۱۸/جولائی ۲۰۰۹ء]
۹- فقیہ اعظم پر مشائخ مارہرہ کا خصوصی فیضان [صفحات:۴] "کنز الایمان" دہلی ۲۰۰۱ء [تکمیل:۵/ربیع النور شریف ۱۴۲۱ھ/۸/جون ۲۰۰۰ء]
۱۰- مشاہیر مشائخ چشت [صفحات:۸] سالنامہ "اہل سنت کی آواز" [گوشۂ غریب نواز] مارہرہ، ۲۰۰۸ء
۱۱- مولانا سمرقندی-حیات اور کارنامے [صفحات:۵] [غیر مطبوعہ، تحریر کردہ:۱۹۹۷ء]

رضویات:

۱- امام احمد رضا اور شہسرام [غیر مطبوعہ، صفحات:۳۱] [۱۸/ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ/۲۳/اگست ۱۹۹۷ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۲- پیکر جمیل [حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ] [صفحات:۷] "پیغام رضا" بمبئی، ستمبر ۱۹۹۷ء
۳- فکر رضا کے تعارف کے عصری تقاضے [صفحات:۸] ماہنامہ "سنی دعوت اسلامی" ممبئی/"معارف رضا" کراچی [تکمیل:۷/جنوری ۲۰۱۲ء]
۴- مفتی اعظم کا وصال-ملت کا ایک عظیم نقصان [صفحات:۹] [غیر مطبوعہ، تکمیل مقالہ:۱۹۹۱ء]
۵- مفتی اعظم کے مرشد برحق [صفحات:۱۷] "جہان مفتی اعظم" رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۵ء [تکمیل:۲۳/شوال ۱۴۲۶ھ/۲۶/نومبر ۲۰۰۵ء]
۶- نقیب بزم رضا [رضا اکیڈمی، ممبئی کی خدمات کا تعارف] [صفحات:۴] مجلّہ "یادگار رضا" ۲۰۰۴ء، رضا اکیڈمی، ممبئی

تعزیتی تحریریں:

۱- آہ! بحر العلوم [غیر مطبوعہ، صفحات:۳] [۳/صفر ۱۴۳۴ھ/۱۷/نومبر ۲۰۱۲ء دوشنبہ مبارکہ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۲- آہ! حضرت شاہ غلام مصطفےٰ احمد منعمی [صفحات:۵] ماہنامہ "سنی دنیا"، بریلی شریف ۲۰۱۲ء/نور مصطفےٰ، خانقاہ منعمیہ، گیا
۳- آہ! مفتی اعظم راجستھان [صفحات:۴] ماہنامہ "سنی دنیا"، بریلی شریف دسمبر ۲۰۱۳ء، [۱۳/نومبر ۲۰۱۳ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۴- افسوس! ایک اظہار اشرف نے ردائے سکوت اوڑھ لی [صفحات:۳] 'ضیائے مخدوم'، کچھوچھہ شریف اپریل ۲۰۱۲ء
۵- اک آفتاب علم و تمدن نہیں رہا [مفتی محمد اسلم رضوی مظفر پوری] سہ ماہی "رضا بک ریویو"، پٹنہ اپریل-جون ۲۰۱۲ء
[صفحات:۳] [۵/ربیع الاول شریف ۱۴۳۳ھ/۲۹/جنوری ۲۰۱۲ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۶- ذکر جمیل [حضرت سید مصطفےٰ حیدر حسن] [صفحات:۵] سالنامہ "اہل سنت کی آواز"، مارہرہ ۱۹۹۵ء
۷- فدائے اعلیٰ حضرت [الحاج غلام احمد رضا منے میاں بریلوی، پٹنہ] [صفحات: ۲]
سہ ماہی "رضا بک ریویو"، پٹنہ، اپریل-جون ۲۰۱۱ء [۶/شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ/۹/جولائی ۲۰۱۱ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۸- محسن اہل سنت [مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ] [صفحات:۸] ماہنامہ "کنز الایمان"، دہلی، اگست ۲۰۱۱ء
۹- موسیٰ طور رضا [حکیم محمد موسیٰ چشتی امرتسری علیہ الرحمہ، متوفی ۱۹۹۹ء]
ماہنامہ "جہان رضا"، لاہور، نومبر ۱۹۹۹ء [صفحات:۹] [۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۱۰- یادگار سلف مولانا سید ظہیر احمد زیدی [غیر مطبوعہ، صفحات:۲] [۳۱/جولائی ۲۰۰۲ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]

تبصرے تقریظیں اور انٹرویو:

۱- تبصرہ بر "مرے خواب زندہ ہیں" مصنف: عین تابش، شہسرام
روزنامہ "قومی تنظیم"، پٹنہ، ۱۳/جنوری ۲۰۰۵ء [صفحات:۴] [۸/شوال ۲۵/۲۲/نومبر ۲۰۰۴ء کو یہ مقالہ مکمل ہوا]
۲- صاحب غیاث الطالبین-چشتیت اور قادریت کے حسین سنگم [تکمیل:۱۷/رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ/۲۲/اکتوبر ۲۰۰۶ء یکشنبہ]
ماہنامہ "ماہ نور"، دہلی ستمبر ۲۰۰۷ء [صفحات: ۶] یہ مضمون بطور پیش لفظ "غیاث الطالبین" کے لئے لکھا گیا
۳- فن خطابت کے عصری تقاضے [صفحات:۶] پیش لفظ "خطبات اعلیٰ حضرت"/سہ ماہی "افکار رضا" ممبئی، جولائی-ستمبر ۲۰۰۷ء
۴- "انٹرویو" جسے حضرت مولانا محمد ادریس رضوی، کلیان نے قلم بند فرمایا-[غیر مطبوعہ]

سیمینار و کانفرنس

۱- علامہ فضل حق خیر آبادی سیمینار [منعقدہ:۱۹۹۳ء]
دار العلوم وارثیہ، لکھنو، گومتی نگر [مقالہ پیش ہوا] موضوع: ''علامہ فضل حق خیر آبادی اور نظریۂ وحدت الوجود''

۲- علی گڑھ سیمینار [منعقدہ:۱۹۹۴ء] زیر اہتمام: مرکز فروغ سائنس، شعبۂ فزکس، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
[مقالہ پیش ہوا] موضوع: ''دینی مدارس میں سائنسی نصاب کی شمولیت''

۳- صدر الشریعہ سیمینار [منعقدہ:۱۹۹۵ء]
زیر اہتمام: جامعہ امجدیہ، گھوسی، یوپی [مقالہ پیش ہوا] موضوع: ''صدر الشریعہ کی اردو نثر نگاری''

۴-۱۰ فقہی سیمینار [منعقدہ:۱۹۹۵ء ---- ۲۰۰۰ء] زیر اہتمام: مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ [مقالات پیش ہوئے]
موضوعات: ''اعضا کی پیوند کاری''، ''علاج کے لیے انسانی خون کا استعمال''، وغیرہ

۱۱- تصوف سیمینار [منعقدہ:۲۰۱۱ء]
زیر اہتمام: خانقاہ جنیدیہ، گلبرگہ شریف، کرناٹک [مقالہ پیش ہوا] موضوع: ''تصوف- چند وضاحتیں''

۱۲- امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس [منعقدہ:۲۰۱۲ء]
زیر اہتمام: برکات رضا ایجوکیشنل ٹرسٹ، ممبئی [مقالہ پیش ہوا] موضوع: ''فکر رضا کے تعارف کے عصری تقاضے''

۱۳- امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس [منعقدہ:۲۰۱۳ء] [مقالہ پیش ہوا] زیر اہتمام: امام احمد رضا موومنٹ، بنگلور
مقام: دار السلام، کوئینس روڈ، بنگلور موضوع: ''امام احمد رضا سے خانقاہوں کے روابط''

۱۴- فقہی سیمینار [منعقدہ:۲۰۱۵ء] مقام: یلیکسی، ناگپور موضوع: ''فلیٹس کی خرید و فروخت پر زکوٰۃ کا حکم''
زیر اہتمام: شرعی کونسل، جامعۃ الرضا، بریلی شریف [صرف شرکت ہوئی] زیر انتظام: دار العلوم امام احمد رضا، ناگپور

۱۵- فقہی سیمینار [منعقدہ:۲۰۱۶ء] زیر اہتمام: شرعی کونسل، جامعۃ الرضا، بریلی شریف [صرف شرکت ہوئی]
زیر انتظام: دار العلوم امام احمد رضا، جام نگر، مہاراشٹر موضوع: ''فلیٹس کی خرید و فروخت پر زکوٰۃ کا حکم''

۱۶- تاج الشریعہ سیمینار [منعقدہ:۲۰۱۶ء] [مقالہ پیش ہوا] زیر اہتمام: الجامعۃ الرضویہ، مغلپورہ، پٹنہ سٹی
مقام: اردو اکیڈمی آڈیٹوریم، اشوک راج پتھ، پٹنہ-۶ موضوع: ''حضرت تاج الشریعہ- ایک مرشد کامل''

۱۷- علامہ قدسی سیمینار [منعقدہ:۲۰۰۵ء] کرلا، ممبئی [مقالہ پیش ہوا لیکن شرکت نہ ہو سکی] موضوع: ''ماورائیت کا نمائندہ قدسی''

۱۸- امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس [منعقدہ:۲۰۰۱ء] زیر اہتمام: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی [مصروفیت کی وجہ سے شرکت نہ ہو سکی]
میری کتاب ''ملک العلما'' چھپ کر کانفرنس میں تقسیم کی گئی اور اس کی سافٹ کاپی ادارہ کی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کی گئی

تقریظات

۱- عصر حاضر کا چیلنج اور اس کا مقابلہ مصنف: مولانا شمس الدین ثاقب القادری مصباحی بنارس، یوپی، ۱۹۹۶ء
۲- خطبات اسلام مصنف: مولانا عبد المالک مصباحی سیتامڑھی، بہار ۱۹۹۷ء
۳- خطبات اعلیٰ حضرت مرتب: مولانا محمد شعیب رضا نعیمی المجمع الرضوی، بریلی شریف ۲۰۰۶ء
۴- غیاث الطالبین مصنف: حضرت علامہ سید محمد غیاث الدین شریفی اصدقی
محشی: پروفیسر سید حسین الحق اصدقی، مگدھ یونیورسٹی، گیا خانقاہ غیاثیہ شریفیہ اصدقیہ، شہسرام ۲۰۰۶ء
۵- صلوا علیہ وآلہ [نعتیہ مجموعۂ کلام] شاعر: سید محمد اشرف [چیف کمشنر، کولکاتا] دار الاشاعت برکاتی، مارہرہ، ایٹہ، یوپی ۲۰۰۷ء
۶- بعد از خدا [نعتیہ مجموعۂ کلام] شاعر: حضرت سید آل رسول نظمی بزم برکات آل مصطفیٰ، ممبئی ۲۰۰۸ء
۷- صحیح البہاری [اردو] مصنف: ملک العلما علامہ سید ظفر الدین قادری مترجم: مولانا عبد القدوس اشرفی مصباحی، احمد آباد ۲۰۱۰ء
۸- اعلیٰ حضرت- ایک عالمگیر شخصیت مصنف: مولانا کلیم رضا نوری امام احمد رضا موومنٹ، بنگلور ۲۰۱۴ء
۹- انوار تاج الشریعہ مصنف: حافظ شمس الحق رضوی مجلس فکر رضا، لدھیانہ، پنجاب ۲۰۱۴ء
۱۰- سفر نامۂ اعلیٰ حضرت مصنف: ڈاکٹر مولانا غلام جابر شمس پورنوی امام احمد رضا موومنٹ، بنگلور ۲۰۱۵ء
۱۱- بھاگلپور نامہ [منظوم سوانح رجال بھاگلپور] شاعر: مولانا تحسین عالم رضوی بھاگلپور ۲۰۱۵ء
۱۲- داڑھی کا حکم مصنف: علامہ سید سلیمان اشرف بہاری، دار العلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی ۲۰۱۶ء

۱۳- بے مثل مصطفےٰ مصنف: ملک العلما سید ظفر الدین قادری، دار العلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی ۲۰۱۶ء

۱۴- ثمیات الخطیب [خطبات جمعہ] مصنف: علامہ سید محمد غیاث الدین اصدقی، خانقاہ غیاثیہ شریفیہ، شہسرام ۲۰۱۷ء

۱۵- تاریخ شہسرام مصنف: مولانا ابو محمد مصلح شہسرامی خانقاہ غوثیہ شہودیہ اصدقیہ، شیر گنج، شہسرام ۲۰۱۷ء

ادارت وایڈٹنگ

۱- سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۰۶ء [خصوصی شمارہ: مصطفےٰ جان رحمت] برکاتی دار الاشاعت، مارہرہ، ایٹہ، یوپی [صفحات: ۱۳۰۷]
مدیر اعلیٰ: سید محمد اشرف [چیف کمشنر انکم ٹیکس، کولکاتا] مدیر: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

۲- سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۰۷ء [خصوصی شمارہ: گوشۂ غوث اعظم رضی اللہ عنہ] برکاتی دار الاشاعت، مارہرہ، ایٹہ، یوپی
[صفحات: ۵۹۶] مدیر اعلیٰ: سید محمد اشرف [چیف کمشنر انکم ٹیکس، کولکاتا] مدیر: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

۳- سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۰۸ء [خصوصی شمارہ: گوشۂ خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ] برکاتی دار الاشاعت، مارہرہ، ایٹہ، یوپی
[صفحات: ۶۵۶] مدیر اعلیٰ: سید محمد اشرف [چیف کمشنر انکم ٹیکس، کولکاتا] مدیر: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

۴- سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۰۹ء [خصوصی شمارہ: مشائخ مارہرہ-۱] برکاتی دار الاشاعت، مارہرہ، ایٹہ، یوپی
[صفحات: ۵۹۶] مدیر اعلیٰ: سید محمد اشرف [چیف کمشنر انکم ٹیکس، کولکاتا] مدیر: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

۵- سالنامہ اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء [خصوصی شمارہ: مشائخ مارہرہ-۲] برکاتی دار الاشاعت، مارہرہ، ایٹہ، یوپی
[صفحات: ۷۵۰] مدیر اعلیٰ: سید محمد اشرف [چیف کمشنر انکم ٹیکس، کولکاتا] مدیر: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

۶- اسکروٹنائزر: فارسی نصاب کی کتاب [برائے درجہ نہم] کرناٹکا ٹیکسٹ بکس سوسائٹی، بنگلور ۲۰۱۳ء

۷- اسکروٹنائزر: فارسی نصاب کی کتاب [برائے درجہ دہم] کرناٹکا ٹیکسٹ بکس سوسائٹی، بنگلور ۲۰۱۳ء

نوٹ: تقریظات کے ذیل میں مذکور بیشتر کتابیں ایڈیٹنگ، اسکروٹنائزنگ اور نظر ثانی کے ذیل میں آتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَظْمُ اللآلی فی نَسَبِ السید علو الصغری العالی

صغروی سادات بلگرام

[شاخ پچ بھیہ]

حضرت مولانا سید محمد بن علامہ سید غلام نبی بلگرامی علیہما الرحمہ

ترجمہ، تحشیہ، تقدیم

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی

ایم اے، پی ایچ ڈی [علیگ]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنْ نُوْرِهٖ نُوْرَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَمِنْ نُوْرِهٖ خَلَقَ الْعَرْشَ وَالْكُرْسِیَّ وَاللَّوْحَ وَالْقَلَمَ وَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَجَمِیْعَ الْمَخْلُوْقَاتِ وَسَائِرَ الْمَوْجُوْدَاتِ كُلَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ وَخَلَقَ اٰدَمَ وَ اَوْدَعَ ذٰلِكَ النُّوْرَ فِیْ صُلْبِهٖ وَلِاَجْلِ شَرَفِ هٰذَا النُّوْرِ قَالَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ: اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِیْنَ وَنَقَلَهٗ مِنْ صُلْبٍ اِلٰی صُلْبٍ حَتّٰی وَصَلَ اِلٰی صُلْبِ اَبِیْهِ عَبْدِاللّٰهِ وَانْتَقَلَ مِنْهُ اِلٰٓی اُمِّهٖ اٰمِنَةَ فَطَلَعَ مِنْ حَمَلِ اٰمِنَةَ شَمْسُ الْاَكْوَانِ طَمَسَ نُوْرُهٗ عَیْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ وَالطُّغْیَانِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً. اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً، فَاُصَلِّیْ وَاُسَلِّمُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَمُقَدَّمَةِ جَیْشِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاَفْضَلِ الْخَلَآئِقِ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰٓی اَهْلِ بَیْتِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ الَّذِیْنَ اَخْبَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِبَقَآءِ نَسْلِهِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی صَحْبِهِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ .

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔ سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنے نور سے خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا اور آپ کے نور پاک سے عرش، کرسی، لوح، قلم، سارے آسمان وزمین، ساری مخلوقات اور کل موجودات اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی اور وہ مقدس نور سیدنا آدم علیہ السلام کی صلب پاک میں

ودیعت فرمایا اور اسی مقدس نور کے شرف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا: آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

پھر اس مقدس نور کو اللہ تعالیٰ ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل فرماتا رہا، یہاں تک کہ وہ نور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی پشت انور تک پہنچا اور وہاں سے حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ تک منتقل ہوا اور حضرت آمنہ کے بطن انور سے ساری کائنات کا سورج طلوع ہوا جس کے نور نے شرک وکفر اور سرکشی کی آنکھیں بے نور کردیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے [نبی] پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو، تو میں نبیوں کے خاتم اور رسولوں کے پیش رَو اور ساری مخلوق میں سب سے افضل ذات گرامی پر درود وسلام بھیجتا ہوں اور ان کے طیب وطاہر اہل بیت پر، جن کے بارے میں حضور نے بشارت دی ہے کہ ان کی نسلیں قیامت تک باقی رہیں گی اور ان کے صحابۂ کرام کی خدمت میں بھی درود وسلام نذر کرتا ہوں جو راہ یاب اور ہدایت یافتہ ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد: بے نیاز اللہ کا کمزور ترین بندہ سید محمد بن مولانا سید غلام نبی [جو محقق، نکتہ رس اور پاکیزہ خصلت صاحب علم ہیں] بن سید ارشد شہید [علیہم الرحمہ] عرض کرتا ہے کہ ایک دن کانپور کی لائبریری میں فرد عزیز از جان، فیروز بخت، عالی منصب بلند رتبہ، دونوں جہان میں نیک بخت اور مقبول سید فرزند حسین خان بہادر معروف بہ گھور میاں تشریف رکھتے تھے۔ انساب اور قرابت داریوں کا تذکرہ چل رہا تھا۔ میرے حافظے میں اس تعلق سے جو باتیں محفوظ تھیں، وہ میں نے بیان کردیں۔ عزیز از جان موصوف کہنے لگے کہ اگر اس ذیل میں کوئی کتاب لکھ دی جائے تو مفید ہوگی۔ میں نے اپنی نگاہ کی کمزوری اور بے بضاعتی کا عذر پیش کیا کہ فارسی زبان میں مجھے دسترس نہیں اور میں نے ان کی کتابیں بھی کوئی خاص نہیں پڑھیں۔ البتہ عربی زبان کی درسی کتابیں پوری تنہا ہی کے ساتھ اساتذہ

کرام سے پڑھی ہیں۔ مبتدا اور خبر کی شُد بُد ہے۔ سید فرزند نے جواباً فرمایا: کہ مجھے عبارت آرائی اور نثر نگاری کی ضرورت نہیں، صرف اپنی پیچ در پیچ باہمی قرابت داریوں اور نسب کی تحقیق مطلوب ہے۔ بالآخر میں نے تسلیم کرلیا کہ اگر وقت نے فرصت دی تو جس قدر معلومات میں نے اسلاف کی کتابوں میں دیکھی ہیں اور صاحبانِ تحقیق بزرگوں سے سنی ہیں، معرضِ تحریر میں لے آؤں گا۔ اب جب کہ میں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے تو مجھے اندازہ ہوا کہ زمانۂ قدیم میں بزرگوں نے انساب کے سلسلے میں چند کتابیں تحریر کی ہیں جیسے کتاب جنیدیہ جو سید واڑہ کے چاروں قبائل [نبی زئی، بدلے زئی، تاجوزئی، حاتم زئی] کے نسب کے سلسلے میں سید جنید معروف بہ بہرائچی کی تصنیف ہے، "شجرۂ طیبہ" سادات واسطی کے نسب ناموں کی تحقیق میں میر غلام علی آزاد کی تالیف ہے۔ اس میں مصنف نے اپنے زمانے تک کے انساب کا احاطہ کیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں دستیاب ہیں۔ ہمارے زمانے بھی بعض لوگوں نے نسب نامے لکھے ہیں جیسے مولوی سید فضل رسول بدلے زئی کا رسالہ "نسب قبائل اربعہ سید واڑہ" جس میں انہوں نے اپنے زمانے تک کے نسب نامے درج کتاب کئے ہیں۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ [ان کتابوں سے] قبیلۂ "پچ بھیہ" کے جد اعلیٰ سید علاء الدین کی اولاد کے نسب نامے لوگوں کو خوب اچھی طرح معلوم نہیں ہو پاتے اور اس ذیل میں اب تک تحقیق معیار کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، اس لئے فرصت کا ایک کام سمجھتے ہوئے میں نے ارادہ کرلیا کہ میں نے کتابوں میں جو کچھ مطالعہ کیا اور صاحبانِ تحقیق اخلاف سے سن رکھا ہے، سب جمع کردوں تا کہ لوگ "قبیلۂ پچ بھیہ" کے انساب کی تحقیق سے ناواقف اور بے علم نہ رہیں۔

اس رسالہ کی ترتیب میں نے ایک مقدمہ، چند فصلوں اور ایک خاتمہ پر رکھی ہے اور اس کا نام "نَظْمُ اللآلِی فِی نَسَبِ آلِ عَلَاءِ الدِّیْنِ الْعَالِی" تجویز کیا اور تاریخی نام "سُبْحَۃُ الدُّرَّۃِ وَالْیَوَاقِیْتِ" رکھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہی توفیق ملا کرتی ہے اور اسی کے دستِ کرم میں تحقیق کی زمامیں ہیں۔

مقدمہ

اس مقدمہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کا نسب اقدس، کچھ حالات مبارکہ اور معجزات قدسیہ کا بیان ہوگا، ساتھ ہی وہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ پیش ہوں گی جو صاحبان فضل وشرف، بزرگ اور جلیل الشان حضرات اہل بیت رسالت کی فضیلت میں وارد ہوئیں۔ کیونکہ اس شجرۂ سادات کی اصل اور اس بابرکت گروہ کی لڑی، معجزات اور آیات الٰہیہ کی مظہر ذات گرامی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم ہیں جو جن وانس کے رسول، دونوں حرم کے نبی، دونوں قبلہ کے امام اور سیدنا امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جد کریم اور حضرات اہل بیت کے اصل الاصول ہیں، اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کا نسب اقدس اور حضرات اہل بیت نبوت کے فضائل ومناقب پر مشتمل آیات واحادیث کا مقدمہ میں لازمی ٹھہرا۔ تو سب سے پہلے میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کے نسب کے تذکرے سے مقدمہ کا آغاز کرتا ہوں۔

مطلع ہونا چاہئے اور گوش دل سے سننا چاہئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت عدنان تک اپنا نسب پاک خود وحی الٰہی کی ترجمان اپنی زبان مبارک سے اس طور سے بیان فرمایا ہے:

حضرت عدنان تک سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کا نسب نامہ:

محمد [صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم] بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن کعب بن لوئ بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر [یہی قریش ہیں] بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ یہاں تک

سلسلۂ نسب متفق علیہ ہے۔[صحیح بخاری ۱/۵۴۳، باب مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم]

مگر اس بات پر حضرت عدنان سے حضرت آدم علیہ السلام تک حضور ﷺ کے نسب نامے میں مؤرخین کا اختلاف ہے مگر اس قدر متفق علیہ ہے کہ حضرت اسماعیل، حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت شیث علی نبینا وعلیہم السلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔﴿۱﴾ اکثر مؤرخین نے حضرت عدنان کے نسب نامے کو اسی طور پر بیان کیا ہے: حضرت عدنان سے سیدنا آدم علیہ السلام تک کے نسب میں مورخین کا اختلاف ہے۔ مگر اس بات پر سارے مورخین کا اتفاق ہے کہ سیدنا اسمٰعیل، سیدنا ابراہیم، سیدنا نوح اور سیدنا شیث علیٰ نبینا وعلیہم السلام حضور کے اجداد کرام میں آتے ہیں۔ اکثر مورخین نے حضرت عدنان کا نسب اس طور سے تحریر کیا ہے:

عدنان بن اود بن مقوم بن ناحور بن تیرج بن یعرب بن یشجب بن ثابت بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم خلیل اللہ بن تارخ بن ناخور بن شاروخ بن راغو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن خنوخ [خنوخ ہی حضرت ادریس ہیں] بن یرد بن سہلائل بن فیان بن انوش بن شیث بن آدم علیٰ نبینا وعلیہم السلام﴿۲﴾

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف تھیں[رضی اللہ تعالیٰ عنہا]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم ۔کے فضائل ومناقب، معجزات اور روشن نشانیوں کے بیان سے قدیم مصنفین کی بڑی اور تفصیلی کتابیں لبریز ہیں۔ یہ عاجز اور بے حقیقت کی کیا طاقت کہ انہیں بیان کرنے کے لئے لب کشائی کرے مگر برکت اور سعادت کے حصول کے لئے چند فضائل ومعجزات حضور لکھتا ہوں جسے دل کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے اور دل کے کان سے سننا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے بیشتر انبیائے کرام اور رسولان عظام کو مخصوص صفات کے ساتھ ممتاز

فرمایا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اور صفی بنا کر ممتاز فرمایا، حضرت شیث علیہ السلام کو معرفت عطا کی، حضرت نوح علیہ السلام کو شجاعت، رقت قلب اور جذبۂ شکر کے ممتاز اوصاف عطا کیے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خُلّت سے سرفراز فرمایا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بلاغت لسانی عطا فرمائی، حضرت اسحٰق علیہ السلام کو رضا سے نوازا، حضرت صالح علیہ السلام کو فصاحت سے ممتاز کیا، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت لقمان کو حکمت عطا کی، حضرت یعقوب علیہ السلام کو بشارت کا وصف عطا فرمایا، حضرت یوسف علیہ السلام کو جمال جہاں آرا سے نوازا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہم کلامی اور بے مثل قوت سے ممتاز فرمایا، حضرت ہارون علیہ السلام کو تحمل عطا کیا، حضرت ایوب علیہ السلام کو صبر سے نوازا، حضرت داؤد علیہ السلام کو خوش آوازی عطا کی، حضرت یونس علیہ السلام کو ذوق عبادت سے مشرف فرمایا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کو عصمت سے ممتاز کیا، حضرت دانیال علیہ السلام کو جذبۂ محبت سے نوازا، حضرت الیاس علیہ السلام کو وقار عطا کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زہد و کرم سے ممتاز فرمایا۔ اسی طرح دوسرے انبیاء مرسلین علیہم السلام کو دیگر خصوصی اوصاف سے نوازا پھر وہ سارے اوصاف کریمانہ ہمارے حضور نبی کریم خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ذات بابرکات میں جمع فرمادیئے اور ان کے علاوہ بہت سی دیگر صفات قدسیہ سے بھی ممتاز فرمایا جیسے ولایتوں کی ساری قسمیں عطا کیں، محبوبیت مطلقہ سے نوازا، کامل اصطفا اور برگزیدگی سے مشرف فرمایا، شرف دیدار عطا کیا، کامل ترین قرب سے ممتاز فرمایا، شفاعت عظمیٰ عطا کی، اللہ کے دشمنوں سے جہاد کا حکم فرمایا، عبادتوں کے قضا کرنے کی رخصت عطا کی، بے مثل جواں مردی سے نوازا اور ان کے علاوہ بے شمار خلقی اور اخلاقی خوبیوں سے مشرف اور ممتاز فرمایا۔ اسی امتیاز سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی سارے انبیائے کرام اور رسولان عظام پر فضیلت کا اندازہ کر لینا چاہیئے کہ جو ذات گرامی ساری خوبیوں کی جامع ہو، انہیں ان ذوات قدسیہ پر کیسی عظیم

فضیلت حاصل ہوگی جو ایک ایک ممتاز صفت سے مشرف ہوں۔ مثال کے طور سے ایک ایک چراغ سارے مکانوں میں روشن کریں اور پھر وہ ساری قندیلیں ایک مکان میں ہی روشن کر دیں اور ان کے علاوہ اور بہت سی دوسری قندیلوں کا بھی اضافہ کر دیں تو اس مکان کی روشنی جس میں اس قدر ڈھیر سارے چراغ روشن ہیں، ان مکانات کی روشنی سے کس قدر زائد اور با نور ہوگی جن میں صرف ایک ایک چراغ جل رہا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اپنی کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ایک جلیل الشان توصیف اور دلکش فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں آپ کی حیات مبارکہ کی قسم یاد فرمائی: ''لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ.'' [سورۂ حجر:۷۲]

اے محبوب تمہاری جان کی قسم بے شک وہ اپنے نشے میں بھٹک رہے ہیں [کنزالایمان]

اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی حد درجہ تعظیم وتکریم ہے، کیونکہ عشاق اپنے محبوب کی قسم کھاتے ہوئے کہتے ہیں: تمہاری جان کی قسم!

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم سے زیادہ اپنی بارگاہ میں معزز کسی کو نہیں پیدا فرمایا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی حیات مبارکہ کی قسم یاد فرمائی، کسی اور کی نہیں۔ اس سے برتر فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کے خاک قدم کی قسم یاد فرمائی: ''لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ.'' [سورۂ بلد:۱-۲]

مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ [کنزالایمان]

﴿۳﴾

عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَآ اَبَا الْحَسَنِ اَنَّ مُحَمَّداً لَرَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ سَيِّدُ جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ الَّذِيْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ رَؤُوْفٌ بِالْمُتَوَسِّلِيْنَ شَفِيْعٌ لِّلْمُذْنِبِيْنَ اَرْسَلَهُ اللّٰهُ اِلٰى كَآفَّةِ الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ كَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ صَاحِبُ الْحَوْضِ الْمَوْرُوْدِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَاللِّوَآءِ الْمَمْدُوْدِ وَذُو الشَّفَاعَةِ الْعُظْمٰى فِي الْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ اِمَامٌ هَاشِمِيٌّ قُرَشِيٌّ نَبِيٌّ حَرَمِيٌّ مَكِّيٌّ اَبْطَحِيٌّ تِهَامِيٌّ اَصْلُهُ اٰدَمِيٌّ فَرْعُهُ نَزَارِيٌّ ...وَحَسَبُهُ اِبْرَاهِيْمِيٌّ وَنَسَبُهُ اِسْمٰعِيْلِيٌّ وَبُقْعَتُهُ حِجَازِيٌّ وَشَخْصُهُ عَلَوِيٌّ وَنُوْرُهُ قَمَرِيٌّ وَقَلْبُهُ رَحْمَانِيٌّ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

اس حدیث کی شرح طویل ہے مگر فقیر اس کالفظی ترجمہ لکھ رہا ہے:

حضرت امیر المؤمنین ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوالحسن! بلاشبہ یقیناً محمد [صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم] رب العالمین کے رسول، انبیائے کرام کے خاتم، روشن پیشانی والوں کے رہنما، سارے انبیاء ومرسلین کے سردار ہیں، جو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام آب وگل کے درمیان تخلیقی مرحلہ طے کر رہے تھے، وہ اپنا وسیلہ لینے والوں پر بے حد شفیق، گناہگاروں کے واسطے شفیع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ساری مخلوق کی جانب رسول بنا کر بھیجا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی روشن کتاب میں ارشاد فرمایا: "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ" [احزاب:۴۰] ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم ہیں۔ وہ حوض کوثر کے مالک ہیں جہاں سب کو وارد ہونا ہے، مقام محمود اور لہراتے ہوئے پرچم [لواء الحمد] والے ہیں، قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے مالک ہیں، رہنما، ہاشمی، قرشی، نبی ہیں، حرم مکہ والے، سنگریزوں والی زمین، خطۂ تہامہ کے باشندے ہیں۔ آپ کی اصل حضرت آدم علیہ السلام سے جاملتی ہے؛

آپ کی فرع بنو نزار سے متعلق ہے، آپ کا حسب براہیمی ہے اور نسب اسمٰعیلی، آپ کا مسکن حجاز ہے، آپ کی شخصیت بلند، آپ کا نور جگمگاتا ہوا، آپ کا قلب رحمانی ہے اور آپ رب العالمین کے رسول ہیں۔

"وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اللّٰهَ اِصْطَفٰى مِنْ وَلَدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِىْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِىْ كِنَانَةَ قُرَيْشاً وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِىْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِىْ مِنْ بَنِىْ هَاشِمٍ. صَحَّحَهُ التِّرْمِذِىُّ" [الجامع للترمذی، المجلد الثانی ص۲۰۱، باب فضل النبی من ابواب المناقب]

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قبیلہ قریش کو اور قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم کے درمیان سے مجھے منتخب اور برگزیدہ فرمایا۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے "صحیح" قرار دیا ہے۔ ﴿۴﴾

اس لئے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم سارے جہان اور جہان والوں میں انتخاب اور برگزیدہ ہیں۔ ﴿۵﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کے معجزات بیان سے سوا ہیں لیکن اس مختصر کتاب میں آپ کے چند معجزات ہی بیان کئے جا سکتے ہیں۔ آپ کا سب سے زیادہ مشہور معجزہ چاند شق کرنا ہے جو کسی اور نبی اور رسول سے واقع نہیں ہوا۔ حضرات محدثین نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کے چار ہزار ساٹھ معجزات شمار کرائے ہیں لیکن اس ناتواں [حضرت مصنف] کے نزدیک حضور کے معجزات شمار سے زائد ہیں، اس لئے کہ جو معجزات کے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم

کے دست اقدس پر صادر ہوئے ،وہ تو ہیں ہی،ان کے علاوہ حضور کی امت کے اولیائے کرام سے بے شمار کرامات صادر ہوئیں،ہوتی ہیں اور قیامت تک ہوں گی،وہ ساری کرامتیں ان اولیائے امت محمدیہ کے مبارک ہاتھوں پر صادر ہونے کی وجہ سے ان اولیائے کرام کی کرامات شمار ہوں گی اور اس جہت سے کہ یہ کرامتیں حضور کے اولیائے امت سے صادر ہوئیں،سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کے معجزات میں شمار ہوں گی اور حضرات اولیائے کرام کی کرامات کی کوئی حد اور انتہا نہیں،اس لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کے معجزات بے حد و بے شمار ہیں۔

یہ ناتواں اس مقدمہ کو قیاس اقترانی کے طور سے صغریٰ کبریٰ ترتیب دے کر شکل اول قائم کرتا ہے جو "بدیہی الانتاج" ہے اور پھر اس مقدمہ سے یوں نتیجہ برآمد کرتا ہے:

[صغریٰ] کل کرامة لاولیاء امة الرسول کرامة لهم من حیث أنها صدرت عنهم [کبریٰ] وکل کرامة لهم معجزة للرسول من حیث أنهم من امته. [نتیجہ] ینتج کل کرامة لاولیاء امة الرسول معجزة للرسول من حیث أنهم من امته.

۱- اولیائے امت کی کرامت اس جہت سے ان کی کرامت ہے کہ وہ ان اولیا سے صادر ہوئی [صغریٰ]

۲- اولیائے امت کی ہر کرامت،ان کے رسول کا معجزہ ہے،اس جہت سے کہ یہ اولیا اس رسول کی امت ہیں۔[کبریٰ]

۳- اولیائے امت کی ہر کرامت ان کے رسول کا معجزہ ہے،اس جہت سے کہ یہ اولیا اس رسول کی امت ہیں۔[نتیجہ]

اس قیاس کا صغریٰ کبریٰ صادق اور تسلیم شدہ ہے،اس لئے اس سے برآمد ہونے والا نتیجہ بھی صادق اور مسلم ہوگا۔﴿۶﴾

حضور نبی کریم ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کا وصال

پر ملال گیارہویں ہجری میں ہوا۔

یہ بے مایہ، حضور کی شفاعت کا امیدوار، سعادت اور ثواب کے حصول کی خاطر چند تاریخی قطعات نظم کی صورت میں پیش کرتا ہے۔

۱- چوں بُد نور احمد ز نورِ احد وصال الف با الف شد بجد

۲- چوں ختم نبی بُد وصال نبی بطرز زبر سال شد منجلی

۳- چوں خاتم النبی بُد ذات رسول اکرم گیرم زبرز باشد تاریخ آں مکرم

۴- اول آثار قیامت شد عیاں بے قیل وقال بے سروپا شد "حیات" از حزن اعظم انتقال

۵- حبیبش احب بود پیش خدا وصالش بسال "احب" یافت جا

۶- سنین ختم فیضان نبوت ز رائے انّ بودہ جان میت

۱- چونکہ احمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا نور ذات احد کے نور سے ماخوذ تھا، اس لئے الف کا الف کے ساتھ وصال خوب ہوا۔

۲- چونکہ "نبی" کا اختتامیہ "یا" وصال نبی کا اشارہ یہ تھا جس سے زبر و بینہ کے طور سے سال وصال نمایاں ہوگیا۔ [زبر و بینہ کے حساب سے ی کا عدد ۱۱ رہوتا ہے]

۳- چونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ذات گرامی خاتم النبیین ہے، اس لئے اس سے میں نے زبر و بینہ کے حساب سے لفظ "نبی" کے آخری لفظ سے تاریخ وصال برآمد کی۔

۴- "قیامت" کے پہلے آثار ["قیا"] بے قیل وقال [بغیر قاف کے] ظاہر ہوگئے [یعنی قیامت کے پہلے حصے "قیا" کا بغیر قاف کے ظہور ہوگیا تو صرف ی "یا" بچی جس سے سال وصال ۱۱ ربرآمد ہوتا ہے]، اس وصال کے عظیم غم سے "حیات" بے سروپا ہوگئی۔ [یعنی لفظ حیات کا سر "ح" اور پیر "ت" نکل گئے تو "یا" بچا اور یہی تاریخ وصال ہے]

۵- اللہ کا حبیب اللہ کے حضور میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اس لئے ان کے وصال

نے"احب"[محبوب ترین] سال میں جگہ پائی۔[لفظ"احب" کا عدد ابجدی ۱۱ رہوتا ہے۔

۶- فیضان نبوت کے اختتام کے سال، تعزیتی انداز میں دیکھے جائیں تو جان"میت" سے برآمد ہوتے ہیں۔[لفظ"میت" کی جان یعنی وسطی حرف"ی" ہے جس کا عدد دس ہے اور رائے کو اگر ابتدا کے معنی میں لے لیا جائے، کیونکہ خیال اور رائے دماغ میں پیدا ہوتا ہے اور دماغ انسانی وجود کا ابتدائی حصہ ہے تو"اَنَّ" کا ابتدائی حرف الف ہے جس کا عدد ایک ہے۔کل ملا کر گیارہ ہوئے اور یہی سال وصال حضور خاتم النبیین ہے۔یہ تو ابجدی تشریح ہوئی۔شعر کا مطلب یہ ہے کہ جس طریقہ سے میت کے جسم سے جان نکل جاتی ہے تو بے روح اور کالعدم ہوجاتی ہے،اسی طریقے سے حضور کی رحلت نے اثر ڈالا تھا ۱۲-ساحل]﴿۷﴾

حواشی

﴿۱﴾ حضرت ابن سعد طبقات کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا انْتَسَبَ لَمْ یُجَاوِزْ فِیْ نَسَبِہٖ مَعَدَ بْنَ عَدْنَانَ بْنِ اُدَدٍ ثُمَّ یُمْسِکُ وَیَقُوْلُ : کَذَبَ النَّسَّابُوْنَ،قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ:"وَقُرُوْناً بَیْنَ ذٰلِکَ کَثِیْراً". [الطبقات الکبریٰ لابن سعد،۱/۵۶]

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اپنا نسب نامہ بیان فرماتے تو حضرت معد بن عدنان بن اُدد تک ہی بیان فرماتے،ان سے آگے نہیں اور ارشاد فرماتے:نسب بیان کرنے والوں نے غلط بیانی کی۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:" و قُرُوْناً بَیْنَ ذٰلِکَ کَثِیْراً". [الفرقان:۳۸]اوران کے بیچ میں ہیں بہت سی امتیں۔[منبع الانساب،ص۱۴۶]

﴿۲﴾ نقوش لاہور کے رسول نمبر جلد اول میں غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:"حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب نامہ اکیس پشتوں یعنی حضرت عدنان تک تو متفق علیہ لیکن بعد کے ناموں

میں اختلاف ہے۔ متفق علیہ نسب نامہ [بریکٹ میں اصل نام درج ہے]:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب [اصلی نام عامر یا شیبہ] بن ہاشم [عمرو] بن عبد مناف [مغیرہ] بن قُصی [زید] بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوَیّ بن غالب بن فِہر بن مالک بن نضر بن کِنانہ بن خُزیمہ بن مُدرکہ بن الیاس بن مُضر بن مَعَد بن عدنان۔ عدنان کے بعد ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ تین کالم ملاحظہ فرمائیے:

تلقیح فہوم الاثر لابن الجوزی کے مطابق	نسب نامہ رسول کے مطابق	بائبل کے مطابق ناموں کا اختلاف
عدنان بن اُوَدْ بن زید	عدنان بن اُدّ بن اُوَدْ	
بن یَقدُد بن یَقدِم	بن ہمیع بن سلامان	
بن الیسع بن نبت	بن ثابت بن حمل	
بن قیذار بن اسماعیل	بن قیذار بن اسماعیل	
بن ابراہیم بن تارح	بن ابراہیم بن آزر	
بن ناحور بن ساروع	بن ناخور بن شاروخ	اردو بائبل میں ناحور
بن ارعو بن فالغ	بن ارعو بن فالغ	اردو بائبل میں ارغو
بن عابِر بن شالخ	بن غابر بن شالخ	اردو بائبل میں عابر
بن اَرُفَخشَدْ بن سام	بن ارفخشد بن سام	
بن نوح میں لمک	بن نوح بن لامک	
بن متوشلح بن اخنوخ	بن متوشلح بن اخنوخ	
بن البرد بن مہلائیل	بن بیارد بن مہلا	اردو بائبل میں یارد
بن قینن بن انوس	بن قینان بن انوش	
بن شیث بن آدم	بن شیث بن آدم	

[نقوش، لاہور رسول نمبر جلد اول، ص۷۰۲-۷۰۳]

﴿۳﴾ اس کا متن یہ ہے:"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَاقَالَ:"مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَمَا ذَرَأَ وَمَا بَرَأَ نَفْساً اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَا حَلَفَ بِحَيَاةِ اَحَدٍ قَطُّ اِلَّا بِحَيَاةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَعَمْرُكَ"اَلاٰیة[الشفا للقاضی عیاض،۱/۲۰]

اس سے زیادہ کسی کے اعزاز واکرام کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حق تعالیٰ نے شہر محترم وامین مکہ معظمہ کی قسم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اس مقدس دیار میں تشریف آوری سے منسلک کررکھا ہے۔

''مواہب لدنیہ'' میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضور خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی: ''حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان! رب تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی قدرو منزلت یہ مرتبۂ عالی رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے انبیائے کرام کے درمیان صرف آپ کی حیات مبارکہ کی قسم یاد فرمائی:"لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ" یعنی قسم ہے بلد کی اور بلد اس حصۂ زمین کو کہتے ہیں جس پر چلا پھرا کرتے ہیں، اس طور سے یہ آپ کے خاک پا کی قسم ہے۔ انتہیٰ،[احیاء العلوم للغزالی، المدخل لابن الحاج المکی]

کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ رسالۂ مبارکہ ''تجلّی الیقین بان نبینا سید المرسلین'' میں اس حدیث کے ذیل میں حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں:

[ترجمہ:] ظاہر نگاہ میں یہ لفظ اللہ رب العزت کی جانب نظر کرتے ہوئے اگرچہ سخت معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی خاک پا کی قسم یاد فرمائی، لیکن حقیقت پر نگاہ رکھنے والوں کے نزدیک اس کے معنی پاک وصاف ہیں اور اس میں کسی طرح کی کوئی خامی نہیں۔ اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم یاد فرماتا ہے تو اس کا مطلب یہ

ہوتا ہے کہ اس چیز کی شرافت و بزرگی کا اظہار مقصود ہوتا ہے اور یہ کہ وہ چیز لوگوں کے نزدیک ممتاز ہو جائے تا کہ لوگ اس کی عظمت سے واقف ہوں۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ کی ذات سے زیادہ عظیم ہے۔[تجلی الیقین،ص۴۴]

﴿۴﴾ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ:بَلَغَہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْضُ مَا یَقُوْلُ النَّاسُ، قَالَ:فَصَعِدَ الْمِنبَرَ فَقَالَ: مَنْ اَنَا ؟ قَالُوْا:اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ،اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ خَلْقِہٖ وَ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ فِرْقَۃٍ وَّخَلَقَ الْقَبَآئِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ قَبِیْلَۃٍ وَّجَعَلَھُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتًا،فَاَنَا خَیْرُکُمْ بَیْتًا وَّ خَیْرُکُمْ نَفْسًا". [مسند امام احمد بن حنبل،۱/۲۰۱،دلائل النبوۃ للبیہقی،۱/۱۳۲،الدر المنثور للسیوطی،۳/۲۹۵،الجامع الصغیر للسیوطی،۱/۱۰۸]

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو بعض لوگوں کی باتیں پہنچیں۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ حضور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کی: آپ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم، تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق پیدا فرمائی تو مجھے بہترین مخلوق کی صف میں رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دو طبقے کئے تو مجھے بہترین طبقے میں رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں قبیلے پیدا فرمائے تو مجھے بہترین قبیلے میں رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان قبیلوں کو خاندانوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے بہترین خاندان میں رکھا تو میں شخصیت اور خاندان دونوں اعتبار سے تم میں سب سے بہتر اور افضل ہوں۔[تجلی الیقین،ص۹۷]

﴿۵﴾ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"لَوْلَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ رُبُوْبِیَّتِی"[اے محبوب اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ فرماتا] بااین ہمہ معنیٰ صحیح اور صحیح حدیث کے موافق ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے:"خَلَقْتُ

الْخَلْقَ لَأُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ وَلَوْ لَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا." اے میرے حبیب میں نے خلق کو اس لئے پیدا کیا کہ جو عزت ومنزلت تمہاری میرے یہاں ہے میں ان کو پہنچوادوں اور اے میرے حبیب! اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا یعنی اور نہ آخرت کو۔[مختصر تاریخ لابن عساکر،۲/ ۱۳۷ذکر ماخص بہ وشرف بہ الخ] کہ دنیا دار العمل اور آخرت دار الجزا ہے جب دار العمل نہ ہوتا، دار الجزا کہاں سے آتا، یہ تو اس پر متفرع ہے تو جب نہ دنیا ہوتی نہ آخرت، تو خدا کا خدا ہونا کس پر ظاہر ہوتا۔

یہی معنی ہیں اس کے کہ اے میرے حبیب! اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنا خدا ہونا، اپنی الوہیت نہ ظاہر کرتا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[الملفوظ کامل،ص ۶۷]

علما فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خزانۂ سرِّ الٰہی اور جائے نفاذ حکم خدا ہیں۔رب العزۃ جل جلالہ نے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خوان حضور کے قبضے میں کر دیئے۔جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے۔کوئی نعمت، کوئی دولت کسی کو کبھی نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[مواہب اللدنیہ ۱/ ۵۶] یہی معنی ہیں" اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ" [المعجم الکبیر للطبرانی،۱۴/ ۳۱۷،مسند ابو یعلی،۱۲/ ۱۱۰] بے شک میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔

وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا، وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہ ہے جان جان سے ہے بقا، وہی بن ہے، بُن سے ہی بار ہے

[الملفوظ چہارم،ص:۶۶۸،تخریج شدہ،ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی]

﴿۶﴾ حضرت مخدوم سید معین الحق جھونسوی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف "منبع الانساب" میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے شمار معجزات صادر ہوئے جیسے قرآن حکیم کا نزول، چاند کا شق ہونا، اہل یمامہ کے نوزائیدہ بچے کا گفتگو کرنا، ہرنی کا آپ سے ہم کلام ہونا، سوسمار کا آپ کی نبوت کی گواہی دینا، سنگریزوں کا حضور کے دست مبارک میں تسبیح

پڑھنا، حضور کی بارگاہ میں کھجور کے درخت اور شاخ کا چل کر حاضر ہونا، سرکار کی طلب پر پتھر کا پانی کے اوپر روان ہونا، آپ کے دست مبارک سے مس ہوئی چیزوں پر آگ کا اثر نہ کرنا، آپ کی مقدس انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، اونٹ کی کوہان سے کھجور کا درخت اُگنا اور فوراً پھل دینا، زہر آلود بھنی ہوئی بکری کا کلام کرنا وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ آپ کے معجزات کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ محققین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین ہزار معجزات ظہور میں آئے۔ آپ کے سوا کسی پیغمبر سے اس کثرت کے ساتھ معجزات صادر نہ ہوئے۔" [منبع الانساب، ص۲۶۳]

سرو نازِ قِدَم، مغزِ رازِ حِکَم یکّہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام
نقطۂ سِرِّ وحدت پہ یکتا درود مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام
صاحب رجعتِ شمس و شق القمر نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

کرامات اولیائے امت، اس نبی کے معجزے شمار ہوں گی یا نہیں؟ س سلسلے میں متکلمین کا اختلاف ہے۔ محققین اسی بات کے قائل ہیں کہ امت کے اولیا کی کرامتیں، ان کے نبی کے معجزے شمار ہوں گی۔ حضرت علامہ شیخ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہٗ "حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین" میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ سب کرامات [اب دور رسالت محمدیہ میں] نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات سے ملحق اور ان کا تتمہ ہیں، کیونکہ صاحب کرامت ولی اگر صادق الاسلام نہ ہوتو اس سے کرامت کا ظہور ہی نہ ہو۔ یوں ہی ہر نبی کے امتی سے جو کرامتیں ظاہر ہوئیں، وہ اس نبی کے معجزات میں شمار ہوں۔ اس لئے کہ اس نبی کی نبوت و رسالت کی سچائی ظاہر نہ ہوتی تو اس کے پیروکار امتی سے ایسی کرامت کا صدور نہ ہوتا، جہاں تک ولی کے مقام و مرتبہ کا تعلق ہے تو وہ کسی صورت نبی کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتا۔........... حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب "مواقع النجوم ومطالع اہل الاسرار والعلوم" میں فرماتے ہیں:

"[معجزات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام گنانے کے بعد فرماتے ہیں:] یہ قضیہ عقل سے

بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو ایسے شرف سے نوازے اور اس کے ہاتھ پر ایسی کرامت ظاہر فرمائے [جیسی حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے معجزات ظاہر ہوئے] کیونکہ ہر ہر کرامت جو کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے، اس کا شرف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی طرف لوٹتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ولی کو یہ مقام و مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی پیروی اور حدود شرعیہ کی پاسداری کے باعث حاصل ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں بعض علما کا اختلاف بھی ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ ولی کی کرامت دراصل نبی کا معجزہ ہوتی ہے، جبکہ بعض اس کا انکار کرتے ہیں۔" [حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ۲/۶۰۲-۶۰۳ ملخصا]

امام شعرانی "الیواقیت والجواہر" کے انیسویں مبحث میں تحریر فرماتے ہیں:

"جمہور علمائے کرام اس امر کے قائل ہیں کہ جو فعل کسی نبی کے لئے معجزہ بن سکتا ہے، وہ ولی کے لئے کرامت بھی ہوسکتا ہے۔ معتزلہ اور امام اسفرائینی کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔.......... [حضرت شیخ اکبر بھی ایک قید کے ساتھ اس کے جواز کے قائل ہیں] حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: یہ کرامات دراصل معجزات انبیا کا تتمہ ہوتی ہیں، جس ولی سے نبی کے وصال کے بعد کرمت ظاہر ہو، وہ اس نبی کے معجزات کا تتمہ ہوتی ہے۔ خود اولیائے کرام کا روئے زمین پر وجود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مستقل معجزہ ہے، کیونکہ ان کے طفیل بندوں کی حاجات پوری ہوتی ہیں، ان کی برکت سے بلائیں دور ہوتی ہیں، ان کی دعاؤں سے رحمت نازل ہوتی ہے، اور ان کے وجود سے عذاب ٹلتا ہے۔"

جامع کلمات فقیر یوسف نبہانی کہتا ہے: اولیائے امت محمدیہ سے بکثرت کرامات کے ظہور میں حکمت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وسیادت سب انبیائے کرام پر ظاہر ہو جائے کہ حیات ظاہری میں بھی آپ کثرت معجزات کے ساتھ متصف تھے اور بعد از وصال بھی بوجہ کرامات اولیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ صحبہ وبارک وسلم اس شرف سے مشرف ہیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ صحبہ وبارک وسلم چونکہ خاتم النبیین اور حبیب

رب العالمین ہیں اور آپ کا دین قیامت تک جاری وساری ہے،لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ صحبہ وبارک وسلم کے تصدیق کے اسباب کا باقی رہنا ضروری ہے۔ان اسباب میں سے ایک قوی سبب کرامات اولیا ہیں جو اصل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ صحبہ وبارک وسلم کے معجزات ہی ہیں۔...........ان کرامات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ صحبہ وبارک وسلم امت میں بالفعل موجود ہیں اور امت آپ کے وصال شریف کے بعد اسی طرح معجزات کا مشاہدہ کر رہی ہے،جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ صحبہ وبارک وسلم کی حیات ظاہری میں کرتی تھی۔ان کرامات کے ظہور سے ایمانوں میں اضافہ ہوتا ہے اور بے ایمانوں کو دین کی جانب رہنمائی ملتی ہے۔...........البتہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اولیائے کرام کی نسبت کم کرامات صادر ہوئی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ صحت دین کا اثبات،ایمان کی پختگی اور زیادتی پر موقوف ہے۔دور صحابہ میں ان کو یہ شرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ صحبہ وبارک وسلم کے معجزات کی وجہ سے یہ حاصل تھا اور وہ بھی معجزات کی کثرت سے دولت ہدایت حاصل کر رہے تھے۔...........ان کا ایمان قوی تھا،اس لئے انہیں کسی کرامت کی ضرورت پیش نہ آئی جوان کے ایمان کے قوی کرنے کا موجب ہوتی اور صحابہ کے بعد ایمان میں کمزوری واقع ہونے لگی تو اسے تقویت دینے کے لئے اظہار کرامت کی ضرورت محسوس ہوئی۔" [حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین،۲/ ۶۰۵-۶۰۷ ملخصا]

﴿۷﴾ ولادت مبارکہ کی طرح حضور کی رحلت کی تاریخ کے بارے میں بھی مختلف روایات ہیں۔پیر کا دن ہونا متفق علیہ ہے۔امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"قول مشہور ومعتمد جمہور دوازدہم ربیع الاول شریف ہے۔ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وامیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف روز دوشنبہ بارہویں تاریخ ربیع الاول شریف کو ہوئی...........اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقتاً بحسب رویت مکہ معظمہ ربیع الاول

شریف کی تیرہویں تھی۔ مدینہ طیبہ میں رویت نہ ہوئی، لہٰذا اُن کے حساب سے بارہویں ٹھہری، وہی رُواۃ نے اپنے حساب کے بنا پر روایت کی اور مشہور و مقبول جمہور ہوئی۔ یہ حاصل تحقیق امام ماوردی و امام عماد الدین بن کثیر و امام بدر الدین بن جماعہ وغیرہم اکابر محدثین و محققین ہے۔ اس کے سوا دو قول: ایک : یکم ربیع الاول شریف ...... دوسرا: دوم ربیع الاول شریف کہ دور افضیان کذاب ابومحنف وکلبی کا قول ہے۔ یہ دونوں اقوال محض باطل و نامعتبر بلکہ سراسر محال و نامتصور ہیں۔" [فتاویٰ رضویہ-قدیم -۱۲/ ۲۷-۲۸] تفصیل کے لیے دیکھئے: نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال]

حضرت پیر کرم شاہ ازہری، ضیاء النبی میں لکھتے ہیں:

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سوموار کے دن ہوئی اور تدفین بدھ کی رات ہوئی۔ متقدمین اور متاخرین علمائے امت نے اسی قول کی تائید کی ہے۔ ان میں سے حضرت امام جعفر صادق، ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ اور سلیمان بن طرخان تیمی کے اسمائے گرامی زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

عمر شریف کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک وصال کے وقت تریسٹھ سال تھی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے بعثت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اگرچہ عمر شریف کے بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن صحابۂ کرام کی کثیر تعداد نے حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے عمر شریف تریسٹھ سال بتائی ہے۔ یہی زیادہ صحیح، اوثق اور اکثر راویوں کی روایت ہے۔" [ضیاء النبی-۴/ ۸۱۹-اور-۸۴۲]

غالباً نسب کی کتاب ہونے کی وجہ سے حضرت مصنف نے حضور کی تاریخ ولادت ذکر نہیں کی، لیکن جب وصال مبارک کا سال ذکر ہوا تو ولادت مبارکہ کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے سلسلے میں سال، مہینہ، دن اور تاریخ ہر ایک کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ لیکن معتمد، مقبول اور جمہور کا موقف یہی ہے کہ حضور کی ولادت واقعۂ فیل کے سال ہوئی۔ خود حدیث پاک میں ہے: "وُلِدْتُ عَامَ الْفِيْلِ." میں واقعۂ فیل کے سال پیدا ہوا۔ مہینہ ربیع الاول کا تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "کیا مہینہ تھا؟ رجب، صفر، ربیع الآخر، محرم، رمضان سب کچھ کہا گیا اور صحیح و مشہور و قول جمہور ربیع الاول ہے۔" [نطق الہلال بارخ ولادالحبیب والوصال مشمولہ فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۲۵]

ولادت مبارکہ کے دن کے بارے میں قریب قریب اتفاق ہے کہ پیر کا دن تھا۔ خود ارشاد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: "ذٰلِکَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ" میں اسی دن پیدا ہوا۔ رواہ مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

تاریخ ولادت کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: "سائل نے یہاں تاریخ سے سوال نہ کیا؟ اس میں اقوال بہت مختلف ہیں۔ دو، آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ، بائیس، سات قول ہیں مگر اشہر و اکثر و ماخوذ و معتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ میں مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں کمافی المواہب والمدارج"۔ [فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۲۶]

مقدمہ [کی قسم ثانی]

اس میں اہل بیت نبوت کی فضیلت میں وارد آیات واحادیث کا بیان ہوگا۔

اہل بیت نبوت کی فضیلت میں سب سے مشہور آیت کریمہ، آیت تطہیر ہے:

"اِنَّـمَا يُـرِيْـدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرا." [احزاب:۳۳] اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔[کنزالایمان]

تفسیر مفاتیح الغیب، درمنثور اور کشاف وغیرہ کے مصنفین اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت علی کو اپنی پشت کی جانب، حضرت فاطمہ کو اپنے سامنے اور حضرات حسنین کریمین کو اپنے دونوں بازؤوں میں بٹھایا اور مبارک کمبل کو سر اقدس پر ڈالا اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اور فرمایا: "هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي" یہ سب میرے اہل بیت ہیں۔جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث پاک مروی ہے:

"خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَّعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَآءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ جَآءَ الْحُسَيْنُ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ جَآءَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَآءَ عَلِيٌّ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ: "اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً." [صحیح مسلم شریف،۲/۲۸۳،باب فضائل اہل بیت]

ایک صبح حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور آپ کے شانۂ اقدس پر سیاہ بال کی دھاری دار چادر تھی۔حضرت حسن مجتبیٰ حاضر ہوئے، آپ نے انہیں چادر مبارک میں داخل فرمالیا، حضرتِ امام حسین حاضر ہوئے، آپ نے انہیں بھی چادر میں چھپالیا پھر حضرت فاطمہ حاضر ہوئیں، آپ نے انہیں بھی چادر میں چھپالیا پھر حضرت علی حاضر ہوئے، آپ نے انہیں بھی چادر میں شامل فرمالیا اور مذکورہ بالا آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔[رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین]

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ سَلْمَةَ رَبِيْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا"] فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ وَعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَجَلَّلَهُ كِسَاءً ثُمَّ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا" قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ: "وَاَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ" قَالَ: "اَنْتِ عَلٰى مَكَانِكِ وَاَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ". رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. [جامع ترمذی،۲/۲۱۹]

حضور کے سوتیلے بیٹے حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: یہ آیت تطہیر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم پر ام المومنین حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا پھر انھیں چادر اوڑھائی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پیچھے تھے تو ان کے سر پر بھی چادر ڈالی پھر فرمایا "اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا" اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے گندگی دور کردے اور انھیں خوب صاف ستھرا پاک کردے، تو ام المومنین حضرت ام سلمہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں بھی حضرات اہل بیت کے ساتھ ہوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنی جگہ پر ہے اور تو خیر پر ہے، اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت فرمایا۔ ﴿۱﴾

۞ فضیلت اہل بیت میں سب سے واضح اور روشن آیت کریمہ، آیت مباہلہ ہے:

"فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" [آل عمران:۶۱]

پھر اے محبوب جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمھاری

عورتیں، اور اپنی جانیں اور تمھاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے یہ آیت کریمہ کفار کے سامنے پڑھی اور اپنے بچوں میں حضرات حسنین کریمین کو اور عورتوں میں حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہراء کو اور اپنے مردوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنے ساتھ لے کر مباہلہ کے لئے تشریف لے گئے۔ کفار نے جب حضور کی عظمت وشوکت اور حضرات اہل بیت کی وجاہت اور بزرگی دیکھی تو انہیں یقین ہو گیا کہ اگر یہ لوگ ہمارے حق میں بددعا کر دیں گے تو ہم تباہ وبرباد ہو جائیں گے۔ عاجز آکر مباہلہ سے باز رہے۔

زمخشری نے تفسیر کشاف میں بیان کیا ہے کہ چادر نبوت کے اندر موجود حضرات یعنی حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت پر آیت مباہلہ سے زیادہ مضبوط کوئی دلیل نہیں، اس لئے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور نے انہیں طلب فرمایا۔ پھر حضرت امام حسین کو گود میں لیا، حضرت حسن کو دست مبارک میں لیا، حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے اور حضرت فاطمہ کے پیچھے حضرت علی چلے [رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین] تو معلوم ہوا کہ آیت کریمہ سے یہی حضرات مراد ہیں اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اور نسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کہلاتی ہے اور بجا طور پر انہیں حضور کی نسبت حاصل ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں مفید ہے۔ ﴿۲﴾

فضیلت اہل بیت میں ایک اور روشن آیت کریمہ یہ ہے:

"قُل لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِي ٱلۡقُرۡبَىٰ" [الشوریٰ:۲۳]

تم فرماؤ! میں اس پر [تبلیغ رسالت اور ارشاد وہدایت] پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت، یعنی میں تم سے تبلیغ رسالت پر کچھ بدلہ نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے اقرباء کو دوست رکھو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ اس آیت کے

نازل ہونے کے بعد حضرات صحابہ نے حضور سے عرض کی: یا رسول اللہ! [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] آپ کے جن اقارب سے محبت رکھنی چاہیئے، وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: ان سے مراد علی اور فاطمہ اور ان کے دونوں صاحبزادے حسن و حسین ہیں۔ [رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین] [زرقانی علی المواہب، ۷/۲۰]

اس آیت کریمہ کے فرمان سے حضرات اہل بیت کے مرتبہ کا اندازہ کرنا چاہیئے کہ حق تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کی جانب سے فرمایا: ''اے محبوب! تم فرماؤ: میں اس پر [تبلیغ رسالت اور ارشاد و ہدایت] پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت'' تو محبت اہل بیت اس مرتبہ تک پہنچ گئی کہ تبلیغ رسالت کا اجر اور اعزاز یہ ٹھہری۔

۞ سورہ دہر بھی حضرات اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی۔ ملا حسین واعظ کاشفی تفسیر حسینی میں لکھتے ہیں کہ جمہور مفسرین بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لائے تو ملاحظہ فرمایا کہ حضرات حسنین کریمین علیل ہیں۔ حضرت علی اور فاطمہ زہراء سے فرمایا کہ نذر مان لو تا کہ تمہارے بچے صحت یاب ہو جائیں۔ [اللہ تعالیٰ نے صحت بخشی تو] ان حضرات نے روزہ رکھا اور تھوڑا سا جَو لے کر آٹا پیسا اور روٹی پکائی۔ مغرب کی نماز کے وقت چاہا کہ افطار کریں کہ ایک مسکین آپ کے گھر آیا اور عرض کی: اے نبی کے گھر والو! میں ایک مسکین ہوں، مجھے کچھ کھانے کو دو تا کہ حق تعالیٰ تمہیں کی جنت کی نعمتیں عطا کرے۔ حضرت علی نے اپنا حصہ اس مسکین کو دے دیا اور پھر سارے افراد خانہ نے ان کا ساتھ دیتے ہوئے اپنے اپنے حصے اس مسکین کو عطا کر دیئے اور صرف پانی سے روزہ افطار کر کے رات گزار دی اور دوسرے دن پھر روزہ رکھ لیا۔ دوسرے دن بھی افطار کے وقت ایک یتیم آپ کے گھر حاضر ہوا اور صدا لگائی۔ ان حضرات اہل بیت نے اپنا سارا کھانا ایثار کر کے اس یتیم کو دے دیا۔ تیسری شام کو بھی ٹھیک افطار کے وقت

ایک قیدی حاضر ہوااور ان حضرات نے اپنا کھانا اس قیدی کو عطا کر دیا۔اس وقت حق تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

"إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوراً. عَيْناً يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيراً. يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً. وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً. إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوراً. إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْماً عَبُوساً قَمْطَرِيراً. فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَسُرُوراً. وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيراً. مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْساً وَّ لَا زَمْهَرِيراً. وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلاً. وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِاٰنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَاْ. قَوَارِيرَ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيراً. وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْساً كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلاً. عَيْناً فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلاً. وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤاً مَّنثُوراً. وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيماً وَّمُلْكاً كَبِيراً. عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَّإِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوٓا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَّسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوراً. إِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُوراً. [الدہر:۵-۲۲]

بے شک نیک [مومن صادق وفرماں بردار آخرت میں] پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملونی کافور ہے۔[یعنی جنتی کافور اس جام شراب میں ملائیں گے تاکہ وہ سرد، شیریں اور خوشبودار ہو جائے۔کہتے ہیں کہ جنت میں ایک سفید خوشبودار پانی ہے جسے کافور کی مشابہت کی وجہ سے کافور فرما دیا۔اس قول کی تائید اگلی آیت کریمہ سے ہوتی ہے]وہ کافور کیا؟ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے، اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی [یعنی شدت اور سختی] پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے

ہیں اس کی محبت پر[یعنی ایسی حالت میں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت اور خواہش ہے] مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ان سے کہتے ہیں: ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں،تم سے کوئی بدلہ یا شکر گذاری نہیں مانگتے۔بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش،نہایت سخت ہے،تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی اور ان کے صبر پر انہیں جنت اور ریشمی کپڑے صلے میں دیئے،جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے،نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے،نہ ٹھٹھر[سخت سردی۔اس سے مراد یہ ہے کہ جنت کی فضا معتدل ہوتی ہے،اس میں ٹھنڈک اور گرمی کا موسم نہیں ہوتا] اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور اس کے گچھے جھکا کر نیچے کردیئے گئے ہوں گے[یعنی اس کے لئے ان درختوں سے میوہ چننا آسان ہوتا ہے] اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دَور ہوگا جو شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے، کیسے شیشے؟ چاندی کے،ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا[یعنی چاندی کے برتن اور گلاس جو شیشے کی مانند صاف شفاف ہوں گے کہ اسے اندر باہر سے دیکھ کر اس کے ساقی،پینے والوں کی رغبت کا اندازہ کر لیتے تھے۔یعنی ہر شخص کو ساقیانِ بہشت اس کے حوصلے اور ذوق کے مطابق جام دیں گے جس سے وہ سیراب ہو جائیں اور ان ظروف میں کمی بیشی نہ ہو] اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک ہوگی[اس کی آمیزش سے شراب کی لذت اور زیادہ ہو جائے گی] وہ ادرک کیا ہے؟ جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہتے ہیں[اور وہ چشمہ جنتیوں کے تابع ہوگا اور ہر جگہ رواں ہوگا۔جنتی جہاں چاہیں گے،لے جاسکیں گے۔کہتے ہیں کہ یہ جام سلسبیل آسانی سے حلق میں اتر جائے گا اور بہت خوشگوار محسوس ہوگا] اور ان کے آس پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے۔جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ موتی ہیں بکھیرے ہوئے[یعنی ان کا رنگ ایسا صاف اور چہرہ ایسا روشن ہوگا کہ یہ بالکل تر و تازہ بے نقص مروارید کی طرح شفاف معلوم ہوں گے

جو ابھی ابھی سیپی سے نکلے ہوں] اور جب تو ادھر نظر اٹھائے، ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت [یعنی جنت میں ایسی بیش بہا نعمتیں دیکھے گا جس کی تعریف نہیں کی جاسکتی اور ایسی بڑی سلطنت دیکھے گا جہاں زوال کی گنجائش نہیں۔ حدیث پاک میں وارد ہے کہ وسعت کا یہ عالم کہ ادنیٰ مرتبہ کا جنتی جب اپنے ملک میں نظر کرے گا تو ہزار برس کی راہ تک ایسے ہی دیکھے گا جیسے اپنے قریب کی جگہ دیکھتا ہو] ان کے بدن پر کریب [باریک ریشم] کے سبز کپڑے اور قنادیز [دبیز ریشم] کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انہیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی [جو گندگی اور ناپاکی سے پاک ہو یا جسمانی نجاستوں سے پاک کرنے والی ہو۔ کہتے ہیں کہ طہور جنت کے دروازے پر ایک چشمہ ہے کہ جو اس سے پیئے گا، اس کے دل میں کینہ اور حسد بلکہ کوئی بری صفت باقی نہیں رہے گی] ان سے فرمایا جائے گا: یہ تمہارا اصلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔ [کنز الایمان]

❁ فضیلتِ اہل بیت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ اس کتاب کے مختصر ہونے کی وجہ سے بعض احادیث مبارکہ بیان کی جاتی ہیں۔

❁ اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُ عَنْ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: " کُلُّ بَنِیْ اُنْثٰی فَاِنَّ عَصَبَتَھُمْ لِاَ بِیْھِمْ مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَاِنِّیْ اَنَا عَصَبَتُھُمْ وَاَنَا اَبُوْھُمْ" وَلَہٗ طُرُقٌ یُقَوِّیْ بَعْضُھَا بَعْضاً. [المعجم الکبیر للطبرانی، ۳/۴۴]

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت تخریج کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر خاتون کی اولاد کے لئے ان کے آباء ہی ان کے رشتہ دار ہیں۔ صرف اولاد فاطمہ کا استثنا ہے، بے شک میں ان کا عصبہ اور باپ میں ہوں۔ ﴿۳﴾

❁ وَعَنِ السَّیِّدِ حَسَنٍ: " نَحْنُ اَھْلُ بَیْتٍ لَا یُقَاسُ بِنَا اَحَدٌ." رَوَاہُ الدَّیْلَمِیُّ.

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اہل بیت ہیں۔ ہم پر

دوسروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا یعنی ہمارا کوئی مد مقابل نہیں ہے۔

❁ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِىْ كَسَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ." ﴿۴﴾

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے گھر والے سفینۂ نوح [علیہ السلام] کی مانند ہیں کہ جو اس سفینہ پر رہا، نجات پا گیا اور جو اس سے کنارہ کش ہوا، ڈوب گیا۔

❁ "قَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَعْرِفَةُ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَرَآءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَحُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَى الصِّرَاطِ وَالْوِلَايَةُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اَمَانٌ مِّنَ الْعَذَابِ. اَوْرَدَهُ الشَّيْخُ يَحْيىٰ الْعَامِرِىُّ الْيَمَنِى الشَّافِعِىُّ فِىْ كِتَابِهٖ" بَهْجَةُ الْمَحَافِلِ".

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: آل محمد رسول اللہ [کے مرتبہ] کی شناخت، جہنم سے آزادی اور ان کی محبت، پل صراط پر آسانی سے گذر اور ان کی الفت، عذاب آخرت سے محفوظی کا پروانہ ہے۔ اس حدیث کو شیخ یحییٰ عامری یمنی شافعی نے اپنی کتاب "بہجۃ المحافل" میں بیان کیا ہے۔ ﴿۵﴾

❁ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى." [الضحیٰ: ۵]

امام قرطبی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت نقل نقل کی کہ حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا:

"رِضَآءُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا يَدْخُلَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهِ النَّارَ." قَالَهُ السُّدِى."

حضور نبی کریم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی رضا مندی اس بات میں ہے کہ آپ کے اہل بیت کا کوئی فرد جہنم میں نہ جائے۔ ﴿۶﴾

❁ سید علی سمہودی کی کتاب "جواہر العقدین" میں یہ روایت درج ہے:

"عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَأَلْتُ رَبِّيْ اَنْ لَّا يَدْخُلَ النَّارَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَاَعْطَانِيْ ذٰلِكَ."

حضرت عمران بن حصین نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے رب سے عرض کی کہ میرے اہل بیت کا کوئی فرد جہنم میں داخل نہ ہو تو پروردگار نے میری یہ عرض داشت قبول فرمائی۔[کنزالعمال للمتقی، ۳۴۱۴۹، ۹۵/۱۲]

۞ اسی کتاب میں یہ روایت بھی درج ہے:

"مَا بَالُ قَوْمٍ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ قَرَابَتِيْ لَا تَنْفَعُ. اِنَّ كُلَّ سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَ نَسَبِيْ وَاِنَّ رَحِمِيْ مُوْصِلَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ." ﴿۷﴾

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ خیال کرتے ہیں میری قرابت نفع نہ دے گی؟ یقیناً سارے سبب اور نسب کل قیامت میں ختم ہو جائیں گے، صرف میرا سبب اور نسب باقی رہے گا اور میرا خاندانی رشتہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ متصل ہیں۔

۞ اسی کتاب میں روایت بھی درج ہے جو متعدد طریقوں سے منقول ہے:

"اِنَّ الْاَنْسَابَ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غَيْرَ سَبَبِيْ وَ نَسَبِيْ وَ صِهْرِيْ."

قیامت کے دن سارے نسب ختم ہو جائیں گے، صرف میرا رشتۂ نسب، سبب اور دامادی باقی رہے گا۔ ﴿۸﴾

۞ "اَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: "اِنَّ لِكُلِّ ابْنِ الْبِنْتِ اَبَ عَصَبَةٍ يُسَمُّوْنَ اِلَيْهِ اِلَّا وَلَدُ فَاطِمَةَ فَاَنَا وَلِيُّهُمْ وَعَصَبَتُهُمْ وَهُمْ عَشِيْرَتِيْ خُلِقُوْا مِنْ طِيْنَتِيْ وَ وَيْلٌ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ بِفَضْلِهِمْ. مَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ."

حضرت ابن عساکر نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہر صاحبزادے کا ایک خاندانی باپ ہوتا ہے جس کی جانب لوگ اسے منسوب کرتے ہیں۔اس سے صرف اولاد فاطمہ کا استثنا ہے کہ میں ان کا ولی اور عصبہ

خاندانی ہوں اور وہ میرے فرد خاندان ہیں جن کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے۔ ان کی فضیلت کو جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہے۔ جو اُن سے محبت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے محبوب رکھے گا اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے مبغوض رکھے گا۔

صاحب تلخیص نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے خصائص کریمانہ سے ہے کہ حضور کی صاحبزادیوں کی اولاد، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی جانب منسوب ہوتی ہیں اور دوسروں کی لڑکیوں کی اولاد ان کے آباء واجداد کی جانب منسوب ہوتی ہیں۔ صاحب تلخیص کے اس کلام کی تائید اس حدیث مشہور سے ہوتی ہے:

۞ "مَنْ فَرَّقَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اٰلِيْ بِعَلِيٍّ حَرُمَتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ."

جس نے علی کی وجہ سے میرے درمیان اور میری آل کے درمیان تفریق کرے [یعنی یہ کہے کہ یہ آل رسول نہیں بلکہ اولاد علی ہیں] اس پر میری شفاعت حرام ہے۔

بعض حضرات نے اس روایت میں لفظ "علی" کو "علیٰ" پڑھا ہے، تب اس کا معنی یہ ہوگا کہ درود پڑھنے میں حضور اوران کی آل کے درمیان لفظ "علیٰ" کا فاصلہ نہ لائیں اور صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰل مُحَمَّدٍ نہ کہیں بلکہ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کہیں۔ لیکن یہاں مراد معنی اول ہے، اس لئے کہ لفظ علیٰ کے ذریعہ صیغۂ درود میں فرق کرنے سے ایسا عتاب نہیں ہوسکتا کہ حضور سرور کائنات اس پر اپنی شفاعت حرام فرمادیں۔ ہاں پہلے معنی میں اولاد رسول پر طنز وتعریض ہے، اس لئے یہ ایسے عتاب کا سبب ٹھہرے گا۔

۞ صواعقہ محرقہ میں یہ روایت نقل ہے کہ ہارون رشید نے سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی: آپ لوگ اپنے بارے میں یہ کیسے کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اولاد ہیں جب کہ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں؟ تب حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

"وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ. وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ." [الانعام:۸۴-۸۵]

اور اس کی اولاد میں سے داؤ دا ورسلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو [راہ دکھائی] ور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ بھی تلاوت فرمائی:

"فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ". [آل عمران:۶۱]

پھر اے محبوب! جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذُرِّیَت شمار فرمایا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی والد نہ تھے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نواسہ ہیں اور پھر آیت مباہلہ تلاوت فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرات حسنین کریمین کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اولاد کی حیثیت سے یاد فرمایا، کیوں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اپنے بچوں میں حضرات حسنین کریمین کو اپنے ہمراہ لے کر مباہلہ کے لئے تشریف لائے تھے اور حضرات حسنین کریمین کے سوا حضور کے کوئی بیٹے نہ تھے۔

۞ حدیث پاک "اَلصَّالِحُوْنَ لِلّٰهِ وَالطَّالِحُوْنَ لِیْ." [نیکوکار اللہ کے سپرد اور

خطا کار میرے ذمہ ہیں] خوب شہرت رکھتی ہے۔حاجی سید باسط علی اپنے چچا اور مرشد سید محمد مرتضیٰ زبیدی بلگرامی محدث جو مصر کے جلیل الشان محدث شمار ہوتے ہیں، سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت زبیدی نے فرمایا: یہ حدیث نا مکمل ہے یعنی ابتدائی حصہ حذف ہے۔پوری حدیث یہ ہے:

"اَکْرِمُوْا اَوْلَادِیْ، اَلصَّالِحُوْنَ لِلّٰہِ وَالطَّالِحُوْنَ لِیْ."

میری اولاد کی تکریم کرو۔ان میں جو صالحین ہیں،ان کی تعظیم قربِ الٰہی کے سبب کرو اور ان میں جو گناہگار ہیں،ان کی تکریم میری قرابت کی وجہ سے کرو کہ یہ میری اولاد ہیں،اگرچہ گنہگار ہیں۔

حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرے میں دیگر آیات و احادیث بیان ہوں گی جن سے تخصیص و امتیاز ظاہر ہوگا۔

....

حواشی

﴿۱﴾ صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ تفسیر "خزائن العرفان" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس آیت سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات اور حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب داخل ہیں۔آیات و احادیث کو جمع کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ان آیات میں اہل بیت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے پابند رہیں۔گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا،کیونکہ گناہوں کا مرتکب ان سے ایسا ہی ملوث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے۔اس طرزِ کلام سے مقصود یہ ہے کہ اربابِ عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ و

پرہیز گاری کی ترغیب دی جائے۔" [کنزالایمان مع تفسیر خزائن العرفان، ص ۶۱۱]

اہل بیت کے زمرے میں حضرات امہات المومنین، حضور کے جملہ شہزادے اور شہزادیاں، اور حضرت مولائے کائنات علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین داخل ہیں۔ یہ اصطلاح صرف حضرات پنجتن کے ساتھ خاص نہیں، یہی اہل سنت کا موقف ہے۔ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ "سبع سنابل شریف" میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہیں سے یہ بھی جاننا چاہئے کہ اہل بیت کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم اصل اہل بیت۔ دوسری قسم داخل اہل بیت۔ تیسری قسم لاحق اہل بیت۔ اصل اہل بیت تیرہ نفر ہیں، ۹ر ازواج مطہرات اور ۴ر صاحبزادیاں۔ اور داخل اہل بیت تین نفر ہیں، علی مرتضٰی اور حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور لاحق اہل بیت وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ناپاکیوں اور گناہوں سے کلیتًا پاک کردیا ہے اور اُن کو کمال تقویٰ اور پاکیزگی عنایت فرمائی ہے خواہ وہ سادات ہوں یا سادات کے علاوہ۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اگرچہ سید نہ تھے لیکن ناپاکی سے کمال طہارت کی وجہ سے اہل بیت سے لاحق تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلِ الْبَيْتِ" سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے۔ خواجہ محمد پارسا قدس اللہ سرہٗ نے فصل الخطاب میں لکھا کہ اہل بیت کے متعلق علما نے اختلاف کیا ہے اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ اہل بیت ازواج مطہرات اور آپ کی صلبی اولاد ہیں اور حسن اور حسین انہی میں سے ہیں اور مولیٰ علی بھی اُن میں سے ہیں۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین حسن اور حسین اور علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم کو اُنہوں نے اہل بیت میں داخل مانا ہے اور اگر وہ اصل اہل بیت ہوتے تو یہ کیوں فرماتے کہ امیر المؤمنین حسن اور حسین اور علی مرتضٰی اُن میں سے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اولاد رسول سے مراد صرف حضور کی چاروں صاحبزادیاں ہیں اور ازواج سے مراد حضور کی نو بیویاں ہیں۔ لہٰذا تمام اہل بیت کل سولہ ۱۶ر نفر ہوئے۔ ۹ر بیویاں، ۴ر صاحبزادیاں اور امیر المؤمنین علی اور حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔" [سبع سنابل، ص ۹۳-۹۴]

مزید آگے رقم طراز ہیں: ''بعض رافضی آیت ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ–الآیۃ'' [الاحزاب: ۳۳] کو پہلی آیت سے جدا مانتے ہیں۔تفسیر ماتریدی میں ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ آیت پہلی آیت سے مقطوع ہے۔اس لئے کہ پہلی آیت ازواج کے بارے میں ہے اور یہ آپ کے اہل بیت کے حق میں اور یہ رافضیوں کا قول ہے لیکن علمائے اہل سنت و جماعت دونوں آیتوں کو باہم مربوط مانتے ہیں۔اس لئے کہ ازواج مطہرات تو اصل اہل بیت ہیں اور باقی دوسروں میں سے بعض داخل اہل بیت ہیں،بعض لاحق اہل بیت،جیسا کہ اوپر گزر چکا۔'' [سبع سنابل،ص ۹۰]

﴿۲﴾ پوری متعلقہ آیات کریمہ یہ ہیں:

''اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ. اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ. فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ کُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ'' [آل عمران:۵۹-۶۱]

عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے،اُسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا،وہ فوراً ہو جاتا ہے،اے سننے والے!یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک والوں میں نہ ہونا،پھر اے محبوب! جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے،اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں،اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔[کنزالایمان،ص ۸۴]

اس کی تفسیر میں صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ تفسیر ''خزائن العرفان'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''نصاریٰ نجران کا ایک وفد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور وہ لوگ حضور سے کہنے لگے:آپ گمان کرتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں؟فرمایا:ہاں!اس کے بندے اور اس کے رسول اور اس کے کلمے جو کنواری بتول عذراء کی طرف القا کئے گئے۔ نصاریٰ یہ سن کر بہت غصہ میں آئے اور کہنے لگے:یا محمد!کیا تم نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا

ہے؟اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں[معاذ اللہ]اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور یہ بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بغیر باپ ہی کے پیدا ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے پیدا کیے گئے تو جب انہیں اللہ کا مخلوق اور بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا مخلوق اور بندہ ماننے میں کیا تعجب ہے؟

جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجران کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائی اور مباہلہ کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ ہم غور اور مشورہ کرلیں،کل آپ کو جواب دیں گے، جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے عالم اور صاحب رائے شخص عاقب سے کہا کہ اے عبدالمسیح! آپ کی کیا رائے ہے؟اُس نے کہا کہ اے جماعت نصاریٰ!تم پہچان چکے کہ محمد نبی مرسل ضرور ہیں۔اگر تم نے اُن سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔اب اگر نصرانیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انہیں چھوڑ دو اور گھر کو لوٹ چلو۔یہ مشورہ ہونے کے بعد وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور کی گود میں تو امام حسین ہیں اور دست مبارک میں امام حسن کا ہاتھ ہے اور فاطمہ اور علی حضور کے پیچھے ہیں[رضی اللہ تعالیٰ عنہم]اور حضور سب سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔نجران کے سب سے بڑے نصرانی عالم[پادری]نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا:اے جماعت نصاریٰ! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو ہٹادینے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے۔اِن سے مُباہلہ نہ کرنا،ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔یہ سن کر نصاریٰ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ مباہلہ کی تو ہماری رائے نہیں ہے۔آخر کار انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے۔سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے،نجران والوں پر عذاب قریب آ ہی چکا تھا۔اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرند تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کے

عرصے میں تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔'' [کنزالایمان مع تفسیر خزائن العرفان،ص۸۴]

﴿۳﴾ اس کی سند یہ ہے: ''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْغَلَابِي ،حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مِهْرَانَ ،ثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدٍ ،عَنِ الْمُسْتَظِلِّ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:''كُلُّ بَنِي أُنْثٰى فَإِنَّ عَصَبَتَهُمْ لِأَبِيْهِمْ مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَإِنِّيْ أَنَا عَصَبَتُهُمْ وَأَنَا أَبُوْهُمْ''.

دوسری روایت یہ ہے:حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَضْرَمِيُّ ،حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ شَيْبَةَ بْنِ نَعَامَةَ عَنْ فَاطِمَةَ الصُّغْرىٰ عَنْ فَاطِمَةَ الْكُبْرىٰ قَالَتْ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لِكُلِّ بَنِي أُنْثٰى عَصَبَةٌ يَنْتَمُوْنَ إِلَيْهِ إِلَّا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَأَنَا وَلِيُّهُمْ وَأَنَا عَصَبَتُهُمْ.'' [المعجم الکبیر للطبرانی،۲۲/۴۲۳]

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ و بارک وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر خاتون کی اولاد کے لئے ان کے آباء ہی ان کے رشتہ دار ہیں۔صرف اولاد فاطمہ کا استثنا ہے، بے شک میں ان کا عصبہ اور باپ میں ہوں۔

بخاری شریف میں حضرت مسور بن مخرمہ سے یہ روایت منقول ہے:

''عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ وَكُلُّ بَنِي أَبٍ يَنْتَمُوْنَ إِلىٰ عَصَبَتِهِمْ وَأَبِيْهِمْ إِلَّا بَنِي فَاطِمَةَ فَأَنَا أَبُوْهُمْ.'' [الجامع الصحیح للبخاری،۱/۲۳۲،الاسرار المرفوعۃ،ص۱۷۶]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: سب کی اولادیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوا اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا باپ ہوں۔

عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدٍ عَنِ الْمُسْتَظِلِّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ إِلىٰ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أُمَّ كُلْثُوْمٍ فَاعْتَلَّ عَلَيْهِ بِصِغَرِهَا فَقَالَ: إِنِّيْ لَمْ أُرِدِ الْبَاهَ وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا خَلَا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ . كُلُّ وَلَدِ أَبٍ فَإِنَّ عَصَبَتَهُمْ لِأَبِيْهِمْ مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَإِنِّيْ أَنَا

اَبُوْھُمْ وَعَصَبَتُهُمْ ". [فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل،۲/ ۶۲۶]

حضرت شبیب بن غرقد، حضرت مستظل سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی صاحبزادی ام کلثوم کے لئے پیغام نکاح بھیجا۔ حضرت علی نے اپنی صاحبزادی کی کمسنی کا عذر پیش کیا تو حضرت فاروق اعظم نے فرمایا: میں نے وظیفۂ زوجیت کی خاطر یہ پیغام نہیں دیا ہے بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے سبب اور نسب کے علاوہ سارے سبب اور نسب کل قیامت میں ختم ہو جائیں گے۔ ہر باپ کے اولاد کے لئے ان کے آباء ہی ان کے رشتہ دار ہیں۔ صرف اولاد فاطمہ کا استثنا ہے، بے شک میں ان کا عصبہ اور باپ میں ہوں۔

﴿۴﴾ [صحیح بخاری، کتاب المناقب، ۱/ ۵۳۲، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، ۲/ ۲۹۰] المستدرک میں ہے:

"عَنْ حَنَشِ الْكِنَانِي قَالَ: سَمِعْتُ اَبَاذَرٍ يَقُوْلُ وَهُوَ آخِذٌ بِبَابِ الْكَعْبَةِ: يَآ اَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ عَرَفَنِىْ فَاَنَا مَنْ عَرَفْتُمْ وَمَنْ اَنْكَرَنِىْ فَاَنَا اَبُوْ ذَرٍ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِىْ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ. مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ. هٰذا حديثٌ صحيحٌ علىٰ شرطِ مُسْلم ولم يخرجاه."

[المستدرک، ۲/ ۳۷۳] روایات میں "مثل سفینۃ نوح"، "کمثل سفینۃ نوح" کے الفاظ وارد ہیں۔ دیکھئے: المعجم الصغیر للطبرانی ۱/ ۲۴۰، المعجم الکبیر للطبرانی ۳/ ۷۶، حلیۃ الاولیاء ۴/ ۳۰۶، مسند البزار ۹/ ۳۴۳، مسند الشہاب ۲/ ۲۷۳، الجامع الکبیر للسیوطی ۱/ ۷۹۲۸، کنز العمال ۱۲/ ۱۷۶، مجمع الزوائد ۹/ ۹۳]

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروروں درود — اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
پارہائے صُحُف، غنچہائے قُدُس — اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے — اُس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیر الرُّسُل سے ہے جن کا خمیر — اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

﴿۵﴾ اصل متن مع سند یہ ہے: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِىْ ظَبْيَةَ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"مَعْرِفَةُ آلِ مُحَمَّدٍ بَرَآئَاتٌ وَحُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَى الصِّرَاطِ وَالْوِلَايَةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ اَمَانٌ مِّنَ الْعَذَابِ.[بحر الفوائد المسمی بمعانی الاخبار للکلاباذی،۱/۳۰۲]

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: آل محمد رسول اللہ [کے مرتبہ] کی شناخت، ہر قسم کی الجھنوں سے آزادی اور ان کی محبت، پل صراط پر آسانی سے گذر اور ان کی الفت، عذاب آخرت سے محفوظی کا پروانہ ہے۔

﴿٦﴾ تفسیر ثعالبی میں منقول ہے: کہ جب آیت کریمہ:" وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: "وَاِذًا لَا اَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِىْ فِى النَّارِ." [تفسیر الثعالبی ۴/۴۲۲]، میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میرا ایک امتی بھی جہنم میں رہ جائے گا]

﴿٧﴾ پوری روایت یہ ہے:"عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِىِّ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: " تَزْعَمُوْنَ اَنَّ قَرَابَتِىْ لَا تَنْفَعُ قَوْمِىْ وَاللّٰهِ اَنَّ رَحِمِىْ مَوْصُوْلَةٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ،اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لِىْ قَوْمٌ يُؤْمَرُ بِهِمْ ذَاتَ الْيَسَارِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ: يَا مُحَمَّدُ! اَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ فَاَقُوْلُ :اَمَّا النَّسَبُ قَدْ عَرَفْتُ وَلٰكِنَّكُمْ اَحْدَثْتُمْ بَعْدِىْ وَارْتَدَدْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمُ الْقَهْقَرِىْ."[مسند امام احمد بن حنبل،۳/۳۹]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا: لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میری قرابت داری میری قوم کو فائدہ نہ دے گی۔ بخدا میرا خاندانی تعلق دنیا اور آخرت دونوں جگہ متصل ہے۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو میرے سامنے ایک قوم پیش کی جائے گی جسے بائیں والے گروہ میں جانے کا حکم ہو چکا ہوگا [یعنی ان کے حق میں جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہوگا] تو ان میں سے ایک شخص کہے گا: اے محمد [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم] میں فلان بن فلاں ہوں، دوسرا کہے گا:

میں فلاں بن فلاں ہوں [یعنی مجھے اپنی رشتہ داریاں اور قرابت داری یاد دلائے گا اور مجھ سے شفاعت کی درخواست کرے گا] میں کہوں گا: میں نے تمہارا نسبی رشتہ تو پہچان لیا لیکن تم لوگوں نے میرے بعد نئے باطل عقیدے ایجاد کئے اور اپنے قدموں کے بل الٹے لوٹ گئے۔ [اس لئے میں تمہاری بدمذہبی کی وجہ سے تمہاری شفاعت نہیں کروں گا]

دوسری روایت یہ ہے: ”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: كَانَتْ اِمْرَاَةٌ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ قُرَیْشٍ فَكَانَ بَیْنَهُ وَ بَیْنَهَا شَیْءٌ فَقَالَ لَهَا: سَتَعْلَمِیْنَ وَاللّٰهِ اَنَّهُ لَا یَنْفَعُكِ قَرَابَتُكِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُغْضِبًا فَقَالَ: مَا بَالُ رِجَالٍ یَزْعُمُوْنَ اَنَّ قَرَابَتِیْ لَا تَنْفَعُ وَاِنِّیْ لَتَرْجُوْ شَفَاعَتِیْ صُدَیٌّ وَّسَلْهَبٌ۔“ [البعث والنشور للبیہقی، ۱/۵۹]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: ایک ہاشمی خاتون ایک قرشی کے نکاح میں تھی۔ ان دونوں کے درمیان کچھ شکر رنجی ہو گئی۔ شوہر نے [طعنہ دیتے ہوئے] اس خاتون سے کہا: تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت کچھ فائدہ نہ دے گی۔ [یہ بات جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچی] تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سخت ناراضگی کے عالم میں کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ خیال کرتے ہیں: میری قرابت فائدہ نہ دے گی، میری شفاعت کی امید تو یقیناً قبیلۂ صدی اور سلہب کو بھی ہو گی [جو عرب کے دور دراز کے قبیلے ہیں]

﴿۸﴾ اسی سے ملتی جلتی چند روایات حسب ذیل ہیں:

۞ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”كُلُّ نَسَبٍ وَ صِهْرٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا نَسَبِیْ وَصِهْرِیْ“ رَوَاهُ اِبْنُ عَسَاكِرَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔“ [کنز العمال، ۱۱/۴۰۹] قیامت کے دن سارے داد یہالی اور نانہیالی رشتے ختم ہو جائیں گے، مگر میری قرابتیں باقی رہیں گی۔

۞ مصنف عبد الرزاق میں یہ روایت درج ہے: ”عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ

قَالَ: تَزَوَّجَ عُمَرُ بْنُ الْخِطَابِ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَهِيَ جَارِيَةٌ تَلْعَبُ مَعَ الْجَوَارِيْ فَجَآءَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَدَعَوْا لَهٗ بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ : اِنِّيْ لَمْ اَتَزَوَّجْ مِنْ نِشَاطٍ بِيْ وَلٰكِنْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ كُلَّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ، فَاَحْبَبْتُ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَبٌ وَنَسَبٌ. [مُصَنَّف عبدالرزاق الصنعانی،۶/۱۶۳،فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل،۲/۶۲۵،مسند احمد بن حنبل،۱/۲۲۳،المعجم الاوسط للطبرانی،۵/۳۷۶،المعجم الکبیر للطبرانی،۳/۴۴،المستدرک للحاکم،۳/۱۵۳،حلیۃ الاولیا لابی نعیم،۷/۳۱۴،السنن الکبریٰ للبیہقی،۷/۱۰۲،شرح السنۃ للبغوی،۱۲/۲۱۸،الاحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی،۱/۱۹۷،مسند الفاروق لابن کثیر،۱/۳۸۹،نوادر الوصول،۳/۶۶،مصنف ابن ابی شیبۃ،۴/۳۶۷]

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے عقد فرمایا جبکہ وہ کمسن تھیں اور سہیلیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔عقد کے بعد حضرت عمر احباب کے درمیان تشریف لائے تو احباب نے انہیں اس عقد میں برکت کی دعا دی۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے یہ نکاح اپنے عیش ونشاط کی خاطر نہیں کیا ہے بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ہر نسب اور سبب کل قیامت کے دن ختم ہو جائے گا،صرف میرا نسب اور سبب باقی رہے گا۔تو میری خواہش ہوئی کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور میرے درمیان سبب اور نسب قائم ہو جائے۔

۞ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:"میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا،اسے میرا رب عذاب نہ فرمائے گا،رواہ الحاکم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ[المستدرک للحاکم،۳/۱۵۰]

۞ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"اَوَّلُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ اَهْلُ بَيْتِيْ وَمَنْ اَحَبَّنِيْ مِنْ اُمَّتِيْ." رواہ الدیلمی عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم"[کنز العمال،

حدیث: ۳۴۱۷۸، ۱۲/۱۰۰]سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔[منبع الانساب، ص۶۶]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور اولاد کرام

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے پچیس سال کی عمر مبارک میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد کے ہمراہ نکاح فرمایا۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے اجداد کرام میں حضرت قُصَی کی نسل سے ہیں جن کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ ہیں جو حضور کے عقد میں آئیں اور ایک مدت دراز تک حضور کے ہمراہ زندگی بسر فرمائی۔ حضور کے اعلان نبوت کے بعد خواتین میں سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائیں۔ اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار شاہزادیاں حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ زہراء اور ایک شاہزادے حضرت قاسم تھے کہ انہیں کی نسبت سے حضور کی کنیت ابوالقاسم ٹھہری اور ایک روایت کے مطابق حضور کے دو شاہزادے تھے: ۱- حضرت قاسم، ۲- حضرت عبداللہ جن کا لقب بالترتیب طیب اور طاہر تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اولاد امجاد سے تین صاحبزادیاں اور دونوں صاحبزادے اعلان نبوت سے پہلے تولد ہوئے۔ سیدتنا خاتون جنت بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعلان نبوت کے بعد بعثت کے پانچویں سال تولد ہوئیں اور ایک مدت کے بعد حضرت ابراہیم، حضور کی کنیز حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن پاک سے پیدا ہوئے اور شیر خوارگی کے زمانے میں ہی وفات پا گئے۔ اعلان نبوت کے دسویں سال جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رحلت کے بعد اسی سال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت سَودَہ بنت زَمعہ اور حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے عقد فرمایا۔ حضرت سودہ، لُوئی کے خاندان سے تھیں اور حضرت عائشہ، مُرّہ کی نسل سے تھیں۔ ہجرت کے تیسرے سال حضور نے حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما اور حضرت زینب بنت خزیمہ کے ہمراہ نکاح فرمایا۔ حضرت حفصہ، کعب بن لوئی کے خاندان سے تھیں اور حضرت زینب، قبیلہ ہُزَیل سے تعلق رکھتی تھیں۔ ہجرت کے چوتھے سال حضرت زینب کا وصال ہو گیا اور حضرت اُمّ سلمہ کے پہلے شوہر ابن عبدالاسد بھی فوت ہو گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ سلمہ سے عقد فرمالیا جو حضرت لوَی کے خاندان سے تھیں اور حضور کی پھوپھی عاتکہ کی صاحبزادی تھیں۔ ہجرت کے پانچویں سال حضرت زید کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی بیوہ زینب بنت جحش کے ہمراہ حضور نے عقد فرمایا جو قبیلہٗ خزیمہ سے تعلق رکھتی تھیں اور حضور کی پھوپھی کی صاحبزادی تھیں اور اسی سال جویریہ بنت حارث [معروف بہ ماریہ قبطیہ] کے ہمراہ بھی حضور نے نکاح فرمایا۔ ہجرت کے چھٹے سال حضور نے اُمّ حبیبہ بنت ابوسفیان کو اپنے شرف عقد نکاح سے ممتاز فرمایا اور ساتویں سال ہجرت میں حضور نے صفیہ بنت حُیّ بن اَخطب والیٔ خیبر اور میمونہ کو حبالۂ عقد میں لیا۔ حضرت میمونہ، حضرت عباس کی اہلیہ کی بہن تھیں۔

روضۃ الاحباب، معارج النبوۃ اور روضۃ الصفا کتب سیرت وتاریخ وغیرہ میں اتنی ہی ازواج مطہرات کا تذکرہ ملتا ہے۔ بعض حضرات لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اکیس خواتین سے عقد فرمایا تھا جن میں سے سات کو طلاق مل گئی تھی، پانچ ازواج مطہرات حضور کی حیات مبارکہ میں ہی دنیا سے رخصت ہوئیں اور جس وقت آپ نے اس جہان فانی کو الوداع کہا، نو ازواج مطہرات بقید حیات تھیں۔ ایسا تذکرہ کرنے والے ایک کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ ﴿۱﴾

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی چار کنیزیں تھیں:

۱- پہلی ماریہ قبطیہ بنت شمعون تھیں جنہیں مُقوقس اور اسکندریہ کے بادشاہ نے حضور کی خدمت میں تحفتاً بھیجا تھا۔ ۱۶ھ میں انہوں نے وفات پائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک ہوئیں۔

۲- دوسری ریحانہ بنت زید بن عمرو اور کہا گیا ہے کہ وہ بنت شمعون تھیں۔

۳- تیسری جمیلہ ہیں جو قیدیوں کی حیثیت سے حضور تک پہنچی تھیں۔

۴- چوتھی کنیز حضرت زینب بنت جحش کا حضور کے لئے تحفہ تھیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے شہزادگان شیر خوارگی کے زمانے میں ہی خلد آشیاں ہو گئے۔ آپ کی شہزادیوں میں سے حضرت رُقیّہ اور اُمّ کلثوم کا عقد امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ہوا۔ پہلے حضرت رقیہ کا نکاح ہوا، ان کے وصال کے بعد حضرت ام کلثوم سے حضرت عثمان کا عقد ہوا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضور کی شہزادیوں سے اولادیں بھی ہوئیں لیکن ان کے اخلاف باقی نہ رہے۔ شہزادی رسول حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد مسنون ابو العاص کے ہمراہ ہوا۔ ابو العاص غزوۂ بدر میں کفار کے ساتھ قیدی بنا لئے گئے اور جزیہ دے کر رہائی حاصل کی۔ حضرت زینب نے اپنے شوہر کے جزیہ میں وہ ہار دیدیا تھا جسے حضرت خدیجہ نے انہیں جہیز میں دیا تھا۔ مکہ معظمہ سے وہ ہار جب حضور کی خدمت میں پہنچا تو اسے دیکھ کر حضور کے دل میں حضرت خدیجہ کی یاد تازہ ہو گئی اور آپ بہت غمگین ہو گئے۔ حضور نے صحابۂ کرام کے مشورے سے وہ ہار واپس بھیج دیا اور اس پر صلح قرار پائی کہ وہ حضرت زینب کو مدینہ منورہ بھیج دیں اور چونکہ ابو العاص اب تک اسلام نہیں لائے ہیں، اس لئے زن وشو میں علیٰحدگی کر دی جائے، لیکن چند دنوں کے بعد حضرت ابو العاص خود مشرف بہ اسلام ہو گئے اور پہلا نکاح ہی برقرار رکھا گیا۔ حضرت زینب کے ایک صاحبزادے ہوئے جو لڑکپن میں راہی جنت ہوئے اور ایک صاحبزادی اُمامہ تولد ہوئیں جن سے

حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت کے مطابق ان کے وصال کے بعد حضرت مولائے کائنات علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقد فرمالیا لیکن ان کے اخلاف باقی نہ رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اولاد طاہرات میں سے صرف خاتون جنت فاطمہ بتول بنت رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولادیں باقی رہیں اور قیامت تک باقی رہیں گی۔﴿۲﴾

....

حواشی

﴿۱﴾ منبع الانساب میں ہے: ''حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج تیرہ تھیں۔ پہلا عقد حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ ہوا۔ آپ کاشانۂ رسول میں چوبیس سال رہیں۔ آپ کی عمر مبارک ۶۵/سال تھی۔ جب تک آپ حیات رہیں، حضور نے کسی اور سے عقد نہ فرمایا۔ دوسری اہلیہ حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ، تیسری حضرت سودہ بنت زمعہ، چوتھی حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت عائشہ سے آپ نے مکہ معظمہ میں عقد فرمایا۔ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تب رخصتی ہوئی۔ پانچویں اہلیہ حضرت حفصہ بنت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، چھٹی حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان، ساتویں حضرت زینب بنت خزیمہ، آٹھویں حضرت میمونہ بنت حارث، نویں حضرت زینب بنت جحش، دسویں حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب۔ یہ جنگ خیبر میں قید ہوئیں، انہیں حضرت علی، حضور کی خدمت میں لے کر آئے۔ گیارہویں اہلیہ اُمِّ شریک ہیں جنہوں نے خود سے اپنے آپ کو حضور کی نذر کردیا۔ بارہویں جویریہ بنت حارث یعنی ماریہ قبطیہ۔ آپ کنیز تھیں۔ حضور نے آپ کو خرید کر آزاد فرمایا اور پھر اپنے عقد میں لے آئے۔ تیرہویں اہلیہ امامہ بنت نعمان ہیں اور ایک روایت کے مطابق ان کا اسم گرامی اسماء بنت نعمان ہے۔ سرکار نے آپ کو خلوت میں آنے سے پہلے ہی نکاح کے بندھن سے آزاد فرمادیا۔ حضرت خدیجہ اور زینب بنت خزیمہ کا وصال حضور کی حیات مبارکہ میں ہی

ہوگیا۔جب حضور کاوصال ہواتواور سبھی ازواج مطہرات حیات تھیں۔'' [منبع الانساب،ص۲۷۲]

مسالک السالکین میں مرقوم ہے:''حضرت خدیجہ الکبریٰ،حضرت سودہ،حضرت عائشہ،حضرت حفصہ،حضرت زینب بنت خزیمہ،حضرت ام سلمہ،حضرت زینب بنت جحش،حضرت جویریہ،حضرت ام حبیبہ،حضرت صفیہ،حضرت میمونہ،یہ گیارہ امہات المومنین ہیں جن کے نکاح وغیرہ میں کسی طرح کا اختلاف نہیں۔ان میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ان کے علاوہ امہات المومنین حضور کے وصال کے بعد بھی حیات رہیں۔باقی خواتین وہ ہیں جن میں بعض سے نکاح ہوا مگر زفاف کی نوبت نہ آئی اور طلاق واقع ہوئی اور بعض نے حضور سے نکاح کی درخواست کی لیکن نکاح نہ ہو پایا۔حضرت ماریہ،حضرت ریحانہ،حضرت جمیلہ اور حضرت زینب آپ کی کنیزیں تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔'' [مسالک السالکین،۱/۳۳-۳۷]

اہل اسلام کی مادرانِ شفیق بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام
جلوگیّانِ بیت الشرف پر درود پردگیّانِ عفت پہ لاکھوں سلام
سیّما پہلی ماں کہفِ امن و اماں حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام
عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی اس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام
منزل من قصب لانصب لا صخب ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام
بنت صدیق آرام جانِ نبی اُس حریم براء ت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ اُن کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام
جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں اُن سُرادِق کی عصمت پہ لاکھوں سلام

﴿۲﴾ منبع الانساب میں ہے:''حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پانچ شاہزادے:۱-حضرت قاسم،۲-حضرت عبداللہ،۳-حضرت طاہر،۴-حضرت طیب،۵-حضرت ابراہیم،اور پانچ شاہزادیاں:۱-حضرت فاطمہ،۲-حضرت زینب،۳-حضرت امامہ،۴-حضرت رقیہ،۵-حضرت ام کلثوم تھیں۔حضور کی ساری اولادیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے

تھیں۔صرف حضرت ابراہیم، حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن اقدس سے تھے۔ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ کو قیصر روم نے بطور تحفہ حضور کی خدمت میں بھیجا تھا۔حضور کی نسل صرف فاطمہ زہراء خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رواں ہوئی جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی اہلیہ تھیں۔" [منبع الانساب، ص۲۷۲]

خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اب میں خاتون جنت فاطمۃ بتول بنت رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ شروع کرتا ہوں۔آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی سب سے لاڈلی شہزادی تھیں آپ کی کنیت اُمّ محمد اور مبارک القاب: مبارکہ، طیبہ، طاہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ، بتول اور زہرا ہیں۔آپ کے تعلق سے جو خاص آیات واحادیث کتابوں میں دیکھیں یا حافظہ میں محفوظ ہیں، یہاں درج کرتا ہوں۔کنز العمال میں ہے:

۞ "اِبْنَتِیْ فَاطِمَةُ حَوْرَآءُ اٰدَمِیَّةٌ لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمِثْ [کنز العمال ۱۲،۳۴۲۲۶/۱۵۲] وَاِنَّمَا سَمَّاهَا الْفَاطِمَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ فَطَمَهَا وَ مُحِبِّيْهَا مِنَ النَّارِ." [کنز العمال ۱۲،۳۴۲۲۶/۱۰۹] وَاَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنِ الْحُسَيْنِ: "اَلْبُشْرٰى يَا فَاطِمَةُ! فَاِنَّ الْمَهْدِيْ مِنْكَ." [رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعا]

میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے جسے حیض ونفاس کی کلفت عارض نہیں ہوتی۔اس کا نام فاطمہ اس لئے تجویز ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے چاہنے والوں کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ابن عساکر نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ فاطمہ! مبارک ہو کہ مہدی بھی تمہاری نسل سے ہوں گے۔

صواعق محرقہ میں یہ روایت درج ہے:

"أخرج ابو بكر في الغيلانيات عن ابي ايوب ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: إذا كان يوم القيامة نادى منادٍ من بطنان العرش يا اهل الجمع نكسوا رؤسكم و غضوا ابصاركم حتى تمر فاطمة بنت محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على الصراط فتمر مع سبعين الف جارية من الحور العين كمر البرق." [الفوائد الشہیر بالغیلانیات، ۲/۸۰۳، الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر، ۱/۱۴۱، کنز العمال، ۱۲/۱۰۶، الجامع الکبیر للسیوطی، ۱/۳۰۳۲]

ابوبکر نے اپنی کتاب "غیلانیات" اس حدیث پاک کی تخریج کی ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے نیچے سے ایک منادی ندا دے گا: اے اہل محشر! سر جھکا لو، نگاہیں نیچی کرلو کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پل صراط سے گذرنے والی ہیں۔ تو حضرت فاطمہ ستر ہزار حور عین کے جلو میں بجلی کی مانند پل صراط سے گذر جائیں گی۔

یہ فضیلت حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ خاص ہے، کسی اور خاتون کو یہ شرف عطا نہ ہوگا۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت منقول ہے:

"عن عائشة قالت: ما رأيت احداً كان اشبه سمتاً وهدياً ودلاً، وفي رواية: حديثاً وكلاماً برسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من فاطمة. كانت إذا دخلت عليه قام ابوها و اخذ بيدها فقبلها واجلسها في مجلسه و كان إذا دخل عليها قامت فاخذت بيده فقبلته واجلسته في مجلسها." رواه ابن داؤد.
[سنن ابی داؤد، باب فی القیام، ۲/۷۰۸]

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا: میں نے ہیئت وروش، سیرت ووقار اور ایک روایت کے مطابق طرز گفتگو میں حضرت فاطمہ

سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا مشابہ کسی کو نہ دیکھا۔ جب فاطمہ زہراء حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ کے والد ماجد [حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم] کھڑے ہو جاتے اور آپ کے ہاتھوں کو تھام بوسہ دیتے اور اپنی نشست گاہ پر بٹھاتے اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم آپ کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ فوراً سروقد کھڑی ہو جاتیں، آپ کے دست اقدس کو تھام کر اسے بوسہ دیتیں اور خود اپنی جگہ پر تشریف رکھنے کی حضور سے گذارش فرماتیں۔ اس حدیث پاک کو حضرت ابوداؤد نے روایت کیا۔

حضرت امام طبرانی نے درج ذیل حدیث ایسے سند کے ساتھ بیان کی ہے جس کے سارے رجال، ثقہ اور مستند ہیں:

"اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ: "اِنَّ اللّٰهَ غَيْرُ مُعَذِّبِكِ وَلَا اَحَداً مِنْ وَلَدِكِ." [کنز العمال، ۳۴۲۳۶، ۱۲/۱۰۱] حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے کسی فرزند کو عذاب میں مبتلا نہ فرمائے گا۔

حضرت سید علی سمہودی کی کتاب ''جواہر العقدین'' میں یہ روایت منقول ہے:

۞ "عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا فَاطِمَةُ! اَتَدْرِيْنَ لِمَ سُمِّيْتِ فَاطِمَةَ؟ قَالَ عَلِيٌّ: لِمَ سُمِّيَتْ فَاطِمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ فَطَمَهَا وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ النَّارِ." [فیض القدیر]

مولائے کائنات امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا؟ حضرت علی نے عرض کی: یا رسول اللہ! [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم] ان کا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا؟ حضور نے ارشاد

فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فاطمہ اور اس کی نسل کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھا ہے۔﴿۱﴾

کنز العمال میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

۞ "یَا فَاطِمَۃُ ! اَلَا تَرْضِیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَۃَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ." ﴿۲﴾

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تم مومن عورتوں کی سردار رہو۔

۞ "وَاَخْرَجَ التِّرْمِذِیْ عَنْ حُذَیْفَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ ھٰذَا مَلَکٌ لَمْ یَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطُّ قَبْلَ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ اِسْتَاْذَنَ رَبَّہٗ اَنْ یُّسَلِّمَ عَلَیَّ وَ یُبَشِّرَنِیْ بِاَنَّ فَاطِمَۃَ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ." ﴿۳﴾

امام ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے زمین پر کبھی نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ وہ حاضر خدمت ہو کر مجھے سلام پیش کرے اور مجھے یہ بشارت سنائے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

محدثین کے سردار حضرت شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہٗ رسالہ "تکمیل الایمان" میں لکھتے ہیں:

"یہ حدیث حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ساری مومن عورتوں پر فضیلت ثابت کرتی ہے، یہاں تک کہ عورتوں میں حضرت مریم بنت عمران، حضرت عائشہ اور حضرت خدیجہ بھی شامل ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھنّ۔ [ان سب پر حضرت فاطمہ کی فضیلت اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے] امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی علیہ الرحمہ نے بھی یہی بات ذکر فرمائی ہے۔

اس حدیث پاک اور بعض دیگر حدیثوں میں حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء کی مطلق فضیلت وارد ہے اور بعض حدیث میں ان جنتی مومن عورتوں سے حضرت مریم کا استثنا ملتا ہے جن پر حضرت فاطمہ کی فضیلت ثابت ہے۔ حضرت مریم کی یہ فضیلت، مساوات کا بھی احتمال رکھتی ہے اور تفضیل کا بھی۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ ساری مومن عورتوں میں سب سے افضل حضرت فاطمہ، خدیجہ، عائشہ، مریم اور آسیہ ہیں۔ اس حدیث کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ یہ سب مذکورہ خواتین فضیلت میں ایک دوسرے کے برابر ہیں یا ان کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کرنے میں توقف اختیار کیا جائے۔ ایک دوسری حدیث پاک میں وارد ہے کہ اس امت محمدیہ میں فاطمہ کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت مریم اپنی قوم میں افضل ترین تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ احادیث مبارکہ کا یہ اختلاف اس بنا پر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ کی فضیلت پر تدریجی اطلاع بخشی ہو، یہاں تک کہ اخیر میں دنیا کی ساری عورتوں پر بلاتخصیص حضرت فاطمہ کی فضیلت ثابت ہوگئی ہو۔ روایتوں کا یہ اختلاف ذکر کرنے کے بعد حضرت، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت امام سیوطی کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اس باب فضیلت میں تین مذاہب ہیں:

۱- سب سے زیادہ صحیح مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ، حضرت عائشہ سے افضل ہیں۔

۲- بعض مساوات کے قائل ہیں۔

۳- اور بعض حضرات نے ایک کودوسرے پر فضیلت دینے سے توقف فرمایا ہے۔

بہت سے علمائے احناف اور بعض علمائے شوافع توقف کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ اس معاملے میں لوگوں نے حضرت امام مالک سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

"فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنَ النَّبِیِّ وَلَآ اُفَضِّلُ عَلٰی بِضْعَةِ النَّبِیِّ اَحَداً۔"

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جگر گوشۂ رسول ہیں اور حضور کے لخت جگر

پر میں کسی کو فضیلت نہیں دے سکتا۔

حضرت امام سبکی فرماتے ہیں کہ اس معاملے میں ہمارا مسلک مختار یہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے افضل ہیں، ان کے بعد ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین۔" انتہی کلامہ۔{۴}

اعلم العلماء اکمل الکملاء میرے استاذ اور دادا استاذ مولانا محمد مبین نے [اللہ تعالیٰ ان کی خواب گاہ کو روشن رکھے] اپنی کتاب سیرت مصطفےٰ "وسیلۃ النجاۃ" میں حضرت خاتون جنت کے فضائل ومناقب تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔اس کتاب سے جو احادیث مبارکہ یاد رہ گئی ہیں اور بعض دوسری احادیث مبارکہ صحاح ستہ سے نقل کرتا ہوں۔

۞ "سُئِلَ اَحَدٌ مِّنْ عَآئِشَۃَ الصِّدِّیْقَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا: مَنْ اَفْضَلُ النِّسَآءِ قَالَتْ فَاطِمَۃُ ثُمَّ سُئِلَ فِی الرِّجَالِ قَالَتْ: زَوْجُھَا."

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ عورتوں میں سب سے افضل کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: فاطمہ زہراء۔پھر اس نے سوال کیا: اور مردوں میں سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: فاطمہ کے شوہر [حضرت شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ]

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے دریافت فرمایا کہ مردوں میں سب سے پہلے جنت میں آپ داخل ہوں گے، عورتوں میں سب سے پہلے جنت میں کون خاتون جائے گی؟ حضور نے ارشاد فرمایا: مریم بنت عمران۔حضرت بی بی سیدہ کا خیال تھا کہ اس شرف کی بشارت مجھے ملے گی لیکن حضور نے حضرت مریم کا نام ذکر فرمایا۔آپ کبیدہ خاطر ہو کر خاموش ہو گئیں۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ مریم کس طور سے بہشت میں داخل ہوں گی؟ حضرت

فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے جنت میں داخل ہوں گی اور یہ معمول ہے کہ مہار تھامنے والا پہلے داخل ہوتا ہے لیکن محمل نشیں اور مہار تھامنے والے کے مرتبہ میں عظیم فرق ہے۔ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بشارت کو سن کر بے حد مسرور ہو گئیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی احادیث مبارکہ، صحابہ وتابعین کے کلام اور ائمۂ مجتہدین کے اقوال سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سارے جہان کی عورتوں پر فضیلت حاصل ہے بلکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رسالہ ''تکمیل الایمان'' کے باب فضیلت میں تحریر فرمایا ہے کہ جلیل الشان محدث حضرت امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی ''الخصائص الکبریٰ'' میں حضرت امام علیم الدین عراقی سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم بالاتفاق خلفائے اربعہ سے افضل ہیں اور امام مالک سے منقول ہے. ''لَا اُفَضِّلُ عَلٰی بِضْعَةِ النَّبِیِّ اَحَداً.'' میں جگر پارۂ رسول پر فضیلت کسی کو نہیں دیتا۔ اس لئے خلفائے راشدین کی فضیلت دوسروں کی نسبت سے ہے، ان دونوں کی نسبت سے نہیں۔ انتہیٰ۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے مولیٰ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور کسی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وداع لیتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اہل خانہ میں سب سے پہلے حضرت فاطمہ سے ملاقات فرماتے، اس کے بعد ازواج مطہرات کے حجرے میں تشریف لے جاتے۔

حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت باسعادت بعثت نبوی کے

پانچویں سال مکہ معظمہ میں ہوئی اور آپ کا عقد مسنون ۲ھ میں رمضان شریف کے مہینے میں غزوۂ بدر سے واپسی کے بعد مدینہ طیبہ میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک گیارہ سال یا پندرہ سال تھی۔ حضرت امام بیہقی، خطیب اور ابن عساکر، حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: میں حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ رخ اقدس پر وحی کے آثار ظاہر ہوئے۔ جب وحی نازل ہو چکی تو حضور نے ارشاد فرمایا: اے انس! تمہیں کچھ معلوم ہے کہ رب العزت کی بارگاہ سے جبرئیل میرے لئے کیا پیغام لے کر آئے؟ میں نے عرض کی: اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ یہ پیغام لے کر آئے کہ "اِنَّ اللّٰـهَ اَمَرَنِیۡ اَنۡ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنۡ عَلِیٍّ." اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔

حافظ رضی الدین اسماعیل قزوینی حاکم، حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا۔ امام احمد بن حنبل، امیر المومنین حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر یہ چیزیں تھیں: ایک کمبل، ایک چرمی تکیہ جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، چکی کے دو پاٹ، ایک مشک اور دو بڑے کوزے۔ نکاح ہو جانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے آپ کے حق میں یہ دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ بَارِکۡ فِیۡهِمَا وَبَارِکۡ عَلَیۡهِمَا وَبَارِکۡ لَهُمَا فِیۡ نَسۡلِهِمَا."

اے اللہ! ان دونوں کے باطن اور ظاہر میں برکت عطا فرما اور ان دونوں کی نسلوں میں بھی برکت عطا فرما۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ اور زائد ہیں: "جَمَعَ اللّٰـهُ شَمۡلَکُمَا وَاَسۡعَدَ جِدَّکُمَا وَبَارَکَ عَلَیۡکُمَا وَاَخۡرَجَ مِنۡکُمَا کَثِیۡراً طَیِّباً." ﴿۵﴾

اللہ تعالیٰ تمہارے باہمی معاملات متحدر کھے اور تمہارا نصیبہ سعادت مآب کرے اور تم دونوں پر برکتوں کا نزول فرمائے اور تم دونوں سے کثیر پاکیزہ نسل جاری فرمائے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُعِیۡذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ." اے اللہ! میں اسے اور اس کی نسل کو مردود شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

مولانا محمد مبین [اللہ تعالیٰ ان کی برہان کو روشن فرمائے] اپنی کتاب "وسیلۃ النجاۃ" میں حضور کے مناقب کے ذیل میں حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عقد مسنون کا حال بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"جب حضرت فاطمہ عمر بلوغ کو پہنچیں تو بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام نے حضور کی خدمت میں پیغام نکاح بھیجا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں اس سلسلے میں حکم ربی کا انتظار کر رہا ہوں۔ جو بھی حکم ربانی صادر ہوگا، اس پر عمل کیا جائے گا۔ آخر کار حضرت جبرئیل امین علیہ السلام رب العزت کا حکم لے کر حاضر خدمت ہوئے کہ اپنی عظمت وقدرت کی قسم! میں نے عرش معلیٰ پر فاطمہ کا عقد علی کے ساتھ کر دیا ہے، یہ بھی فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ کر دیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے صحابۂ کرام اور معزز اقارب تک یہ حکم ربانی پہنچاتے ہوئے حضرت علی کو طلب فرمایا اور حکم فرمایا کہ تمہارے پاس جو کچھ بھی ملکیت میں ہو، لے آؤ۔ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ایک زرہ، ایک گھوڑا اور ایک تلوار یہی میرا کل اثاثہ ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: تلوار اور گھوڑا جہاد کے سامان ہیں، ہاں زرہ کو فروخت کر کے لے آؤ۔ حضرت علی نے زرہ کو حضرت عثمان سے چار سو مثقال چاندی کے عوض فروخت کیا اور اس کی قیمت لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت عثمان نے وہ زرہ خرید کر پھر حضرت علی کو نذر کر دی۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وصحبہ وبارک وسلم نے اسی چار سو مثقال چاندی کو حضرت فاطمہ کا مہر قرار دیا اور زبان وحی ترجمان سے ایک بلیغ خطبۂ نکاح ارشاد فرمایا پھر عقد نکاح مکمل کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت فاطمہ نے یہ عرضداشت خدمت اقدس میں پیش کرائی کہ مؤمن خواتین کا مہر بھی درہم ودینار ہو تو حضور کی صاحبزادیوں کے لئے وجہ امتیاز کیا ہوگا؟ حضور نے ارشاد فرمایا: تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ حضرت فاطمہ نے عرض کی کہ اگر میرے مہر میں حضور کی امت کی شفاعت رکھی جائے تو یہ ایک ممتاز مہر ہوگا۔ چونکہ یہ معاملہ دربار رب العزت سے وابستہ تھا ،حضور نے قدرے تامل فرمایا۔ ایک ساعت کے بعد حضرت خاتون جنت کی عرض داشت بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوئی اور حکم ربانی کے مطابق حضور نے عقد فرمایا۔ حضور کا خطبۂ نکاح ''حصن حصین'' وغیرہ جیسی کتابوں میں منقول ہے۔ اگر تمہیں خواہش ہو تو ان کتابوں کی طرف رجوع کرو۔

معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں شفاعت سے مراد ''شفاعت کبریٰ'' نہیں ہے۔ کیونکہ شفاعت کبریٰ حضور انور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ وہ شفاعت کبریٰ ہے جس کا اظہار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اخیر میں فرمائیں گے جب اہل محشر، قیامت کی ہلاکت خیزیوں سے گذر کر شفاعت کے لئے حضرات انبیائے کرام کی خدمت میں باری باری عرض کریں گے اور حضرات انبیائے کرام اپنی بعض ظاہری لغزشوں کی بنا پر عذر پیش کریں گے۔ آخرکار ساری امتیں سرور کائنات فخر موجودات روحی فداہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے حضور پیش ہوں گی۔ حضور فرمائیں گے کہ ہاں! یہ میری ذمہ داری ہے۔ حضور، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے۔ حضرت جبرئیل امین براق لے کر حاضر خدمت ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم براق پر سوار ہو کر عرش معلیٰ کے سائے تلے ''مقام محمود'' پر تشریف لے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد ایسے الفاظ میں فرمائیں

گے کہ حضور خود فرماتے ہیں: ابھی اس حمد کے الفاظ میرے حاشیۂ خیال میں نہیں ہیں، پھر بارگاہ رب العزت میں شفاعت کے لئے عرض کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جگہ بہ جگہ شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں:

"وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوداً". [بنی اسرائیل:۷۹] اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو۔ یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے گا جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

"وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى". [والضحیٰ:۵] اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اس وعدے کے مطابق اللہ رب العزت، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی عرضداشت قبول فرمائے گا اور فرمائے گا کہ آپ میدان محشر میں جاؤ۔ میں خود اپنی عظمت وقدرت کا مظاہرہ اہل محشر کے حساب و کتاب میں فرماؤں گا۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم میدان محشر میں تشریف لائیں گے۔ اس کے بعد اللہ رب العزت عرش سے نزول اجلال فرمائے گا اور پھر لوگوں کا حساب و کتاب ہوگا اور اس شفاعت کبریٰ میں حضور اقدس خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہوگا۔ اس لئے حضرت خاتون جنت کے مہر میں جو شفاعت رکھی گئی ہے، اس سے مراد شفاعت صغریٰ ہے جس کا آغاز حساب و کتاب کے بعد ہوگا اور اس شفاعت صغریٰ کے مراتب و درجات ہیں جو حدیث اور سیرت کی مستند کتابوں میں ذکر ہیں۔ حضرت شاہ محدث عبدالعزیز دہلوی کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب نے محشر کے حالات اپنے رسالہ "حشریہ" میں خوب تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔ اس رسالے میں وہ لکھتے ہیں کہ شفاعت صغریٰ میں سب سے زیادہ دخیل حضرات اہل بیت ہوں گے۔ حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ

وبارک وسلم کی سب سے چہیتی اولاد ہیں۔انہوں نے اگر اپنے مہر میں شفاعت طلب کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی خاطر داری کے لئے یہ عرضداشت قبول فرمائی، اس میں حیرت کی کیا بات ہے کہ متعصب حضرات اس پر معترض ہوتے ہیں اور مصنف کتاب پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔﴿۲﴾

حضرت خاتون جنت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال سنیچر کی رات ۳ر رمضان المبارک ۱۱ھ میں ہوا۔حصول ثواب کی غرض سے اس ناتواں نے آپ کے سانحۂ وصال کے تعلق سے چند قطعات نظم کئے ہیں ؎

۱-زاہل بیت نبی سیدہ حزیں بے حد　بگشتہ از راس اولیں احمد
۲-فتادہ پس از فراق بیحد　فرق زہراء بہ پایہ احمد
۳-زہراء چوں غم رفت از حد پدر　رسیدہ سراو بصدر پدر

۱- حضرات اہل بیت میں سے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے حد رنجیدہ ہو کر پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے سرہانے جا کر بیٹھ گئیں۔
۲- فراق کا رنج بے حد سہنے کے بعد حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیشانی احمد مصطفیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے قدموں میں جا لگی۔
۳- جب حضرت زہراء کے لئے اپنے والد ماجد کی رحلت کا غم حد سے سوا ہو گیا تو ان کا سر والد ماجد کے سینے سے جا لگا۔

اصح روایت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے چھ مہینہ بعد حضرت خاتون جنت کا وصال ہوا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے خود ارشاد فرمایا تھا:

"اِنَّکِ اَوَّلُ اَھۡلُ بَیۡتِی لُحُوقاً بِیۡ فَاتَّقِی اللّٰہَ وَاصۡبِرِیۡ فَاِنَّہٗ نِعۡمَ السَّلَفُ اَنَا لَکِ." میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملاقات کرو گی تو اللہ

سے ڈرتی رہو اور صبر اختیار کرو، کیونکہ میں تمہارے لئے بہترین پیش رو ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے بعد اخیر ایام حیات تک حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کبھی ہنسی طاری نہ ہوئی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے دن حضرت فاطمہ زہراء پر بہت شدید غم طاری تھا جو آپ کے چہرے سے نمایاں تھا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے آپ کے کان میں ایک بات کہی جس سے آپ کے چہرے پر بشاشت کے آثار نمایاں ہوئے بعد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بارے میں استفسار کیا تو حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: مجھے حضور کی جدائی کا بے حد غم تھا۔ حضور نے سرگوشی کے انداز میں مجھ سے فرمایا کہ میرے اہل خانہ میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔

[وقت وصال] حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک ۲۸ رسال تھی۔ آپ کی وصیت کے مطابق امیر المومنین مولائے کائنات علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا۔ حضرات حسنین کریمین پانی بھر بھر کر لے جاتے اور ڈالتے۔ حضرت علی اور ایک روایت کے مطابق حضرت عباس نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ جنت البقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فضل بن عباس آپ کی قبر میں اترے۔ آپ کے مزار مبارک کا نشان جالی کے اندر حضور کے روضۂ اقدس کے اندرونی احاطہ کے باہر تھا لیکن معتبر روایت یہی ہے کہ حضرت خاتون جنت، جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین صاحبزادے: ۱۔حضرت حسن، ۲۔حضرت حسین، ۳۔حضرت محسن اور تین صاحبزادیاں: ۱۔رقیہ، ۲۔زینب، ۳۔ اور ام کلثوم تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن اجمعین۔

حضرت محسن اور رُقیہ کا کمسنی میں وصال ہوگیا۔حضرت زینب کا عقد حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کے ہمراہ ہوا اور حضرت اُمّ کلثوم کا نکاح حضرت عمر کے ہمراہ ہوا لیکن ان کی اولادیں باقی نہ رہیں۔آپ کی نسل صرف حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ذریعہ باقی رہی۔

....

حواشی

اُس بتول جگر پارۂ مصطفےٰ حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

﴿۱﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس معنی کی یہ حدیث منقول ہے: ''عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: اِنَّمَا سُمِّيَتْ فَاطِمَةُ فَاطِمَةَ لِاَنَّ اللّٰه تَعَالیٰ فَطَمَهَا مَنْ اَحَبَّهَا مِنَ النَّارِ [فضائل فاطمۃ الزہراء لابی عبداللہ الحاکم،۱/۲۷] حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسم گرامی فاطمہ اس لئے تجویز ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے محبت رکھنے والوں کو جہنم سے محفوظ رکھا ہے۔

﴿۲﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت منقول ہے: ''اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلَا تَرْضِيْنَ اَنْ تَكُوْنِی سَيِّدَةَ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَابْنَيْكِ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.'' [مختصر زوائد مسند البزار،۲/۶۸۱]

ان کے علاوہ یہ حدیث متعدد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔خاص روایت اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے۔ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس [فضائل صحابۃ للامام احمد بن حنبل،۲/۶۴۷]، حضرت محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان سے مقطوعاً [فضائل فاطمہ لابن شاہین،۱/۲۳]، حضرت یحییٰ بن جعدۃ [المطالب العلیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ،۴/۱۲۲] سے بھی مروی ہے۔اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک جامع روایت کا متن پیش کرتا ہوں:

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ :اِجْتَمَعْنَ نِسَآءُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُغَادِرْ مِنْھُنَّ اِمْرَاَۃٌ فَجَآءَ تْ فَاطِمَۃُ کَاَنَّ مِشْیَتَھَا مِشْیَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ،فَقَالَ:مَرْحَبًا بِابْنَتِیْ ثُمَّ اَجْلَسَھَا عَنْ شِمَالِہٖ ثُمَّ اِنَّہٗ اَسَرَّ اِلَیْھَا حَدِیْثًا فَبَکَتْ فَاطِمَۃُ ثُمَّ اِنَّہٗ سَارَّھَا فَضَحِکَتْ اَیْضًا فَقُلْتُ لَھَا:مَایُبْکِیْکِ؟قَالَتْ: مَاکُنْتُ لِاُفْشِیَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ،فَقُلْتُ:مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ فَرْحًا اَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ،فَقُلْتُ لَھَا حِیْنَ بَکَتْ:"اَخَصَّکِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحَدِیْثٍ دُوْنَنَا ،ثُمَّ تَبْکِیْنَ ؟ وَسَاَلْتُھَا عَمَّا قَالَ، فَقَالَتْ: مَاکُنْتُ لِاُفْشِیَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ،حَتّٰی اِذَا قُبِضَ سَاَلْتُھَا عَمَّا قَالَ،فَقَالَتْ: اِنَّہٗ کَانَ یُحَدِّثُنِیْ اَنَّ جِبْرَائِیْلَ کَانَ یُعَارِضُہٗ بِالْقُرْاٰنِ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَرَّۃً وَاِنَّہٗ عَارَضَہٗ بِہِ الْعَامَ مَرَّتَیْنِ وَلَا اُرَاہُ اِلَّا قَدْ حَضَرَ اَجَلِیْ وَاِنَّکِ اَوَّلُ اَھْلِیْ لُحُوْقًا بِیْ وَنِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَکِ فَبَکَیْتُ ثُمَّ اِنَّہٗ سَارَّنِیْ فَقَالَ: "اَلَا تَرْضِیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَۃَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوْ نِسَآءِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ فَضَحِکْتُ لِذٰلِکَ." [صحیح مسلم،۴/۱۹۰۵،سنن ابن ماجہ،۱/۵۱۸،مُصَنَّف ابن ابی شیبہ،۷/۲۶۹،مسند اسحاق بن راہویہ،۵/۸،مسند امام احمد بن حنبل،۶/۲۸۲،مسند ابویعلیٰ،۱۲/۱۱۱،المعجم الکبیر للطبرانی،۲۲/۴۲۰،دلائل النبوۃ،۶/۳۶۴،سنن نسائی،۵/۹۶،فضائل الصحابۃ للنسائی،۱/۷۷،فضائل فاطمۃ لابی عبداللہ الحاکم،۱/۱۲۰،کنز العمال،۱۳/۶۷۶]

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ساری ازواج طیبات حضور کی خدمت اقدس میں جمع ہو گئیں ۔کوئی باقی نہ رہا کہ اسی دوران حضرت فاطمہ تشریف لے آئیں ۔ان کی چال ایسی تھی جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رواں دواں ہوں۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:میری بیٹی کو خوش آمدید!پھر انہیں اپنے بائیں جانب بٹھایا،اس کے بعد سرگوشی کے انداز میں حضور نے ان سے کوئی بات فرمائی جسے سن کر فاطمہ رو پڑیں،پھر ان سے رازداری کے انداز میں کچھ ارشاد فرمایا تو حضرت فاطمہ ہنس پڑیں۔تب میں نے ان سے کہا:فاطمہ! آپ کیوں

روئیں؟ حضرت فاطمہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راز فاش نہیں کر سکتی۔ [حضرت عائشہ فرماتی ہیں:] میں نے اپنے دل میں کہا: میں نے آج کی طرح کبھی خوشی کو غم سے اتنا زیادہ قریب نہ دیکھا۔ جب میں نے فاطمہ کو روتے دیکھا تو ان سے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص طور سے آپ کو رازدارانہ گفتگو سے مشرف فرمایا جس میں ہمیں بھی شریک نہ رکھا[ایسی ممتاز نوازش کے بعد بھی] آپ رو رہی ہیں؟ اور پھر میں نے فاطمہ سے جاننا چاہا کہ حضور نے ان سے کیا فرمایا۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا: مجھے یہ زیبا نہیں کہ میں حضور کے راز ظاہر کروں۔ یہاں تک جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے فاطمہ سے دریافت کیا کہ حضور نے ان سے کیا فرمایا تھا، تب حضرت فاطمہ نے ارشاد فرمایا: حضور مجھ سے یہ بیان فرما رہے تھے کہ جبرائیل ہر سال مجھ سے ایک مرتبہ قرآن حکیم کا دور فرماتے، اس سال انہوں نے مجھ سے قرآن حکیم کا دو دور کیا۔ اس کی وجہ مجھے صرف یہ سمجھ میں آتی ہے کہ میرا آخری وقت قریب آ پہنچا ہے، اور میرے وصال کے بعد میرے افراد خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آملوگی اور میں تمہارے لئے بہترین پیش رَو ہوں۔ یہ سن کر میں رو پڑی، پھر حضور نے مجھ سے رازدارانہ انداز میں فرمایا: کیا تمہیں یہ بات خوش نہیں آتی کہ تم ساری مومن عورتوں یا اس امت کی ساری عورتوں کی سردار ہو، اسے سن کر میں ہنس پڑی۔

﴿۳﴾ یہ حدیث کثیر صحابۂ کرام سے مروی ہے لیکن حضرت ابو سعید خدری اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کے خاص راوی ہیں جن سے یہ روایت کثیر کتب حدیث میں منقول ہے۔ ان کے علاوہ حضرت علی، حضرت عمر بن خطاب[المعجم کبیر للطبرانی، ۳/ ۳۵]، حضرت عبد اللہ بن عمر[سنن ابن ماجہ، ۱/ ۴۴، معجم ابن الاعرابی، ۳/ ۱۰۷۹]، حضرت ابو ہریرہ[سنن نسائی، ۷/ ۴۵۵]، حضرت مسلم بن یسار انصاری[الشریعۃ للآجری، ۵/ ۲۱۳۸]، حضرت عبد اللہ بن عباس [الشریعۃ للآجری، ۵/ ۲۱۴۱]، امام زین العابدین علی بن حسین[المعجم الاوسط للطبرانی، ۱/ ۱۱۷] حضرت براء بن عازب[المعجم الاوسط للطبرانی، ۴/ ۳۲۵]، حضرت اسامہ بن زید[المعجم الاوسط، ۵/ ۲۴۲] حضرت سفیان بن عیینہ عن علی بن علی الہلالی عن ابیہ[المعجم الاوسط، ۶/ ۳۲۷]، حضرت حارث[المعجم الکبیر للطبرانی، ۳/ ۳۶]، حضرت

ابو ہریرہ[المعجم الکبیر،۳/۳۶]،حضرت جابر بن عبد اللہ [المعجم الکبیر،۳/ ۳۹]،حضرت معاویہ بن قرۃ عن ابیہ[المعجم الکبیر،۳/۳۹]،حضرت مالک بن الحویرث اللیثی عن ابیہ عن جدہ[المعجم الکبیر،۱۹/۲۹۲]، حضرت انس بن مالک[مشیخۃ الآبنوسی،۲/ ۹۷]،حضرت عائشہ صدیقہ [کنز العمال،۱۱/۷۵۶] ،حضرت ابورمثہ[کنز العمال،۱۲/۱۲۱]رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

''سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ'' کے ساتھ مختلف اضافات بھی ہیں۔میں ممکنہ طور پر ان متون حدیث کو یہاں جمع کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت وہی ہے جسے حضرت مصنف نے پیش کیا ہے[مصنف ابن ابی شیبۃ،۶/ ۳۷۸]ان کے علاوہ چند متون یہ ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَفَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَآئِھِمْ/ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اِلَّا مَاکَانَ لِمَرْیَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ۔''[فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبل،۲/۷۷۱]حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔صرف حضرت مریم بنت عمران کا استثنا ہے کہ ان کے مراتب ان کے ساتھ خاص ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت:''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاَبُوْھُمَا خَیْرٌ مِنْھُمَا''[سنن ابن ماجہ،۱/۴۴]حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والد ماجد[حضرت علی]ان دونوں سے بہتر ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت: ''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اِلَّا اِبْنَی الْخَالَۃِ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ وَیَحْیٰی بْنِ زَکَرِیَّا''[سنن نسائی،۷/ ۳۱۸]حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں صرف ان کی خالہ کے بیٹوں حضرت عیسیٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کا استثنا ہے کہ وہ دونوں ان سے افضل ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا۔''[المعجم الاوسط،۵/۲۴۲]حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔اے اللہ!میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں،تو بھی ان دونوں کو اپنا محبوب بنالے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت: "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوْھُمَا اَفْضَلُ مِنْھُمَا" [مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶/ ۳۷۸] حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان دونوں کے والد ماجد ان سے افضل ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت: "قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِفَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا: وَاللّٰہِ مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَوَلَدَ الْاَنْبِیَاءَ غَیْرِیْ وَاِنَّ اِبْنَیْکِ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا اِبْنَیِ الْخَالَةِ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی". [المعجم الکبیر، ۳/ ۳۶] حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: میرے علاوہ سارے نبیوں کی اولاد نبی ہوتی ہے، اور تمہارے دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ صرف میری خالہ کے دو صاحبزادوں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کا استثنا ہے کہ یہ ان دونوں سے افضل ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت: "اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ وَاٰدَمُ تَحْتَ لِوَآئِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَاَبُوْکِ سَیِّدُ کُھُوْلِ الْعَرَبِ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ شَبَابِ اَھْلِ الْعَرَبِ وَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا اِبْنَیِ الْخَالَةِ یَحْیٰی وَعِیْسٰی" رَوَاہُ اِبْنُ عَسَاکِرَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا." [کنز العمال، ۱۱/ ۷۵۶] میں بنی آدم کا سردار ہوں اور میں اسے بطور فخر نہیں کہتا اور قیامت کے دن حضرت آدم پرچم تلے ہوں گے اور میں اسے بطور فخر نہیں کہتا اور تمہارے والد [حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ] عربی دراز عمر والوں کے سردار ہیں اور علی عربی جوانوں کے سردار ہیں اور حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں، صرف میرے خالہ کے دو بیٹوں حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا کا استثنا ہے کہ یہ، ان دونوں سے افضل ہیں۔

اخیر میں اس مفہوم کی اس روایت کا متن پیش کرتا ہوں جس میں حضرات اہل بیت کے چند خصائص کا بھی تذکرہ ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ حضرت خاتون جنت اور ان کے شہزادگان والا تبار حضرات امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی توجہات عالیہ سے دونوں

جہان میں اس گناہگار کو سرفراز فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔حدیث:

”حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيِّ الْمَكِّي الْهِلَالِيُّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ :دَخَلْتُ عَلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَكَاتِهِ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهَا فَاِذَا فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا عِنْدَ رَاْسِهِ ،قَالَ: فَبَكَتْ حَتّٰى اِرْتَفَعَ صَوْتُهَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرْفَهُ اِلَيْهَا فَقَالَ: حَبِيْبَتِيْ فَاطِمَةُ ! مَا الَّذِيْ يُبْكِيْكِ؟ فَقَالَتْ :اَخْشَى الضَّيْعَةَ مِنْ بَعْدِكَ ،فَقَالَ : يَا حَبِيْبَتِيْ! اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِطَّلَعَ اِلىٰ الْاَرْضِ اِطِّلَاعَةً فَاخْتَارَ مِنْهَا اَبَاكِ فَبَعَثَ بِرِسَالَتِهِ ثُمَّ اِطَّلَعَ اِطِّلَاعَةً فَاخْتَارَ مِنْهَا بَعْلَكِ وَاَوْحىٰ اِلَيَّ اَنْ اُنْكِحَكِ اِيَّاهُ ،يَا فَاطِمَةُ ! وَنَحْنُ اَهْلُ بَيْتٍ قَدْ اَعْطَانَا اللّٰهُ سَبْعَ خِصَالٍ لَمْ يُعْطَ اَحَدٌ قَبْلَنَا وَلَا يُعْطىٰ اَحَدٌ بَعْدَنَا : اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاَكْرَمُ النَّبِيِّيْنَ عَلىٰ اللّٰهِ وَاَحَبُّ الْمَخْلُوْقِيْنَ اِلىٰ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَنَا اَبُوْكِ وَ وَصِيِّيْ خَيْرُ الْاَوْصِيَاءِ وَاَحَبُّهُمْ اِلىٰ اللّٰهِ، وَهُوَ بَعْلُكِ وَشَهِيْدُنَا خَيْرُ الشُّهَدَاءِ وَاَحَبُّهُمْ اِلىٰ اللّٰهِ وَهُوَ عَمُّكِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ عَمُّ اَبِيْكِ وَعَمُّ بَعْلِكِ وَمِنَّا مَنْ لَهُ جَنَاحَانِ اَخْضَرَانِ يَطِيْرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ حَيْثُ شَاءَ وَهُوَ اِبْنُ عَمِّ اَبِيْكِ وَاَخُوْ بَعْلِكِ وَمِنَّا سِبْطَا هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهُمَا اِبْنَاكِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوْهُمَا وَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ خَيْرٌ مِنْهُمَا. يَا فَاطِمَةُ ! وَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ اَنَّ مِنْهُمَا مَهْدِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِذَا صَارَتِ الدُّنْيَا هَرْجًا وَّمَرْجًا وَتَظَاهَرَتِ الْفِتَنُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَاَغَارَ بَعْضُهُمْ عَلىٰ بَعْضٍ فَلَا كَبِيْرَ يَرْحَمُ صَغِيْراً وَّلَا صَغِيْرَ يُوَقِّرُ كَبِيْراً فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عِنْدَ ذٰلِكَ مِنْهُمَا مَنْ يَفْتَتِحُ حُصُوْنَ الضَّلَالَةِ وَقُلُوْبًا غُلْفًا يَقُوْمُ بِالدِّيْنِ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ كَمَا قُمْتُ بِهِ فِي اَوَّلِ الزَّمَانِ وَيَمْلَاءُ الدُّنْيَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْراً. يَا فَاطِمَةُ ! لَا تَحْزَنِيْ وَلَا تَبْكِيْ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَرْحَمُ بِكِ وَاَرْءَفُ عَلَيْكِ مِنِّيْ وَذٰلِكَ لِمَكَانِكِ مِنِّيْ وَمَوْضَعِكِ مِنْ قَلْبِيْ وَ زَوَّجَكِ اللّٰهُ زَوْجَكِ وَهُوَ اَشْرَفُ اَهْلِ بَيْتِكِ حَسَبًا

وَاَكْرَمُكُمْ مَنْصَبًا وَاَرْحَمُهُمْ بِالرَّعِيَّةِ وَاَعْدَلُهُمْ بِالسَّوِيَّةِ وَاَبْصَرُهُمْ بِالْقَضِيَّةِ وَقَدْ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ اَنْ تَكُوْنِيْ اَوَّلَ مَنْ يَلْحَقُنِيْ بِيْ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ".

قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَبْقَ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَابَعْدَهٗ اِلَّا خَمْسَةً وَّسَبْعِيْنَ يَوْمًا حَتّٰى اَلْحَقَهَا اللّٰهُ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ." [المعجم الکبیر للطبرانی،۳/ ۵۷]

حضرت سفیان بن عیینہ، حضرت علی بن علی مکی ہلالی کے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ مرض وصال میں تھے۔اس وقت حضرت فاطمہ، حضور کے سرہانے تھیں، راوی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اچانک رونے لگیں یہاں تک کہ ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ ان کی طرف اٹھائی اور فرمایا: میری چہیتی فاطمہ! تم کیوں رو رہی ہو؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا: آپ کے بعد مجھے ہلاکت و بربادی کا اندیشہ ہے۔تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری پیاری! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ اس روئے زمین کی جانب توجہ فرمائی تو پوری روئے زمین میں سے تمہارے باپ کو منتخب فرمایا تو تمہارا باپ اس کا رسول بنا کر مبعوث کیا گیا، پھر ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی تو تمہارے شوہر کو منتخب فرمایا اور مجھے بذریعہ وحی حکم فرمایا کہ میں تمہارا نکاح علی سے کردوں۔اے فاطمہ! ہم اہل بیت کو اللہ تعالیٰ نے سات ایسی خصوصیتوں سے نوازا ہے جو نہ ہم سے پہلے کسی کو دی گئیں اور نہ ہمارے بعد کسی کو عطا ہوں گی۔میں نبیوں کا خاتم اور سارے نبیوں میں اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ معزز ہوں۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ساری مخلوق سے زیادہ میں محبوب ہوں اور میں تمہارا باپ ہوں اور میرا وصی بہترین وصی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت محبوب ہے اور وہ تمہارا شوہر ہے اور ہمارا شہید، شہیدوں میں سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت محبوب ہے اور وہ تمہارے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب ہیں، وہ تمہارے باپ کے بھی چچا ہیں اور تمہارے شوہر کے بھی۔ہم میں ایک ایسا فرد بھی ہے جس کے

دو سبز بازو ہیں، وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتا ہے، اڑ کے پہنچ جاتا ہے۔ وہ تمہارے باپ کا چچازاد بھائی اور تمہارے شوہر کا بھائی [حضرت جعفر طیار] ہے۔ اور ہم میں اس امت کے سبطین ہیں اور وہ تمہارے دونوں بیٹے حسن و حسین ہیں اور وہ دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور اس ذات گرامی کی قسم جس نے مجھے دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ان دونوں کا باپ [حضرت علی] ان دونوں سے بہتر ہے۔ اے فاطمہ! اس ذات گرامی کی قسم جس نے مجھے دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ان دونوں سبطین کی نسل سے اس امت کے مہدی کا ظہور ہوگا۔ جب یہ دنیا فساد و اضطراب کا شکار ہو جائے گی، فتنے خوب نمایاں ہو جائیں گے، رہزنی عام ہو جائے گی، لوگ ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جائیں گے، نہ بڑا چھوٹے پر رحم کرے گا اور نہ چھوٹا بڑوں کی توقیر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس وقت ان سبطین کی نسل سے اسے بھیجے گا جو ضلالت کے قلعے فتح کرے گا، بند دلوں کی گرہیں کھولے گا اور دین کو اس آخری زمانے میں ویسے ہی نافذ کرے گا جیسے میں نے اسے اسلام کے ابتدائی زمانے میں نافذ کیا تھا۔ دنیا جس طریقے سے ظلم و جبر سے بھری ہوئی تھی، اسی طرح عدل و انصاف سے آباد ہو جائے گی۔ اے فاطمہ! تم حزن و ملال اور آہ بکا کا مظاہرہ نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے اور مجھ سے زیادہ تم پر شفیق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہیں میری بارگاہ میں قرب خاص اور میرے دل میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا عقد تمہارے شوہر [حضرت علی] کے ساتھ فرمایا جو تیرے گھرانے میں حسب کے اعتبار سے نہایت اشرف اور منصب کے اعتبار سے نہایت معزز ہے، جو رعایا پر نہایت شفیق اور رحم دل، ان کے ساتھ نہایت انصاف پرور، اور ان کے قضایا فیصل کرنے میں نہایت باشعور ہے۔ میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ میرے گھرانے میں عالم آخرت میں سب سے پہلے تم مجھ سے آملو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صرف ستاون دن حیات رہیں، یہاں تک اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی حضور کے پاس بلالیا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

﴿۴﴾ نورالعارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ ''سراج العوارف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اہل جنت میں تمام عورتوں میں سب سے افضل حضرت فاطمہ، خدیجہ، عائشہ، مریم اور آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔ ''قسطلانی'' میں شیخ تقی الدین کا مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت عائشہ اور ایک طبقے نے حضرت عائشہ کو سب سے افضل بتایا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ عائشہ کا فضل دیگر عورتوں پر ایسا ہے جیسا ثرید کا فضل دوسرے کھانوں پر اور ایک گروہ نے حضرت خدیجہ کو فضیلت دی ہے کہ آپ ہی سب سے پہلے حضور پر ایمان لائیں۔ ایک قوم حضرت مریم کو سب سے افضل بتاتی ہے کہ ارشاد ربانی ہے: '' یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَہَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ . '' [آل عمران:۴۲] اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا] لیکن ان میں سے کوئی دلیل قطعی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو افضل جانیں اور ایک دوسرے کی فضیلت پر کوئی کلام نہ کریں۔'' [سراج العوارف، ص ۵۳]

﴿۵﴾ معجم طبرانی اور کنز العمال وغیرہ میں اس روایت حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَۃَ مِنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَاشْھَدُوْآ اَنِّیْ قَدْ زَوَّجْتُہٗ عَلٰٓی اَرْبَعَۃِ مِاَۃِ مِثْقَالِ فِضَّۃٍ اِنْ رَضِیَ بِذٰلِکَ عَلِیٌّ ثُمَّ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِطَبَقٍ مِنْ بُسْرٍ ثُمَّ قَالَ: اِنْتَھِبُوْا، فَانْتَھَبْنَا وَدَخَلَ عَلِیٌّ فَتَبَسَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْھِہٖ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَکَ فَاطِمَۃَ عَلٰٓی اَرْبَعَۃِ مِاَۃِ مِثْقَالِ فِضَّۃٍ، اَرَضِیْتَ بِذٰلِکَ؟ فَقَالَ: قَدْ رَضِیْتُ بِذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَکُمَا وَاَسْعَدَ جَدَّکُمَا وَبَارَکَ عَلَیْکُمَا وَاَخْرَجَ مِنْکُمَا کَثِیْراً طَیِّباً''. قَالَ اَنَسٌ: فَوَاللّٰہِ لَقَدْ اَخْرَجَ مِنْھُمَا الْکَثِیْرَ الطَّیِّبَ.'' [المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۰/۱۹۴، کنز العمال للمتقی، ۳۶۸۹۱، ۱۱/۲۰۴]

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی ابن ابی طالب سے کر دوں۔ لہٰذا تم سب گواہ رہو کہ میں نے فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ چار سو مثقال چاندی کے عوض کر دیا اگر علی اس سے راضی ہوں۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ایک طبق کھجوریں منگائیں اور فرمایا: لوٹ لو۔ لہٰذا ہم سب نے وہ کھجوریں لوٹ لیں۔ اس کے بعد حضرت علی داخل ہوئے تو سرکار متبسم ہوئے اور فرمایا: اے علی! مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ میں فاطمہ کا عقد تمہارے ساتھ چار سو مثقال چاندی کے عوض کر دوں، تو کیا تم اس سے راضی ہو؟ حضرت علی نے عرض کیا: میں راضی ہوں یا رسول اللہ! پھر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے باہمی معاملات متحد رکھے اور تمہارا نصیبہ سعادت مآب کرے اور تم دونوں پر برکتوں کا نزول فرمائے اور تم دونوں سے کثیر پاکیزہ نسل جاری فرمائے۔ حضرت انس فرماتے ہیں: بخدا! اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے کثیر پاکیزہ نسل جاری فرمائی۔

﴿۶﴾ سیدتنا وسیدۃ النساء خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر کے بارے میں مذکورہ بالا روایت نہیں ملی۔ یہ متعین ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت خاتون جنت کا مہر متعین فرمایا۔ روایات مختلف ہیں کہ اس مہر اقدس کی مقدار کیا تھی اور وہ کون سی چیز تھی؟ لیکن یہ طے ہے کہ وہ مال کی قسم کی چیز تھی۔ رہ گئی بات شفاعت کی تو خاتون جنت کے ادنیٰ غلاموں اور باوفا کنیزوں کو بھی ان شاء اللہ تعالیٰ خاتون جنت کے غبار قدم کے صدقے میں کل قیامت میں شفاعت صغریٰ کا منصب عطا ہوگا۔ اس لئے ان کی ذات کریم کے ساتھ غیر منقول روایت درج کرنا بڑی جرأت ہے، وہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا قول بنا کر جبکہ اس کی اصل نہیں ملتی اور نہ اس کا کوئی حوالہ مولانا صاحب نے ذکر فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مہر اقدس حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں جو مختلف روایات منقول ہیں، ان کی تطبیق پیش کرتے ہوئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری

قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''مہر اقدس سیدۃ النساء بتول زہراء صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہا الکریم وعلیہا وسلم میں روایات بظاہر مختلف ہیں، مگر بتوفیق اللہ تعالیٰ ان سب میں تطبیق بر وجہ نفیس و دقیق حاصل ہے۔ فاقول وباللہ التوفیق:

اس بارے میں روایات مستندہ معتد بہا تین ہیں:

۱- اول یہ کہ مہر مبارک درم و دینار نہ تھے بلکہ ایک زرہ کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت امیر المومنین مولیٰ المسلمین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی، وہی مہر میں دی گئی۔

۲- دوم: چار سو اسّی درہم تھے۔

۳- سوم: چار سو مثقال چاندی

ان کے سوا جو اقاویل مجہولہ ہیں کہ پانسو درہم مہر تھا یا چالیس مثقال سونا یا انیس مثقال ذہب، سب بے اصل ہیں۔ اب بتوفیقہ تعالیٰ توفیق سنئے۔ پہلی دو روایتوں میں وجہ تطبیق ظاہر ہے کہ مہر میں زرہ دی کہ چار سو اسّی کو بکی۔ اب چاہے زرہ کہیے خواہ اتنے درم۔ حافظ محبّ الدین احمد بن عبد اللہ طبری نے دونوں روایات میں اسی طرح توفیق کی، اور روایت ثالثہ سے ان کی توفیق یوں ہے کہ حدیث زرہ کو ہمارے علمائے کرام نے مہر معجّل پر محمول فرمایا جو وقت زفاف اقدس ادا کیا۔ ملا علی قاری اور محقق علی الاطلاق نے اسی کو بیان فرمایا کہ اہل عرب کی عادت یہی تھی کہ دخول سے قبل، کچھ مہر ضرور ادا کرتے تھے، یہاں تک کہ ایسی ہی روایت کی بنیاد پر بعض ائمہ کا مسلک یہی ہے کہ مہر معجّل ہونا ضروری ہے۔ پس حاصل یہ قرار پایا کہ اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس واقع ہوا، چار سو مثقال چاندی تھی ولہٰذا علمائے سیر نے اس پر جزم فرمایا...... مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے اور یہاں کا روپیہ سوا گیارہ ماشے تو چار سو مثقال کے پورے ایک سو ساٹھ روپے [ایک کلو چھ سو سرسٹھ گرام چاندی] ہوئے۔'' [فتاویٰ رضویہ، ۵/۴۹۲-۴۹۷ ملخصاً/ جامع الاحادیث، ۲/۳۱۱-۳۱۲]

حضرت مظہر العجائب والغرائب انیس النبی فی البلیات والمصائب اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ

آپ اجلۂ خلفائے راشدین اور جملہ صحابۂ کرام میں سب سے افضل ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے رشتہ داروں میں سب سے زیادہ مقرب اور حضرت خاتون جنت فاطمہ بتول کے شوہر نامدار ہیں۔ اہل بیت کے ضمن میں آپ کی فضیلت پر مشتمل آیات واحادیث مقدمہ میں بیان ہوچکیں۔ حضرات مہاجرین وانصار کی فضیلت میں قرآنی آیات کریمہ جیسے:

۞ "وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ" [التوبۃ:۱۰۰] اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے۔ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی، اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور حضرات صحابۂ کرام کی فضیلت میں وارد آیات کریمہ جیسے:

۞ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا" [الفتح:۲۹] محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع

کرتے سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل ورضا چاہتے۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی، اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو اُن میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

اور ان جیسی دوسری آیات کریمہ جو قرآن مجید میں واقع ہوئیں، ان تمام فضیلتوں میں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطور اُتم شامل ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں خاص طور سے وارد آیات کریمہ میں یہ ہے:

❁ "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُونَ. وَمَن يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُونَ." [المائدۃ:۵۵-۵۶] تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

اکثر مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر اجمالی طور سے بیان کی ہے، اس کی شان نزول نہیں بیان کی کہ فلاں خلیفہ کے حق میں یہ آیت کریمہ وارد ہوئی ہے۔ بعض مفسرین نے اس کی تفصیل یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، جبکہ آپ نے عین حالت رکوع میں ایک سائل کو اپنی انگشت شہادت سے انگوٹھی اتار کر دیدی تھی۔ بہر کیف! آیت کریمہ کی ترتیب بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ آیت کریمہ ایک ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے حالت رکوع میں صدقہ کیا ہے۔ اس تفصیلی تفسیر کے مطابق اس آیت کریمہ کا حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وارد ہونا خوب ظاہر اور

روشن ہے اور مذکورہ بالا اجمالی تفسیر کے مطابق بھی کہ آیت کریمہ حضرات صحابۂ کرام کے حق میں نازل ہوئی، حضرت مولائے کائنات علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر صحابہ کے ساتھ بدرجۂ اتم شامل ہیں۔اس آیت کریمہ کے بارے میں ائمۂ متکلمین اور محققین نے بہت تشریحی گفتگو فرمائی جو''صواعق محرقہ''اور''تحفۂ اثنا عشریہ''جیسی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ درج ہے۔اگر تم انہیں ملاحظہ کرنا چاہتے ہو تو ان کتابوں سے رجوع کرو۔

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان رفیع میں کثیر احادیث کریمہ وارد ہیں۔جو احادیث مبارکہ ابھی پیش نظر ہیں، بیان ہوتی ہیں۔

۞ "عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : خُلِقْتُ اَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ فَسَبَّحَ اللّٰهَ عَلٰى تَنَنِ الْعَرْشِ قَبْلَ اَنْ يُخْلَقَ اَبُوْ نَا اٰدَمُ بِاَلْفَيْ اَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا خُلِقَ اٰدَمُ صِرْنَا فِيْ صُلْبِهٖ ثُمَّ نَقَلْنَا مِنْ كِرَامِ الْاَصْلَابِ اِلٰى مُطَهَّرَاتِ الْاَرْحَامِ حَتّٰى صِرْنَا فِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ انْقَسَمْنَا نِصْفَيْنِ فَصَيَّرَ نَبِيٌّ فِيْ صُلْبِ عَبْدِ اللّٰهِ وَصَارَ عَلِيٌّ فِيْ صُلْبِ اَبِيْ طَالِبٍ وَ اِخْتَارَنِيْ بِالنُّبُوَّةِ وَاِخْتَارَ عَلِيًّا بِالْوِلَايَةِ وَالشُّجَاعَةِ وَالْعِلْمِ وَالْفَصَاحَةِ وَ اِشْتَقَّ لَنَآ اِسْمًا مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ فَاللّٰهُ مُحَمَّدٌ وَاَنَا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهُ عَلِيٌّ وَهٰذَا عَلِيٌّ." أَخْرَجَهُ اِبْنُ الْاَ سْبُوْعِ الْاَنْدُلُسِي فِيْ كِتَابِ الشِّفَآءِ."

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور علی دونوں ایک ہی نور سے پیدا کیے گئے تو اس نور نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ہزار ہا ہزار سال پیشتر عرش الٰہی کے سامنے اللہ کی تسبیح بیان کی۔جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ہم دونوں اُن کی صلب میں آ گئے پھر کریم صلبوں سے پاک رحموں کی طرف ہم منتقل ہوتے رہے، یہاں تک کہ ہم حضرت عبدالمطلب کی صلب پاک میں منتقل ہو گئے، پھر ہم دو حصوں

میں بٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت عبد اللہ کی صلب میں رکھا اور علی کو ابو طالب کی صلب میں۔ مجھے نبوت سے مشرف فرمایا اور علی کو ولایت خاصہ، شجاعت، علم اور فصاحت سے ممتاز فرمایا اور ہمارے نام اسمائے الٰہیہ سے مستخرج کئے۔ تو اللہ کی خوب حمد کی جاتی ہے اور میں محمد ہوں۔ اللہ بزرگ و برتر ہے اور یہ علی ہے۔ اس حدیث کی تخریج ابن اسبوع اندلسی نے اپنی کتاب ''الشفا'' میں فرمائی۔

۞ ''رُوِیَ عَنْ حَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَ نَسٍ : یَآ اَنَسُ ! اُدْعُ لِیْ سَیِّدَ الْعَرَبِ قَالَتْ عَآئِشَةُ: اَلَسْتَ سَیِّدَ الْعَرَبِ؟ قَالَ : اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَ عَلِیٌّ سَیِّدُ الْعَرَبِ فَلَمَّا جَآءَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ! اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَداً هٰذَا عَلِیٌّ فَاَحِبُّوْهُ بِحُبِّیْ وَاَكْرِمُوْهُ بِكَرَ امَتِیْ.'' اَخْرَجَهُ الطَّبَرَانِی فِی الْكَبِیْرِ.'' [المعجم الکبیر للطبرانی،۳/ ۸۸،المستدرک للحاکم،۳/ ۱۳۲،حلیۃ الاولیاء،۱/ ۶۳]

حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت انس سے ارشاد فرمایا: اے انس! ہمارے پاس سردار عرب کو بلالاؤ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میں جملہ اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں۔ حضرت علی جب حاضر بارگاہ رسالت ہوئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: اے گروہ انصار! کیا میں تمہیں ایسے شخص کی نشاندہی نہ کر دوں کہ اگر تم اس سے وابستہ رہو تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ علی ہیں، اسے دوست رکھو، کیونکہ میں اسے دوست رکھتا ہوں اور اس کی تکریم کرو، کیونکہ میں اسے معزز جانتا ہوں۔ امام طبرانی نے یہ حدیث معجم کبیر میں روایت کی۔

۞ ''عَنِ الشَّعْبِیْ قَالَ: قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَرْحَباً بِسَیِّدِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ. فَقِیْلَ لِعَلِیٍّ: فَاَیُّ شَیْءٍ مِنْ شُکْرِکَ؟ قَالَ: حَمِدْتُ اللّٰهَ تَعَالیٰ عَلیٰ مَا آتَانِی وَسَاَلْتُهُ عَلیٰ مَا آتَانِیْ وَاَنْ یَزِیْدَنِی مِمَّا اَعْطَانِیْ". [حلیۃ الاولیاء، ۱/۶۶]

حضرت امام شعبی سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: خوش آمدید سید المسلمین امام المتقین۔ حضرت علی سے عرض کیا گیا: تو آپ نے اس اعزاز کا شکر کیسے ادا کیا؟ مولائے کائنات نے فرمایا: میں موجودہ صورت حال پر اللہ کی حمد کی اور اس کے تعلق سے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا اور اور اس کی دی ہوئی نعمتوں میں اضافہ کی دعا کی۔

۞ "وَأَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ عَنْ جَابِرٍ وَّالْخَطِیْبُ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ ذُرِّیَّةَ کُلِّ نَبِیٍّ فِیْ صُلْبِهٖ وَ جَعَلَ ذُرِّیَّتِیْ فِیْ صُلْبِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ [رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ]." [المعجم الکبیر للطبرانی، ۳/۴۳، ترتیب الامالی الخمیسیۃ للشجری، ۱/۱۹۹]

امام طبرانی نے حضرت جابر سے اور خطیب نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ حدیث تخریج کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت ان کے صلب میں رکھی اور میری ذریت علی بن طالب کی صلب میں ودیعت فرمائی۔

بہت عظیم محدث حضرت شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ "احادیث متواترہ" میں یہ حدیث نقل کی ہے:

۞ "اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ وَلٰکِنْ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ." [مشکوٰۃ، ص: ۵۶۳]

اے علی! تمہارا مرتبہ میری بارگاہ میں وہی ہے جو حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ کی بارگاہ میں تھا۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں [اور حضرت ہارون نبی تھے]

کسی غزوہ میں حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جنگ میں تشریف لے جارہے تھے اور حضرت علی کو بال بچوں کی حفاظت کی خاطر گھر پر چھوڑے جارہے تھے۔ جب ملاحظہ فرمایا کہ حضرت علی اپنے گھر میں رہنے کی وجہ سے بے دل اور اداس ہورہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی وَ لٰکِنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدِیْ." [ترمذی،۲/۲۱۲] کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ تمہارا تعلق مجھ سے وہی ہو جو حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ سے تھا۔ علیہم السلام۔ ہاں! میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یعنی جیسے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون کو امت کے درمیان چھوڑ کر رب سے ہم کلامی کے لئے تشریف لے گئے تھے، میں بھی تم کو چھوڑ کر غزوہ کے لئے روانہ ہو رہا ہوں۔ فرق یہ ہے کہ حضرت ہارون نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اگر کوئی نبی ہو سکتا تو وہ تم ہوتے۔

حدیث: "اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا" [میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں] مشہور ہے۔ (۱)

حضرت علی مرتضیٰ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے اور لقب مرتضیٰ ہے۔ آپ کی ولادت مبارکہ عام الفیل کے تیس سال بعد ۱۳/رجب بروز جمعہ مکہ معظمہ میں خانۂ کعبہ کے اندر ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں۔ آپ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ایک ہاشمی کو جنم دیا۔ زیور اسلام سے آراستہ تھیں۔ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی۔ آپ کی نماز جنازہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے پڑھائی اور اپنی قمیص مبارک ان کے کفن کے لئے عنایت فرمائی پہنایا، ان کی قبر میں اترے اور تھوڑی دیر لیٹے اور پھر فرمایا:

"اِضْطَجَعْتُ فِیْ قَبْرِهَا لِاُ خَفِّفَ عَنْهَا ضَغْطَةَ الْقَبْرِ وَاَلْبَسْتُهَا لِتُلْبَسَ عَنْ ثِیَابِ الْجَنَّةِ." میں ان کی قبر میں اس لئے لیٹا تا کہ انہیں قبر کے جھٹکے سے راحت ہو اور میں نے

انہیں[کفن کے لئے] اپنا لباس اس لئے عنایت کیا تا کہ انہیں جنتی جوڑا پہنایا جائے۔﴿۲﴾

حضرت علی آٹھ یا دس سال کے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور حضرت علی بلا تاخیر فوراً ایمان لے آئے جیسا کہ خود آپ کے ان بعض رجزیہ اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

۱–مُحَمَّدُ النَّبِیُّ اَخِیُ وَصِهْرِیُ — وَحَمْزَةُ سَیِّدُ الشُّهَدَآءِ عَمِّیُ

۲–وَجَعْفَرُ الَّذِیُ اَضْحیٰ وَاَمْسٰی — یَطِیْرُ مَعَ الْمَلٰٓئِکَةِ اِبْنُ اُمِّیُ

۳–وَبِنْتُ مُحَمَّدٍ سَکَنِیُ وَ عِرْسِیُ — مَشُوْبٌ لَحْمُهَا بِدَمِیُ وَ لَحْمِیُ

۴–وَسِبْطَا اَحْمَدَ وَلَدَایَ مِنْهَا — فَاَیُّکُمْ لَهُ سَهْمٌ کَسَهْمِیُ

۵–سَبَقْتُکُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ طُرًّا — غُلَامًا مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلُمِیُ

۶–وَ اَوْجَبَ لِیُ وِلَایَتَهٗ عَلَیْکُمْ — رَسُوْلُ اللّٰهِ یَوْمَ غَدِیْرِ خُمٍ

﴿۱﴾ اللہ کے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم میرے تایازاد بھائی اور خسر ہیں اور سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا ہیں۔

﴿۲﴾ اور حضرت جعفر طیار جو صبح وشام فرشتوں کے ساتھ محو پرواز رہتے ہیں، میرے ماں شریک بھائی ہیں۔

﴿۳﴾ حضور اقدس محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی شاہزادی میری دلہن ہیں جن کا جود میرے وجود میں ضم ہے۔

﴿۴﴾ حضور احمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے دونوں نواسے میرے بیٹے ہیں جو ان کی شاہزادی کی نسل سے ہیں تو تم میں کون ہے جس کا نصیب میرے جیسا ہو۔

﴿۵﴾ میں بچوں میں تم سب سے پہلے اسلام لایا، میں اس وقت سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا۔

﴿۶﴾ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے غدیر خم کے دن میری خاطر تم پر اپنی ولایت لازم کردی۔

روضۃ الاحباب، بہجۃ المحافل اور سیر سیوطی وغیرہ کتابوں میں مذکور ہے کہ علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ اس کے ایک دن بعد یا اسی دن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا، کیونکہ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی آغوش تربیت میں تھے، جیسا کہ خود حضرت مولائے کائنات کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرمایا: "صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ قَبْلَ النَّاسِ سَبْعًا." میں نے سارے لوگوں سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ سات نمازیں ادا کیں۔

ان کے بعد زید بن حارثہ ایمان لائے جو حضرت خدیجۃ الکبری کے آزاد کردہ تھے اور ان کے بعد سیدنا صدیق اکبر ایمان لائے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ آپ نے بعثت نبوی کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی نبوت کا اقرار کیا ورنہ آپ نے پوری زندگی کبھی بت پرستی نہ کی، جب کہ دوسرے صحابۂ کرام واقعتاً ایمان لائے اور پہلے وہ مشرکانہ امور میں گرفتار تھے۔ میرے استاذ محترم مولانا محمد مبین صاحب [اللہ تعالیٰ ان کی خواب گاہ ٹھنڈی رکھے] اپنی کتاب "وسیلۃ النجاۃ" میں مستند کتابوں سے نقل کرتے ہوئے حضرت علی کے مناقب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ نے کبھی بتوں کو سجدہ نہ کیا۔ جس وقت آپ اپنی والدہ کے شکم مبارک میں تھے تو آپ کی والدہ جب بھی بتوں کو سجدہ کرنا چاہتیں، ایک تختہ کی مثل کھڑی رہ جاتیں اور ان میں سکت باقی نہ رہتی کہ بت کے آگے سرنگوں ہوں۔

بچپن میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جس وقت اپنے چچا ابو طالب کے گھر تشریف لے جاتے تو حضرت علی کی والدہ آپ کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑی ہو جاتیں۔ ابو طالب کہتے کہ اس بچے [حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وصحبہ وبارک وسلم] کی اس قدر تعظیم کیوں کرتی ہو؟ تو حضرت علی کی والدہ عرض کرتیں: میں خود اپنے ارادے سے تعظیماً کھڑی نہیں ہوتی بلکہ جو بچہ میرے شکم میں ہے، وہ مجھے بے اختیار کھڑا کر دیتا ہے۔ ابو طالب نے کہا کہ اب میں دیکھوں گا کہ تم کیسے کھڑی ہوتی ہو؟ جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تشریف لائے تو ابو طالب کی اہلیہ فاطمہ نے اپنے شوہر سے کہا: خیال رکھئے کہ اب میں کھڑی ہوتی ہوں۔ ابو طالب ایک شہ زور اور پہلوان انسان تھے۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ مضبوطی کے ساتھ اپنی اہلیہ کے دونوں شانوں پر رکھ کر انہیں دبائے رکھنا چاہا تا کہ وہ اٹھ نہ سکیں لیکن ابو طالب کی طاقت دھری کی دھری رہ گئی اور وہ اپنی اہلیہ کے دونوں شانوں کے درمیان جھول گئے اور ان کی اہلیہ کھڑی ہو گئیں۔ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم گھر میں جس طرف تشریف لے جاتے، حضرت علی مرتضیٰ اپنی والدہ کے شکم میں رہتے ہوئے حضور کی طرف رخ کر لیتے اور کبھی حضور کی جانب پشت نہ ہونے دیتے۔ حضرت علی کی والدہ حضور سے کہتیں: یا محمد [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم] آپ جس سمت جاتے ہو، میرے شکم میں موجود بچہ اپنا چہرہ اسی جانب کر لیتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے فرماتے: " کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ " اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو مکرم رکھے۔ اسی لئے اس جملہ کا دوسرے صحابۂ کرام پر اطلاق روا نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص معارضہ پیش کرے کہ حضرات صحابہ کی جو اولادیں شرف صحابیت سے مشرف ہوئیں انہوں نے بھی تمام عمر بتوں کو سجدہ نہ کیا تو یہ بات حضرت علی کی خصوصیت کیسے ٹھہری؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی شرک اور جاہلیت کے زمانے میں پیدا ہوئے اور اسی زمانے میں شعور کی عمر کو پہنچے، پھر بھی کبھی بتوں کے آگے سر نہ جھکایا۔ اس لئے بتوں کو سجدہ نہ کرنا یقیناً حضرت علی کی فضیلت اور عظیم شرف کا باعث ٹھہرے گا۔ حضرات صحابہ کرام کی اولادیں زمانۂ اسلام میں صاحبان ایمان کے گھر وجود میں آئیں اور توحید پر عامل رہیں۔ ان کا بتوں کو سجدہ نہ کرنا ان کے شرف

میں اضافہ نہ کرے گا، کیونکہ مومن کی اولاد مومن ہی ہوتی ہے۔ ان میں سے کوئی کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کرتا، اس لئے یہ بات ان کے لئے باعث فخر و شرف نہ ہوگی۔ [انتہیٰ کلامہ]

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خداداد انعامات اور عظمتوں کا اعلامیہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ قریش شدید قسم کے قحط کا شکار ہوئے۔ ابو طالب خود ہی اس وقت شکستہ حال اور کثیر العیال تھے، اس قحط کی وجہ سے ان کا معاملہ اور سخت ہوگیا۔ آخر کار حضرت عباس، جعفر طیار کو اپنے گھر لے آئے تاکہ ابو طالب پر جو بال بچوں کے خرچ کا بوجھ ہے، کچھ ہلکا ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے سایۂ کرم میں لے لیا اور اپنی آغوش رحمت میں پرورش فرمائی، یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی تصدیق نبوت اور ایمان لانے میں سارے صحابۂ کرام پر سبقت فرمائی۔ سیدنا مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی اور عملی فضائل اور حسب ونسب کی عظمتیں حد وشمار سے بالاتر ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو فضائل حاصل ہیں، ویسے فضائل کسی صحابی کو میسر نہیں۔ حضرت سعید ابن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت علی کے علاوہ کسی صحابی نے یہ نہیں فرمایا: "سلونی" مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔ ابن عساکر، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ تین سو قرآنی آیتیں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔ ﴿۳﴾

مسئلہ تفضیل میں علمائے کرام نے تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔ شیخ المحدثین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے رسالہ "تکمیل الایمان" میں اس مسئلہ کو بہت شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور حضرات صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور علمائے محققین کے اقوال نقل کر دیئے ہیں۔ اسی ذیل میں یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ مسئلہ افضلیت قطعی اور

یقینی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے۔ اگر کوئی آیت اور حدیث اس سلسلے میں وارد ہوتی تو پھر اختلاف کی گنجائش نہ ہوتی۔ بہت ساری بحثیں پیش کرنے کے بعد اس جگہ امام الحرمین کا ایک ارشاد اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ امامت وخلافت میں افضلیت شرط نہیں ہے۔ اس لئے امامت وخلافت دلیل افضلیت نہ ہوگی اور ہمارے نزدیک دوسری کوئی دلیل نہیں ہے جو قطعی ہو اور ائمہ میں ایک کی دوسرے پر فضیلت پر دلالت کرے۔ اس لئے اس راہ فضیلت کے ادراک میں عقل کا دخل نہیں ہے اور جو احادیث ان حضرات کی فضیلتوں میں وارد ہیں، وہ معارض ہیں۔ اس لئے توقف وسکوت کے سوا کوئی راہ نہیں۔

نیز حضرت شیخ، ''صواعق محرقہ'' سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ تفضیل حقیقی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے جس کی اطلاع، وحی کے علاوہ کسی دوسری راہ سے ممکن نہیں ہے اور ان سبھی حضرات کی مدحت اور تعریف میں احادیث مبارکہ وارد ہیں اور آپس میں متعارض ہیں۔ جنہیں زمانہ وحی اور احوال مبارکہ کے مشاہدے کا علم ہے، وہ قرائن وعلامات کے ذریعہ فضیلتوں کی حقیقت دریافت کرلیں گے لیکن دوسروں کو تو صرف دلیل اور مفہوم کلام پر انحصار کرنا ہوگا اور کلام کا مفہوم متعارض ہے۔

قائلین فضیلت کی دلیل ،تقلید اور اگلوں کی پیروی ہے لیکن ان حضرات کے فضائل وکمالات میں وارد احادیث واخبار کو دیکھتے ہوئے بس توقف اور سکوت ہی اختیار کرنا ہوگا۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے ''شرح عقائد نسفی'' میں بھی اسی طور سے گفتگو کی ہے۔ محقق دوانی نے ''شرح عقائد عضدیہ'' میں بھی یہی فرمایا ہے۔ محدثین کے مقتدا اور محققین کے پیشوا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے بارہ سوالات میں سے تیسرے سوال ''شیخین کی فضیلت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر ہر طور سے ہے یا بعض جہت سے؟'' کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرات شیخین کی حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر من کل الوجوہ فضیلت نہیں ہے بلکہ

علمائے محققین تحریر فرماتے ہیں کہ شیخین میں سے کسی ایک کو حضرت علی پر من کل الوجوہ فضیلت دینا محال ہے۔ اس لئے کہ حضرت علی کا میدان جہاد میں تلوار بازی اور نیزہ بازی میں، فن قضا، روایات احادیث کی کثرت، فضل ہاشمیت، مختون ہونے، خاص طور سے حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شوہر ہونے میں حضرت صدیق سے افضل ہونا قطعی ہے۔ اسی طرح قدامت اور سبقتِ اسلام اور سب سے پہلے نماز پڑھنے والا ہونے میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا بھی قطعی ہے بلکہ حضرات شیخین کا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات ساری امت میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم سے درج ذیل امور میں سب سے زیادہ مشابہہ ہونے کی وجہ سے افضل ہیں: ۱۔ زبان کی حفاظت، ۲۔ دین کی محافظت اور پاسبانی، ۳۔ فتنوں کی سرکوبی، ۴۔ شرعی احکام کی ترویج واشاعت، ۵۔ شہروں اور ملکوں میں دین اسلام کا پھیلانا، ۶۔ اسلامی تعزیرات وحدود اور سزاؤں کا قائم کرنا۔ اور یہی چیزیں خلافت کبریٰ کے مقاصد میں شامل بھی ہیں۔ اس لئے اس باب میں شیخین کی تقدیم وتفضیل پر سارے صحابۂ کرام کا اجماع تھا۔ انتہیٰ کلامہ۔

اس ناچیز کو تفضیل کے مسئلے میں کافی الجھن تھی۔ شرح مواقف، شرح مقاصد، شرح عقائد نسفی، شرح عقائد عضدی جیسی بہت ساری معتبر کتابیں دیکھیں اور علماء سے بہت سی وضاحتیں سنیں مگر کوئی ایسی قطعی برہان اور روشن دلیل جس سے دل کو مکمل تشفی ہو جائے، نہ ملی، نہ سنی۔ لیکن محدثین کے شیخ، محققین کے رہنما حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی [اللہ تعالیٰ ان کی خواب گاہ روشن رکھے] کا یہ فتویٰ جب سے نگاہ سے گذرا ہے، میرا خلجان دور اور دل مطمئن ہو گیا۔ واقعتاً حضرات شیخین کو خلافت اور حکمرانی، مملکت کے انتظام وتدبیر، کشور کشائی، کفر وضلالت کے قلعے کو منہدم کرنے، اسلام کو پھیلانے، دین متین کے احکام جاری کرنے اور مسلمانوں کی فلاح وبہبود جیسے خلافت کے معاملات میں

بلا شبہ سب پر فضیلت حاصل ہے۔.............. ﴿۴﴾ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذی الحجہ ۳۵ھ میں مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے اور ۱۹ر رمضان المبارک ۴۰ھ شب جمعہ کے اخیر حصے میں کوفہ کی مسجد کے اندر شقی ملعون ابن ملجم نے آپ کی مبارک پیشانی پر تلوار ماری۔ ۲۱ر رمضان المبارک سنیچر کی رات میں خلعت شہادت زیب تن کر کے جنت الفردوس کے باغات کی جانب محوخرام ہوئے۔ ملاّ مغربی نے آپ کی تاریخ شہادت اس شعر میں نظم کی ہے۔

سال تاریخ وفات بو تراب "جان ایماں" آمدہ اندر حساب

حضرت علی بوتراب کی تاریخ وفات کا سال حساب کے لحاظ سے "جان ایمان" برآمد ہوا ہے۔ ﴿۵﴾

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کو غسل دیا اور حضرت محمد بن حنفیہ پانی ڈال رہے تھے۔ "صواعق محرقہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا جس میں ایک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قمیص تھی۔ حضرت امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی اور نجف میں مدفون ہوئے۔ ﴿۶﴾ راجح قول پر آپ کی عمر مبارک ۶۳ر سال تھی۔ مدت خلافت چار سال نو مہینے تھی۔ جس وقت زخمی تھے، سخت پیاس لگی تھی۔ لوگ شربت لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس شربت کا بچا ہوا حصہ ابن ملجم کو دیدو۔ لوگوں نے اسے دیا لیکن اس ملعون نے اس خیال سے کہ اس میں زہر ملا ہوگا، پینے سے انکار کردیا اور نہیں پیا۔ حضرت علی نے فرمایا: اس ظلم کے باوجود ابن ملجم اگر اس شربت کو پی لیتا تو کل قیامت میں اسے میں لازمی طور سے آب کوثر عطا کرتا۔ حضرت میر عبد الجلیل نامی بلگرامی نے اس مفہوم کو ایک قطعے میں بہت خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا ہے۔

﴿۱﴾ ابن ملجم چوں برشہ مرداں از سر بغی زخم زد کاری

{۲} گشت زاں بحر سرلا ہوتی ہر طرف موجہائے خون جاری
{۳} طپش زخم شعلہ زد در دل تشنگی ریخت رنگ بسیاری
{۴} شربتے ساختند چوں کوثر سرد و خوشبو چو مشک تاتاری
{۵} جام شربت چوں پیشش آوردند تا نشاند حرارت ساری
{۶} شاہ گیتی پناہ از سر لطف گفت با خادمانِ درباری
{۷} کہ ازیں جام حصۂ بخشید بہرآں بحر نوش خونخواری
{۸} ابن ملجم چوں شربتش دادند کرد اِبا از سرِ زیاں کاری
{۹} تا مگر زخم خوردۂ الماس نزند نشتر دل افگاری
{۱۰} زیں اِبا شاہ صورت و معنی کرد از ابر لب گہرباری
{۱۱} کہ بہ دل داشتیم عہد درست خوردہ سوگند حضرت باری
{۱۲} کہ اگر جرعۂ خورد زیں جام ابن ملجم بایں ستم گاری
{۱۳} نخورم جرعہ از مئے کوثر ندہم جرعہ تا باّں ناری
{۱۴} واسطی چوں شنید ایں قصہ خواند ایں بیت در طلبگاری
{۱۵} دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

{۱} شاہ مرداں شیر یزداں حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جب از راہ بغض وسرکشی ابن ملجم نے زخم کاری لگایا۔

{۲} تو لاہوتی اسرار کے اس سمندر [حضرت علی رضی المولیٰ عنہ] سے ہر سمت خون کی موجیں جاری ہوگئیں۔

{۳} آپ کے دل میں زخم کی سوزش ایسی شعلہ زن ہوئی کہ پیاس بے طرح نمایاں ہوئی۔

{۴} لوگوں نے کوثر کی مانند سرد اور تاتاری مشک کی طرح خوشبودار شربت تیار کیا۔

{۵} لوگ جب شربت لے کر آپ کے پاس آئے تا کہ آپ کے رگ و پے میں

سرایت کی ہوئی حرارت ختم ہو جائے۔

﴿۶﴾ تو اس عالم پناہ بادشاہ [حضرت علی رضی المولیٰ عنہ] نے لطف و مہربانی کے خیال سے درباری خدام سے فرمایا:

﴿۷﴾ کہ اس جام سے اس بلانوش خونخوار [ابن ملجم] کو ایک حصہ دیدو۔

﴿۸﴾ لوگوں نے جب وہ شربت ابن ملجم کو دیا تو اس نے حرماں نصیبی کی وجہ سے اسے لینے سے انکار کر دیا۔

﴿۹﴾ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ جس نے خنجر کا زخم اٹھایا، اس سے دل کو زخمی کرنے والے [اخلاقی] نشتر کا وار نہیں سہا جاتا۔

﴿۱۰﴾ اس صوری اور معنوی بادشاہ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس کا انکار سنا تو اپنے موتی برساتے لب ہائے مبارکہ سے گویا ہوئے:

﴿۱۱﴾ آپ نے رب کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنے دل میں پختہ عہد کر لیا تھا

﴿۱۲﴾ کہ اس ظلم و ستم کے باوجود اگر ابن ملجم اس جام سے ایک گھونٹ بھی پی لے گا

﴿۱۳﴾ تو اس وقت تک آب کوثر کا ایک گھونٹ نہیں پیوں گا جب تک کہ اس ناری کو نہ دیدوں۔

﴿۱۴﴾ اس فقیر واسطی نے جب یہ واقعہ سنا تو عرض مدعا میں یہ شعر اس کی زبان پر جاری ہو گیا

﴿۱۵﴾ تو اپنے چاہنے والوں کو کیسے محروم رکھ سکتا ہے، جب کہ تو اپنے دشمنوں کا بھی خیال رکھتا ہے۔

"عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب" نامی کتاب میں مذکور ہے کہ امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے سلسلے میں بیشتر روایت یہی ہے کہ چھتیس تھیں، اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں، لیکن آپ کی نسل مبارک پانچ بیٹوں سے باقی رہی:

۱- حضرت امام حسن، ۲- حضرت امام حسین، ۳- محمد بن حنفیہ، ۴- حضرت عباس علم دار شہید کربلا، ۵- حضرت عمر الاطراف، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ﴿۷﴾

....

حواشی

مرتضیٰ شیر حق، اشجع الاشجعین ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصل نسل صفا ، وجہ وصل خدا بابِ فصلِ ولایت پہ لاکھوں سلام
اولیں دافعِ اہلِ رفض و خروج چارمی رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام
شیر شمشیر زن، شاہِ خیبر شکن پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
ماحی رفض و تفضیل و نصب و خروج حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام
مرتضیٰ شیرِ خدا مَرحَب کُشا، خیبر کُشا سرورا لشکر کُشا مشکل کُشا امداد کُن
اے خدا را تیغ، واندامِ احمد را سپَر یا علی، یا بوالحسن، یا بو العُلیٰ امداد کُن

﴿۱﴾ حضرت علی ہی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا." میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

[مسند امام احمد:۱/۶۴، ترمذی:۲/۲۱۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعا مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:"اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا فَمَنْ اَتَی الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ."

[المقاصد الحسنہ للسخاوی، ص:۱۲۱، المستدرک للحاکم،۳/۱۲۶، اتحاف السادۃ المتقین: للزبیدی:۶/۲۴۴، الاسرار المرفوعہ للقاری، ص:۱۱۸، مجمع الزوائد للہیثمی:۹/۱۱۴، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱/۶۶]

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے علامہ سخاوی نے متعدد اقوال نقل کیے اور آخر میں فرمایا:

"وبالجملة فکلها ضعیفة و الفاظها رکیکة و احسنها حدیث ابن عباس بل هو حسن." [المقاصد الحسنہ، ص:۱۲۱] الحاصل اس سلسلے کی تمام روایتیں ضعیف ہیں اور ان کے اکثر الفاظ رکیک اور ان میں سب سے بہتر ابن عباس کی حدیث ہے، بلکہ وہ حسن کے درجہ پر ہے۔

یہ حدیث ایک مفصل حدیث کا جز ہے، اسے ذیل میں ملاحظہ کریں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں، سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ اَبُوْ بَکْرٍ اَسَاسُھَا وَ عُمَرُ حِیْطَانُھَا وَ عُثْمَانُ سَقْفُھَا وَ عَلِیٌّ بَابُھَا......وَلَا تَقُوْلُوْا فِیْ اَبِی بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِیٍّ اَلَّا خَیْراً."[فردوس الاخبار للحافظ شیرویہ الدیلمی:۱/۷۶]

میں علم کا شہر ہوں،ابوبکر اس کی بنیاد ہیں،عمر اس کی دیواریں ہیں،عثمان اس کی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں......تم ابوبکر وعمر،عثمان اور علی کے بارے میں سوائے اچھی بات کے کچھ نہ کہو۔[اشعۃ اللمعات مترجم:۷/۴۵۸]

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی شان مانی ہوئی چیز ہے۔

۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے قاضی بنا کر یمن کی طرف بھیجا،میں نے عرض کیا: یارسول اللہ!میں کم عمر نا تجربہ کار ہوں اور قضا جانتا ہی نہیں تو فیصلہ کیسے کروں گا؟ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنا دست پاک مار کر فرمایا:"الٰہی اس کے دل کو ہدایت کے نور سے روشن کر اور اس کی زبان کو استقامت عطا فرما۔"حضرت علی فرماتے ہیں رب ذوالجلال کی قسم اس دن سے کسی دو آدمی کے معاملے میں فیصلہ کرنے میں مجھے ذرہ برابر بھی شبہہ نہ ہوا۔ [تاریخ الخلفا،ص:۱۵۹]

۞ حضرت ابوالطفیل فرماتے ہیں:"میں حاضر تھا،حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ خطبہ دے رہے تھے،اسی دوران فرمایا:مجھ سے پوچھو!بخدا تم مجھ سے جو پوچھو گے میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔مجھ سے قرآن مجید کے بارے میں پوچھو،بخدا میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ دن میں نازل ہوئی یا رات میں،پہاڑ پر نازل ہوئی یا نرم زمین پر،اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لا ددوں۔"

۞ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا:اے ابن عباس!عشا کی نماز پڑھ کر تم قبرستان پہنچ جانا۔چنانچہ میں نے نماز پڑھی اور قبرستان پہنچ گیا،اس رات چاندنی پھیلی ہوئی تھی،فرمایا:الحمد للہ کے الف کی تفسیر کیا ہے؟میں نے کہا مجھے علم نہیں۔پھر اس کے

بارے میں ایک ساعت گفتگو فرمائی، اس کے بعد کہا: الحمد کے لام کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں: آپ نے اس بارے میں پوری ساعت گفتگو فرمائی اور کہا الحمد کے حا کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے علم نہیں ہے۔ اس کے متعلق بھی پوری ایک ساعت گفتگو فرمائی، پھر کہا الحمد کے میم کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں، اس کی تفسیر میں بھی ایک ساعت گفتگو کی، پھر فرمایا: الحمد کے دال کی تفسیر بتاؤ؟ میں نے کہا: مجھے علم نہیں۔ پھر اس کے بارے میں گفتگو فرمائی، یہاں تک کہ صبح کاذب نمودار ہوگئی تو آپ نے فرمایا: ابن عباس! اپنے گھر جاؤ اور صبح کی نماز کی تیاری کرو، میں وہاں سے اٹھا تو جو کچھ آپ نے فرمایا تھا، اسے محفوظ کر چکا تھا پھر میں نے غور کیا تو قرآن پاک کے بارے میں میرا علم حضرت علی کے علم کے سامنے اس طرح تھا جیسے سمندر کے سامنے ایک حوض۔

۞ حضرت ابن سعد نے سعید بن مسیب سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مشکل سے پناہ مانگتے تھے کہ جس کے آنے کے وقت ابوالحسن یعنی حضرت علی نہ ہوں [حاشیۃ اللمع، ص:۱۲۶] امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ“ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ [اللمع، ص:۱۲۶]

۞ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاکم نے روایت کیا کہ ہم اہلِ مدینہ یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی ہم میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں اور سب میں زیادہ فرائض کا علم انھیں کو ہے۔ [بخاری، ۱/۵۲۵]

۞ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضرت علی کا ذکر کیا گیا تو فرمایا: جو لوگ بچ گئے ہیں، ان میں سنت کا سب سے زیادہ علم حضرت علی کو ہے۔

﴿۲﴾ اس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں:

”عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ اُمُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ خَلَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَمِیْصَهٗ وَاَلْبَسَهَا اِیَّاهُ وَاضْطَجَعَ مَعَهَا فِیْ قَبْرِهَا فَلَمَّا سُوِّیَ عَلَیْهَا التُّرَابُ قَالَ بَعْضُهُمْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! رَاَیْنَاکَ صَنَعْتَ شَیْئًا لَمْ تَصْنَعْهُ بِاَحَدٍ فَقَالَ: اِنِّیْ

اَلْبَسْتُهَا قَمِيْصِيْ لِتَلْبِسَ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِيْ قَبْرِهَا لِيُخَفَّفَ عَنْهَا مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ. اِنَّهَا كَانَتْ اَحْسَنَ خَلْقِ اللّٰهِ اِلَيَّ صَنِيْعاً بَعْدَ اَبِيْ طَالِبٍ."[المعجم الاوسط،۷/۸۷]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: جب حضرت علی ابن ابی طالب کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ اسدی کا انتقال ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی مبارک قمیص اتار کر حضرت فاطمہ اسدی کو پہنا دی اور ان کے ساتھ ان کی قبر میں تھوڑی دیر لیٹے۔ دفن کے بعد مرحومہ پر جب مٹی برابر کر دی گئی تو بعض حضرات نے حضور سے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم نے دیکھا کہ آپ نے مرحومہ کے ساتھ ایسا معاملہ فرمایا جیسا آپ نے کسی کے ساتھ نہ فرمایا؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا: میں نے مرحومہ کو اپنی قمیص پہنائی تا کہ وہ جنتی جوڑا زیب تن کریں اور میں ان کی قبر میں لیٹا تا کہ ان کے قبر کے جھٹکے میں تخفیف ہو۔ ابوطالب کے بعد مرحومہ نے میرے ساتھ سب سے زیادہ حسن سلوک کیا ہے۔

﴿۳﴾ حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب میں احادیث اور اقوال صحابہ بکثرت مروی ہیں، یہاں تک کہ حضرت امام احمد نے فرمایا: ''حضرت علی کے لیے جو مناقب منقول ہیں وہ صحابہ میں کسی کے لیے منقول نہیں۔''[الاصابہ فی تمییز الصحابہ،۴/۴۶۰] بعض حضرات نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بنی امیہ کے کچھ لوگوں نے جب حضرت مولیٰ علی سے بغض ظاہر کر کے ان کی شان گھٹانے کی کوشش کی تو صحابہ کرام میں جن جن کے پاس آپ کے مناقب وفضائل تھے، سب نے ان کی اشاعت میں دلچسپی لی اور ان کو خوب خوب پھیلایا۔

۞ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اَنْتَ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْكَ.'' تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں [بخاری،۱/۵۲۵، ترمذی،۲/۲۱۳] اور ترمذی کی روایت میں اتنا اور ہے: ''وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ.'' علی ہر مومن کے ولی یعنی دوست اور ناصر ہیں۔

۞ حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عَلِيٌّ مِّنِّيْ وَاَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَلَا يُؤَدِّيْ عَنِّيْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِيٌّ'' علی مجھ

سے ہیں اور میں علی سے ہوں، اور میری طرف سے ادائیگی میں خود کروں گا یا علی کریں گے۔[ترمذی:۲/۲۱۳] یعنی علی میری جانب سے ضامن اور امین ہیں۔

❁ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:"مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ. رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِیُ." جس کا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اس کے مولیٰ ہیں، اس کو امام احمد و ترمذی نے روایت کیا۔[مشکوٰۃ،ص ۵۶۴]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ۳۵ھ میں لوگوں کو ایک میدان کے اندر جمع کر کے دریافت کیا: میں ہر ایک کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو"غدیر خم"میں فرماتے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کھڑے ہوئے تو کیا فرمایا؟ تو تیس آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:"مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ." [ترمذی:۲/۱۲۳] میں جس کا مولیٰ علی بھی اس کے مولیٰ۔اے اللہ! جو علی سے محبت کرے، اس سے تو محبت فرما اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس کو دشمن رکھ۔[تاریخ الخلفا،ص ۱۵۸]

❁ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ابو بکر پر رحم فرمائے، انھوں نے اپنی صاحب زادی کا مجھ سے نکاح کیا اور مجھ کو مدینے کی ہجرت پر ابھارا اور بلال کو اپنے مال سے خرید کر آزاد کیا۔اللہ عمر پر رحم فرمائے، وہ حق بات کہتے ہیں اگر چہ کڑوی ہی ہو[اور حق کی وجہ سے] ان کا کوئی ساتھی نہیں۔اللہ عثمان پر رحم فرمائے، ان سے ملائکہ حیا فرماتے ہیں۔اللہ علی پر رحم فرمائے۔اے اللہ! حق کو ادھر ہی کر دے جدھر علی جائے۔[ترمذی:۲/۲۱۳]

❁ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود راوی ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ کے بعد ہم لوگ کسے امیر بنائیں گے؟ فرمایا: اگر تم ابو بکر کو امیر بناؤ گے تو انھیں دنیا سے کنارہ کش اور آخرت کی طرف رغبت والا پاؤ گے اور اگر تم عمر کو اپنا امیر بناؤ گے تو انھیں طاقتور اور امین پاؤ گے، وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف

نہیں کریں گے اور اگر تم علی کو اپنا امیر بناؤ گے اور میرا گمان یہ ہے کہ تم اس طرح نہیں کرو گے تو تم انہیں ہدایت یافتہ رہنما پاؤ گے، وہ تمھیں راہِ مستقیم پر لے چلیں گے۔[الاصابہ:۴/۴۶۳]

حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ بھی ان سے محبت فرماتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں ان کے نام سے آگاہی بخشیں؟ فرمایا: ان میں علی بھی ہیں، ان میں علی بھی ہیں، ان میں علی بھی ہیں اور ان کے علاوہ ابوذر، مقداد اور سلمان ہیں اور مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے۔[ترمذی:۲/۲۱۳]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ''رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان مواخاۃ فرمائی [یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی قرار دیا] تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنسو بہاتے ہوئے آئے اور عرض کیا: آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخاۃ فرمائی لیکن میرا بھائی چارہ کسی سے نہیں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! دنیا اور آخرت میں تو میرا بھائی ہے۔''[ترمذی،ص:۲/۲۱۳]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسم کے پاس ایک [بھنا ہوا] پرندہ تھا تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! میرے پاس ایسے کو لا جو مخلوق میں تجھے بہت محبوب ہو، وہ میرے ساتھ اس پرندے کو کھائے تو [اس کے بعد] علی آئے اور انھوں نے حضور کے ساتھ اس پرندے کو تناول فرمایا۔[ترمذی:۲/۲۱۳]

اُمِّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت علی مرتضیٰ بھی تھے۔ ام عطیہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمارہے ہیں: ''اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا.'' اے اللہ! مجھے اس وقت تک وفات نہ دے جب تک تو مجھے علی کو نہ دکھا دے۔[ترمذی،۲/۲۱۵،مشکوٰۃ،ص۵۶۴]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی مرتضیٰ میرے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے بیچ میں جنت کی طرف خوش خوش چلیں گے یا میرے اور ان کے بیچ میں جنت کی طرف انہیں یوں لے جائیں گے جیسے نئی دلہن کو دولہا کے یہاں لے جاتے ہیں۔
[نہایہ لابن اثیر/ فتاویٰ رضویہ، ۲۰۱/۶]

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "لا يُحِبُّ عَلِيًّا منافِقٌ ولا يُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ" علی سے منافق محبت نہیں کرتا اور جو مومن ہوتا ہے وہ علی سے بغض نہیں رکھتا۔ [ترمذی، ص۲/۲۱۳] حضرت زِرُّ بن حُبَیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس نے دانوں کو پھاڑ کر پودا اگایا اور جانداروں کو پیدا فرمایا کہ نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے پختہ عہد لیا ہے کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور مجھ سے منافق ہی بغض رکھے گا۔ [مشکوٰۃ، ص۵۶۳/ ترمذی، ۲/ ۲۱۵] صحابی رسول، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم گروہ انصار، منافقین کو ان کے، حضرت علی سے بغض کی وجہ سے پہچان لیتے تھے۔ [ترمذی، ابواب المناقب: ۲/۲۱۳] یعنی ان سے وابستگی سنیت کی پہچان تھی۔

اُمُّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضب ناک ہوتے تو حضرت علی کے سوا آپ سے بات کرنے کی کوئی ہمت نہیں کرتا۔

ایک صاحب حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ مدینے کا فلاں حاکم، حضرت علی کو برسر منبر [غیر مناسب لفظ سے] پکارتا ہے۔ سہل نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے؟ عرض کیا وہ "ابوتراب" کہہ کر پکارتا ہے، تو سہل نے تبسم فرمایا اور کہا یہ نام تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکھا ہوا ہے، اور علی کو اس سے زیادہ کوئی نام پسند نہیں تھا۔ پھر اس کے مطالبے پر حضرت سہل نے مذکورہ واقعہ بیان کیا۔ [صحیح بخاری: ۱/ ۵۲۵]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "علی کو تین ایسی خصوصیتیں حاصل ہیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہوتی۔"

آپ سے پوچھا گیا، وہ کون ہیں؟ تو فرمایا: ”حضور نے ان سے اپنی لاڈلی فاطمہ کا نکاح کیا، مسجد کو ان کا مسکن قرار دیا کہ جو ان کے لیے حلال ہے [یعنی جنابت میں گزرنا] وہ میرے لیے حلال نہیں اور فتح خیبر کے دن ان کو جھنڈا عنایت کیا۔“ [تاریخ الخلفا،ص:۱۶۱]

۞ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ اٹھارہ ایسی فضیلتیں حضرت علی کو حاصل ہیں جو امت میں کسی حاصل نہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت علی کے وصال کے بعد اتنا روئے کہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ [طبقات ابن سعد/ برکات آل رسول،ص:۱۳۲]

۞ ایک دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ساتھی ضرّار الصدائی سے کہا مجھ سے حضرت علی کی تعریف وتوصیف بیان کرو۔ انہوں نے کہا: امیر المومنین! مجھے معاف رکھیں [یعنی میرے اندر ان کے محاسن بیان کرنے کی تاب نہیں] پھر حضرت امیر معاویہ نے فرمایا: ضرور تمہیں ان کے محاسن بیان کرنے ہیں، حضرت ضرار نے کہا اچھا اگر سننے ہی کی خواہش ہے تو پھر سنیے:

”بخدا وہ [حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ] بہت ہی بلند مرتبہ اور عظیم قوتوں کے مالک تھے، دوٹوک بات کہتے، منصفانہ فیصلہ کرتے، ان کے اطراف وجوانب سے علم کا دریا بہتا تھا، ان کے اردگرد دانش مندی ناطق رہتی تھی، دنیا اور اس کی زیب وزینت سے وحشت زدہ رہتے، رات اور اس کی تنہائی سے مانوس رہتے تھے۔ ان کے آنسو کثرت سے بہتے اور اکثر فکر میں غلطاں رہتے۔ انہیں مختصر لباس اور معمولی کھانا پسند تھا، ہمارے درمیان عام آدمی کی طرح رہتے۔ جب ہم ان سے سوال کرتے ہمیں جواب دیتے اور جب ان سے کوئی بات پوچھتے تو بتا دیتے۔ بخدا وہ ہم سے قریب رہتے اور ہمیں اپنے قریب رکھتے، اس کے باوجود ہم ان کی ہیبت کے سبب ان سے کلام نہیں کر سکتے تھے۔ دین کی تعظیم کرتے یعنی اسے ہر معاملے میں سر بلند رکھتے۔ مساکین کو اپنا قرب عطا کرتے، طاقتور ان سے غلط فیصلے کی توقع نہیں رکھتا تھا اور کمزور ان کے انصاف سے ناامید نہیں ہوتا تھا۔ بخدا میں نے انھیں دیکھا، رات گہری ہو چکی تھی، وہ اپنی داڑھی کو پکڑے

ہوئے کسی زخمی کی طرح مضطرب تھے اور غم واندوہ میں ڈوب کر اور رو رو کر کہہ رہے تھے:

''اے دنیا کسی اور کو دھوکا دے، کیا تو میری طرف مائل ہے یا میرے لیے بنی سنوری ہے، مجھے اپنی طرف مائل کرنا بہت دور کی بات ہے میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں۔ جن میں رجوع کی کوئی گنجائش نہیں، تیری عمر مختصر ہے، تیرا تصور معمولی ہے، افسوس! زادِ راہ کم ہے۔ سفر بہت بعید ہے اور راہ پُر وحشت۔''

یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رو پڑے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوالحسن [حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ] پر رحم فرمائے۔ بخدا وہ اسی طرح تھے۔ پھر حضرت ضرار سے فرمایا: تمہیں ان کا کتنا غم ہے؟ ضرار نے کہا: ''جیسے کسی عورت کی گود میں اس کا بچہ ذبح کر دیا جائے۔'' [برکات آل رسول، ترجمہ الشرف المؤبد، ص:۱۳۳-۱۳۴]

﴿۴﴾ دونوں دامادِ رسول ﷺ کو حضرات شیخین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل بتانا، اہل سنت کے مذہب کے خلاف ہے بلکہ حضرت امام اعظم [م ۱۵۰ھ] کے زمانے سے شیخین کی فضیلت کا عقیدہ رکھنا، اہل سنت کی پہچان ہے اور اس کے خلاف نظریہ رکھنا گمراہی اور بد دینی ہے۔ سبع سنابل میں اس گمراہ نظریے کی خوب خبر لی گئی ہے [ملاحظہ ہو ص ۱۰۴-۱۰۷] مصنف کے خاندان کے بزرگ نور العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ اپنی تصنیف ''سراج العارف فی الوصایا والمعارف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''جماعت اہل سنت کے عقیدوں پر مضبوطی سے جمے رہو کہ تہتر فرقوں میں سے یہی فرقہ نجات پائے گا، باقی سب دوزخی ہیں۔ امام ابوحنیفہ کوفی قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ اہل سنت و جماعت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: تم ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو افضل جانو اور حضرت عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھو اور موزوں پر مسح کو جائز جانو، یعنی دونوں دامادِ رسول کا فضل، شیخین کے فضل سے کم ہے مگر محبت چاروں سے رکھنا ضروری ہے۔ فقیر کے جدِ اعلیٰ سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ نے سبع سنابل میں یہی تحقیق فرمائی ہے۔'' [سراج العوارف، ص ۵۰-۵۱]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''اہل سنت و جماعت نصرہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ مرسلین ملائکہ و رسل وانبیائے بشر صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہٗ علیہم کے بعد حضرات خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم، تمام مخلوق الٰہی سے افضل ہیں۔ تمام امم عالم اولین وآخرین میں کوئی شخص ان کی بزرگی وعظمت وعزت ووجاہت وقبول وکرامت وقرب وولایت کونہیں پہنچتا۔ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

پھران میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر، پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی، صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدہم ومولاہم وآلہ وعلیہم وبارک وسلم۔ اس مذہب مہذب پر آیات قرآن عظیم واحادیث کثیرہ حضور پرنور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم وارشادات جلیلہ واضحہ امیر المومنین مولیٰ علی مرتضیٰ ودیگر ائمۂ اہل بیت طہارت وارتضاء واجماع صحابۂ کرام وتابعین عظام وتصریحات اولیائے امت وعلمائے ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے وہ دلائل باہرہ وحجج قاہرہ ہیں جن کا استیعاب نہیں ہوسکتا۔ فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ نے اس مسئلہ میں ایک کتاب عظیم بسیط وضخیم دو مجلد پر منقسم نام تاریخی ''مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین'' سے متسم تصنیف کی اور خاص آیۂ کریمہ: ''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ'' اور اس سے افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثبات واحقاق اور اوہام خلاف کے ابطال وازہاق میں ایک جلیل رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی ''الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ'' تالیف کیا۔ اس مبحث کی تفصیل ان کتب پر موکول [کے حوالے] یہاں صرف چند ائمۂ اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اقتصار ہوتا ہے۔

اللہ عزوجل کی بے شمار رحمت ورضوان وبرکت امیر المومنین اسد حیدر، حق گو، حق داں، حق پرور کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ پر کہ اس جناب نے مسئلہ بغایت مفصل فرمایا، اپنی کرسی خلافت وعرش زعامت پر برسر منبر مسجد جامع مشاہد ومجامع وجلوات عامہ وخلوات خاصہ [عمومی محفلوں، خصوصی نشستوں] میں بطرق عدیدہ سپید وصاف ظاہر وواشگاف، محکم ومفسر بے احتمال دگر، حضرات شیخین

کریمین وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنی ذات پاک اور تمام امت مرحومہ سید لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہتر وافضل ہونا ایسے روشن وابین طور پر ارشاد کیا جس میں کسی طرح شائبہ شک وتردد نہ رہا۔ مخالف مسئلہ کو مفتری بنایا، اَسّی کوڑے کا مستحق ٹھہرایا۔ حضرت سے ان اقوال کریمہ کے راویین اَسّی سے زیادہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

صواعق امام ابن حجر مکی میں ہے:[ترجمہ] ذہبی نے کہا: تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات اپنے دور خلافت وحکومت میں اور کثیر مصاحبین کے درمیان فرمائی۔ بعد ازاں اس بارے میں صحیح سندوں کو تفصیل سے ذکر کیا۔ یہ بھی کہا کہ محدثین کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی روایت کرنے والے اسی سے زیادہ حضرات ہیں۔ ان میں سے ایک جماعت کا ذکر بھی کیا اور فرمایا: خدا روافض کو ذلیل کرے، کس قدر جاہل ہیں۔"

یہاں تک کہ بعض مصنفان شیعہ عبد الرزاق محدث صاحب مصنف نے باوصف تشیع، تفضیل شیخین اختیار کی اور کہا: جب خود حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ انہیں اپنے نفس کریم پر تفضیل دیتے ہیں تو مجھے اس کے اعتقاد سے کب مفر ہے۔ مجھے یہ گناہ کیا تھوڑا ہے کہ علی سے محبت رکھوں اور علی کا خلاف کروں۔ [جامع الاحادیث، ۴/ ۵۷۰-۵۷۲]

اب میں فتاویٰ رضویہ اور رسائل اعلیٰ حضرت سے انتخاب کر کے چند احادیث وآثار مبارکہ فضیلت حضرات شیخین کے تعلق سے ذکر کرتا ہوں جن میں بیشتر حضرات ائمہ اہل بیت سے مروی ہیں تا کہ سادات اور محبان اہل بیت اس سلسلے میں ہمارے ائمہ اہل بیت کے ارشادات کی روشنی میں اپنے فکر ونظر کا زاویہ درست رکھیں۔

۞ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِ نِ الْمُرْتَضٰى كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ خَيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَ خَيْرُ اَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَخَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِيْنَ اِلَّا النَّبِيّٖنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ/اِلَّا الْاَنْبِيَآءَ وَالْمُرْسَلِيْنَ، لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ!." [کنز العمال، حدیث ۳۲۶۴۵، ۱۱/ ۵۶۰، موسسۃ الرسالۃ، بیروت/ الجامع

الصغیر للسیوطی،۱/۱۱] ابوبکر وعمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں اور سب آسمان والوں اور سب زمین والوں سے افضل ہیں سوا انبیاء ومرسلین کے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم، [علامہ سیوطی کی روایت میں اتنا زیادہ ہے:] اے علی! تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں: علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: اس کے معنی یہ ہیں کہ اے علی! تم ان سے نہ کہنا بلکہ ہم خود فرمائیں گے تا کہ ان کی مسرت زیادہ ہو۔[فتاویٰ رضویہ،۲۹/۴ ۲۷-۲۷۶،فتاویٰ رضویہ قدیم،۱۲/ ۲۶۸]

۞ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

"كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ فَقَالَ يَا عَلِيُّ هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَشَبَابِهَا بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ" [جامع الترمذی، حدیث ۳۶۸۵،۵/۳۷۶، بیروت]

میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابوبکر و عمر سامنے آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی! انبیاء ومرسلین کے

۞ "عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ سَلْمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ يَقُوْلُ: خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ، عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا." [جامع صحیح بخاری،۱/ ۵۱۷،سنن ابن ماجہ،۱/ ۱۱،کامل لابن عدی۲/ ۸۱۶،البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر،۱۰/ ۲۷۷]

حضرت عبد اللہ بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب بہترین انسان ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

۞ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ نِ الْمُرْتَضٰى كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ قَالَ: هَلْ اَنَا اِلَّا حَسَنَةٌ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِيْ بَكْرٍ." [کنز العمال ۳۵۶۳۶،۱۲/ ۴۹۸]

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ میں بس ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں۔

۞ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ عَلِيُّ نِ الْمُرْتَضیٰ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ: لَا يُفَضِّلُنِيْ اَحَدٌ عَلیٰ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ اِلَّا وَقَدْ اَنْكَرَ حَقِّيْ وَ حَقَّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ." [کنزالعمال،۳۶۱۴۰،۱۳/۲۶]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: جو مجھے ابوبکر وعمر سے افضل بتائے گا تو یقیناً وہ میرے اور تمام صحابہ کے حق کا منکر ہوگا۔

۞ "عَنْ عَلْقَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: بَلَغَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيَّ نِ الْمُرْتَضیٰ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ اَنَّ اَقْوَاماً يُفَضِّلُوْنَهُ عَلیٰ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنیٰ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ :يَا اَيُّهَا النَّاسُ ! اِنَّهُ بَلَغَنِيْ اَنَّ اَقْوَامًا يُفَضِّلُوْنَنِيْ عَلیٰ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا.لَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِيْهِ لَعَاقَبْتُ فِيْهِ.فَمَنْ سَمِعْتُهُ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ يَقُوْلُ هٰذَا فَهُوَ مُفْتَرٍ عَلَيْهِ حَدُّ الْمُفْتَرِيْ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اَعْلَمُ بِالْخَيْرِ بَعْدُ ،قَالَ:وَ فِي الْمَجْلِسِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَوْ سَمَّیٰ الثَّالِثَ سَمّٰی عُثْمَانَ،رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ." [فتاویٰ رضویہ،۱۱/۱۴۹،قدیم ایڈیشن]

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دیتے ہیں۔ یہ سن کر منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! مجھے خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر سے افضل بتاتے ہیں۔اس بارے میں اگر میں نے پہلے سنا دیا ہوتا تو ضرور سزا دیتا۔آج سے جسے ایسا کہتے سنوں گا،تو اسے مفتری قرار دوں گا،اس پر مفتری کی حد[اسّی کوڑے] جاری کی جائے گی۔پھر فرمایا: بے

شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پوری امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر، پھر ان کے بعد کون سب سے بہتر ہے؟ اسے بھی میں جانتا ہوں۔ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ اس مجلس میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ [نوٹ: شیخین پر تفضیل کے قائل پر حد مفتری لگانے کی حدیث حضرت حکم بن حجل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔ دیکھئے: کنزالعمال، ۱۳۰/۲۱]

۞ "عَنْ اِصْبَغِ بْنِ بُنَانَةَ قَالَ : قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! مَنْ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : اَبُوْبَكْرٍ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: عُمَرُ، قُلْتُ : ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: عُثْمَانُ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: اَنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيَّ هَاتَيْنِ وَاِلَّا فَعَمِيَتَا وَبِاُذُنَيَّ هَاتَيْنِ وَاِلَّا فَصَمَّتَا، يَقُوْلُ: مَا وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ مَوْلُوْدٌ اَزْكٰى وَلَا اَطْهَرَ وَلَا اَفْضَلَ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ." [کنزالعمال، ۳۶۶۸۵، ۳۳۳/۱۱]

حضرت اصبغ بن بنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے عرض کی: اے امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر، میں نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: عمر، میں نے عرض کی: پھر کون؟ فرمایا: عثمان، میں نے عرض کی: پھر کون؟ فرمایا: میں نے ان آنکھوں سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے، ورنہ یہ نابینا ہو جائیں اور ان کانوں سے حضور کی باتیں سنی ہیں، ورنہ یہ بہرے ہو جائیں۔ حضور فرماتے تھے: اسلام میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو ابوبکر پھر عمر سے زیادہ ستھرا، زیادہ پاکیزہ اور زیادہ فضیلت والا ہو۔

خاص اس سابقِ سیرِ قربِ خدا — اوحدِ کاملیت پہ لاکھوں سلام
سایۂ مصطفیٰ، مایۂ اصطفا — عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اُس افضل الخلق بعد الرسل — ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اصدق الصادقیں،سید المتقیں
چشم وگوش وَزارت پہ لاکھوں سلام

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فارق حق و باطل امام الہدیٰ
تیغ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام

ترجمانِ نبی ،ہم زبانِ نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

زاہد مسجدِ احمدی پر درود
دولتِ جیشِ عُسرت پہ لاکھوں سلام

دُرِّ منثورِ قرآں کی سِلکِ بہی
زَوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ
حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

عَنْ اَبِی الزِّنَادِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ:قَالَ رَجُلٌ لِعَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْمَ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ! مَا بَالُ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ قَدَّمُوْا اَبَابَکْرٍ وَاَنْتَ اَوْفٰی مِنْهُ مَنْقَبَةً وَاَقْدَمُ مِنْهُ سِلْمًا وَاَسْبَقُ سَابِقَةً ؟ قَالَ: اِنْ کُنْتَ قُرَشِیًّا فَاَحْسِبُکَ مِنْ عَائِلَةٍ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: لَوْلَا اَنَّ الْمُؤْمِنَ عَائِذُ اللّٰہِ لَقَتَلْتُکَ وَلَئِنْ بَقِیْتَ لَتَاْتِیَنَّکَ مِنِّی رَوْعَةٌ حَصْرَاءُ، وَیْحَکَ ! اِنَّ اَبَا بَکْرٍ سَبَقَنِیْ اِلٰی اَرْبَعٍ :سَبَقَنِی اِلَی الْاِمَامَةِ وَتَقْدِیْمِ الْاِمَامَةِ وَتَقْدِیْمِ الْهِجْرَةِ وَاِلَی الْغَارِ وَاِفْشَاءِ الْاِسْلَامِ، وَیْحَکَ ! اِنَّ اللّٰہَ ذَمَّ النَّاسَ کُلَّهُمْ وَمَدَحَ اَبَابَکْرٍ فَقَالَ: "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰہُ" الاٰیة. [کنزالعمال،۳۵۶۸۶،۱۲/۵۱۴]

حضرت ابوالزناد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مولیٰ علی سے عرض کی: اے امیر المومنین ! کیا بات ہے کہ مہاجرین وانصار نے ابوبکر کو مقدم رکھا حالانکہ آپ کے مناقب بیشتر ،اسلام لانے میں آپ پیشتر اور بہت سی فضیلتوں میں سابق ہیں؟ مولیٰ علی نے فرمایا: اگر مسلمان اللہ کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا اور اگر تو میرے ہاتھ سے بچ رہتا تو میری جانب سے تجھے سخت تادیبی اذیت کا سامنا ہوتا۔افسوس ہے تجھ پر! ابوبکر چار وجہ سے مجھ پر سبقت لے گئے: ۱-امامت کے لئے حضور نے [سب پر ترجیح دیتے ہوئے] انہیں آگے بڑھایا۔ ،۲-انہوں نے مجھ سے پہلے ہجرت کی ،۳-غار ثور میں حضور کی رفاقت انہیں کے ساتھ خاص تھی ،۴-افشائے اسلام میں وہ مجھ سے پہلے تھے۔افسوس ہے تجھ پر! اللہ تعالیٰ

نے اس آیت کریمہ میں سب کی سرزنش فرمائی لیکن ابوبکر کی مدح فرمائی: "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ" [التوبۃ:۴۰] اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ ان کی مدد فرمائی۔

۞ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ نِ الْمُرْتَضٰى كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ! سَأَلْتُ اللّٰهَ ثَلٰثًا اَنْ يُّقَدِّمَكَ فَاَبٰى عَلَيَّ اِلَّا تَقْدِيْمَ اَبِيْ بَكْرٍ." [کنز العمال، ۳۵۶۸۰، ۱۲/۵۱۵]

امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی! میں نے اللہ عزوجل سے تین بار سب پر تمہاری افضلیت اور تقدیم کے لئے عرض کیا لیکن میری یہ عرض داشت شرف قبول نہ پاسکی۔ مجھے ہدایت دی گئی کہ ابوبکر کو سب پر مقدم رکھوں۔

۞ "عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَرٰى اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيَّ نِ الْمُرْتَضٰى كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ اَفْضَلُ الْاُمَّةِ، فَسَمِعَ اَقْوَامًا يُّخَالِفُوْنَهُ فَحَزِنَ حُزْنًا شَدِيْدًا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ بَعْدَ اَنْ اَخَذَ يَدَهُ وَ اَدْخَلَهُ بَيْتَهُ: مَا اَحْزَنَكَ يَا اَبَا جُحَيْفَةَ؟ فَذَكَرَ لَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ: اَلَا اُخْبِرُكَ بِخَيْرِ الْاُمَّةِ؟ خَيْرُهَا اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا. قَالَ اَبُوْ جُحَيْفَةَ: فَاَعْطَيْتُ اللّٰهَ عَهْدًا اَنْ لَّا اَكْتُمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ بَعْدَ اَنْ شَافَهَنِيْ بِهٖ عَلِيٌّ مَا بَقِيْتُ." [کنز العمال، ۳۶۱۵۷، ۱۳/۲۷]

حضرت ابوجحیفہ کی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ بھی ہے:

"لَا يَجْتَمِعُ حُبِّيْ وَبُغْضُ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فِيْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ وَّلَا يَجْتَمِعُ بُغْضِيْ وَحُبُّ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فِيْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ." [کنز العمال، ۱۳/۲۱]

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے خیال میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ساری امت میں سب سے افضل تھے۔ انہوں نے ملاحظہ کیا کہ لوگ اس سے اتفاق نہیں رکھتے، انہیں بڑا رنج ہوا۔ حضرت مولیٰ علی ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کاشانے میں لے گئے اور رنجیدہ ہونے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے ماجرا عرض کیا تو

مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اس امت میں سب سے افضل کون ہے؟ اس امت میں سب سے افضل ابو بکر ہیں پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن سے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ حضرت مولیٰ علی نے بالمشافہہ یہ حدیث مجھ سے بیان فرمائی، اس لئے پوری زندگی یہ حدیث نہیں چھپاؤں گا [بلکہ ہمیشہ بیان کرتا رہوں گا] دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میری محبت اور ابو بکر وعمر کی دشمنی اور ابو بکر وعمر کی محبت اور میری دشمنی کسی صاحب ایمان کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔

۞ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ: مَنْ اَوَّلُ النَّاسِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ. قُلْتُ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ! يَدْخُلَانِهَا قَبْلَكَ؟ قَالَ: اَيْ وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ اَنَّهُمَا لَيَاْكُلَانِ مِنْ ثِمَارِهَا وَيَرْوِيَانِ مِنْ مَآئِهَا وَيَتَّكِئَانِ عَلٰى فِرَاشِهَا وَاَنَا مَوْقُوْفٌ مَغْمُوْمٌ مَهْمُوْمٌ بِالْحِسَابِ." [كنز العمال، ۳۶۱۰۰، ۹/۱۳]

ایک نیک بندے سے روایت ہے کہ میں نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے عرض کی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں کون جائے گا؟ مولیٰ نے فرمایا: ابو بکر وعمر۔ میں نے عرض کی: اے امیر المومنین! کیا وہ دونوں آپ سے بھی پہلے جنت میں جائیں گے؟ فرمایا: ہاں! قسم اس کی جس نے بیج کا سینہ چاک کر کے درخت کا پودہ اگایا اور روح پیدا فرمائی، بے شک وہ دونوں جنت کے پھل سے لطف اندوز اور اس کے پانی سے سیراب ہو رہے ہوں گے اور اس کی مسندوں پر ٹیک لگا کر آرام فرما رہے ہوں گے اور میں حساب کی الجھنیں لئے کھڑا ہوں گا۔

۞ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: اَتٰى عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ رَجُلٌ فَقَالَ: اَنْتَ خَيْرُ النَّاسِ، فَقَالَ: هَلْ رَاَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: اَمَا رَاَيْتَ اَبَا بَكْرٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَا رَاَيْتَ عُمَرَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: اَمَا اَنَّكَ لَوْ قُلْتَ اِنَّكَ رَاَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَقَتَلْتُکَ وَلَوْ قُلْتَ: رَاَیْتُ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ لَجَلَدْتُکَ." [کنز العمال،۳۶۱۵۳،۱۳/۲۶]

حضرت حسن بن کثیر اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی: آپ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔ مولیٰ المسلمین نے فرمایا: تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو دیکھا ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ابوبکر کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: عمر کو دیکھا ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں۔ آپ نے فرمایا: سن لے اگر تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیکھنے کا اقرار کرتا [اور پھر مجھے سب سے افضل بتاتا] تو میں تجھے قتل کر دیتا اور گر تو ابوبکر وعمر کو دیکھے ہوتا اور مجھے افضل بتاتا تو میں تجھے کوڑے لگواتا۔

۞ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن حنفیہ صاحبزادۂ جناب امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: "قَالَ: قُلْتُ لِاَبِیْ: اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: اَبُوْ بَکْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: عُمَرُ." [صحیح البخاری،۱/۵۱۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی، فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبل،۱/۳۷۱] یعنی میں نے اپنے والد ماجد امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا ابوبکر، میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا عمر۔"

[فتاویٰ رضویہ،۲۹/۳۶۵-۳۶۷]

۞ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّۃِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا: ھَلْ کَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَوَّلَ الْقَوْمِ اِسْلَاماً؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَبِمَ عَلَا اَبُوْ بَکْرٍ وَسَبَقَ حَتّٰی لَایَذْکُرَ اَحَدٌ غَیْرَ اَبِیْ بَکْرٍ؟ قَالَ: لِاَنَّہٗ کَانَ اَفْضَلَھُمْ اِسْلَاماً حِیْنَ اَسْلَمَ حَتّٰی لَحِقَ بِرَبِّہٖ." [مصنف ابن ابی شیبہ،۶/۳۴۹، السنۃ لابن ابی عاصم،۲/۵۷۵، فضائل الصحابۃ للدارقطنی،۱/۹۴]

حضرت سالم بن ابی جعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد بن حنفیہ سے عرض کی کہ کیا ابوبکر سب سے پہلے ایمان لائے تھے؟ فرمایا: نہ۔ میں نے کہا: پھر کیا بات ہے کہ ابوبکر سب سے بالا رہے اور سب پر سبقت لے گئے، یہاں تک کہ لوگ ان کے سوا کسی کا ذکر

ہی نہیں کرتے: فرمایا: ایسا اس لئے ہے کہ وہ اسلام میں سب سے افضل تھے جب سے اسلام لائے، یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملے۔[تاریخ دمشق لابن عساکر/فتاویٰ رضویہ،۱۱/۱۵۰]

۞ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: مَا کَانَ مَنْزِلَةُ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: مَنْزِلُهُمَا السَّاعَةَ وَهُمَا ضَجِیْعَاهُ.“[الزہد للامام احمد بن حنبل،۱/۱۱۱]

حضرت ابو حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کی: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ اقدس میں ابوبکر وعمر کا کیا مرتبہ تھا؟ فرمایا: جو مرتبہ ان کا ابھی ہے کہ حضور کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

۞ عَنْ مُحَمَّدِ نِ الْبَاقِرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: اَجْمَعَ بَنُوْ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ عَلٰی اَنْ یَّقُوْلُوْا فِی الشَّیْخَیْنِ اَحْسَنَ مَا یَکُوْنُ مِنَ الْقَوْلِ.“[فضائل الصحابۃ للدارقطنی،۱/۸۳]

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: اولاد امجاد حضرت بتول زہرا صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہا الکریم وعلیہا وعلیہم وبارک وسلم کا اجماع واتفاق ہے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں وہ بات کہیں جو سب سے بہتر ہو۔

۞ عَنْ زَیْدِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: اِنْطَلَقَتِ الْخَوَارِجُ فَبَرَأَتْ مِمَّنْ دُوْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَلَمْ یَسْتَطِیْعُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا فِیْهِمَا شَیْئًا وَّانْطَلَقْتُمْ فَتَفَرَّرْتُمْ فَوْقَ ذٰلِکَ فَبَرَّأْتُمْ مِنْهُمَا فَمَنْ بَقِیَ؟ فَوَاللّٰهِ مَا بَقِیَ اَحَدٌ اِلَّا بَرِئْتُمْ مِنْهُ.“

[فضائل الصحابۃ للدارقطنی،۱/۷۵]

حضرت امام اجل سید زید شہید ابن امام علی سجاد زین العابدین ابن امام حسین سعید شہید صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیٰ جدہم الکریم وعلیہم سے روایت ہے کہ خارجیوں نے اٹھ کر ان سے تبرا کیا جو ابوبکر وعمر سے رتبہ میں کم تھے یعنی حضرت عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما مگر ابوبکر وعمر کی شان میں کچھ کہنے کی گنجائش نہ پائی اور تم نے اے کوفیو! زور پر جست کی کہ ابوبکر وعمر پر تبرا

کیا تو اب کون رہ گیا؟ خدا کی قسم!اب کوئی نہ رہا جس پر تم نے تبرا نہ کیا ہو، والعیاذ باللہ رب العالمین۔" [جامع الاحادیث،۴/ ۵۴۹-۵۵۸ ملخصا]

۞ عَنْ جُنْدُبِ الْاَسَدِیْ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: جَآءَ بَعْضُ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَالْجَزِیْرَةِ اِلیٰ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَحْضِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا وَسَاَلَ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا فَقَالَ: اُنْظُرْ اِلیٰ اَهْلِ بِلَادِكَ یَسْاَلُوْنَنِیْ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ .لَهُمَا فَضْلٌ عِنْدِیْ مِنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ." [فضائل الصحابۃ للدارقطنی/شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ،۸/۱۴۵۴]

حضرت جندب اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بعض اہل کوفہ و جزیرہ حضرت امام محمد بن عبداللہ المحض رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں سوال کیا۔حضرت امام موصوف نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا: اپنے شہر والوں کو دیکھو! مجھ سے ابوبکر وعمر کے بارے میں پوچھتے ہیں۔وہ دونوں میرے نزدیک بلاشبہ مولیٰ علی سے افضل ہیں۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

۞ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شیخین [حضرت سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما] کو افضل سمجھنا سنیت اور حقانیت کی پہچان ہے۔

۞ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں:"یقین جان کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی امت میں کوئی ایسا نہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہو سوا سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ وہ حضور کے امتی ہیں اور صدیق سے افضل ہیں کہ نبی ہیں" [فتاویٰ رضویہ،۲۹/ ۲۷۸]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ رسالۂ مبارکہ "الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"امام غزالی قدس سرہٗ نے "قواعد العقائد" کے آخر میں کہا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت خلافت میں ان کی ترتیب کے موافق ہے،اس لئے کہ حقیقت فضل وہ ہے جو

اللہ کے نزدیک فضل ہو اور اس پر رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کو اطلاع نہیں یا آدمی، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی فضیلت اور اس میں ترتیب کا اعتقاد کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم.......... حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے تھے: ''شیخین کی فضیلت قطعی ہے یا قطعی جیسی ہے''۔[فتاویٰ رضویہ، ۲۸/۶۷۸]

اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لئے درج ذیل کتابیں مطالعہ کریں:

۱-مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین، ۲-الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی، ۳-غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق [رسائل اعلیٰ حضرت]، ۴-دلیل الیقین من کلمات العارفین، سرکار نور سیدنا شاہ ابوالحسین نوری قدس سرہٗ، ۵-النفحات العنبریۃ من المجمرۃ الحیدریۃ، استاذ زمن علامہ حسن رضا قادری قدس سرہٗ۔

﴿۵﴾ اخیر میں حصول سعادت کے لئے یہ غبار رہِ بوتراب ساحل شہسرامی اس باب العلم کے حکیمانہ اقوال کا انتخاب پیش کرتا ہے تا کہ سعادت مند دل ان سے نصیحت حاصل کریں اور اس ناکارہ بندۂ بوتراب کو بھی خاک بوسی کف پائے بوتراب کا کچھ حصہ ہاتھ آجائے۔

رشک قمر ہوں، رنگ رُخ آفتاب ہوں بندہ ترا جو اے شہ گردوں جناب ہوں
دُرِّ نجف ہوں، گوہر پاک خوش آب ہوں یعنی تُراب رہ گذرِ بو تراب ہوں

❁ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھ سے پانچ باتیں یاد کرلو:

❁ ۱-اپنے گناہ سے ڈرو، ۲-اپنی آرزو صرف اپنے رب سے وابستہ رکھو۔ ۳-جس بات کا علم نہ ہو، اسے سیکھنے میں شرم نہ کرو۔ ۴-جب کوئی بات تم سے پوچھی جائے اور تمہیں اس کا علم نہ ہو تو یہ کہنے میں شرم نہ کرو کہ میں نہیں جانتا، اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ ۵-صبر کا ایمان سے ایسا ہی تعلق ہے جیسے سر کا جسم سے [یعنی جیسے بغیر سر کے جسم بے کار ہے، اسی طرح بغیر صبر کے ایمان کمال کو نہیں پہنچ سکتا] جب صبر گیا، ایمان گیا اور جب سر گیا، جسم گیا۔[تاریخ

الخلفا، ص ۱۷۳، بحوالہ سنن سعید بن منصور]

ایمان دل میں ایک سفید نقطے کی مانند ہے جوں جوں ایمان میں ترقی ہوتی ہے، قلب بھی مزید سفید ہوتا جاتا ہے اور جب ایمان مکمل ہو جاتا ہے تو قلب بھی پوری طرح روشن ہو جاتا ہے، جب کہ منافقت دل میں سیاہ نقطے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور جوں جوں دل میں گھر کرتی جاتی ہے، یہ سیاہی بھی بڑھتی جاتی ہے، پھر جب منافقت پورے طور سے دل پر چھا جاتی ہے تو سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔[اللمع فی التصوف، ص:۱۲۴]

ایک روز حضرت علی نے عمر فاروق سے فرمایا: اگر اپنے دوست [خدا] سے ملنا چاہتے ہیں تو اپنی قمیص میں پیوند لگائیں اور اپنے کرتے سلیں اور امیدیں کوتاہ کریں اور پیٹ بھر کر نہ کھائیں۔

میری اور میرے نفس کی مثال بکریوں کے چرانے والے کی ہے۔ جب وہ بکریوں کو ایک طرف سے ملاتا ہے، دوسری طرف سے وہ منتشر ہو جاتی ہیں۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا: گناہوں سے لوگوں میں کون زیادہ محفوظ ہے؟ فرمایا: جس نے اپنی عقل کو اپنا امیر بنایا اور اپنے پرہیز کو اپنا وزیر بنایا اور نصیحت وموعظت کو اپنی زمام اور صبر کو اپنا قائد، تقویٰ شعاری کو اپنا مددگار اور خوفِ خدا کو اپنا ہم نشیں اور موت کو اور اس کے بعد سڑنے گلنے کو اپنا انیس [غمخوار] بنایا۔

پورا فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور انہیں اللہ کی نافرمانی میں رخصت نہ دے اور ان کو اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ کردے اور قرآن سے رُوگردانی کر کے اور اس کو چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ لاعلمی کی عبادت میں کچھ بھلائی نہیں، اور وہ عالم نہیں جس میں سمجھ نہیں اور وہ قراءت، قراءت نہیں جس میں غور وفکر نہیں۔[تاریخ الخلفا، ص: ۱۷۴، بحوالہ فضائل القرآن ابن ضریس]

جو اپنی طرف سے لوگوں میں انصاف کرنا چاہے تو ان کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرے۔[ابن عساکر]

۞ سات باتیں شیطان کی طرف سے ہیں:۱-سخت غصہ ،۲-چھینک کی شدت ، ۳-جماہی کی شدت ،۴- قے ،۵-نکسیر پھوٹنا،۶-سرگوشی ،۷-ذکر کے وقت نیند۔

۞ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ امت میں ایمان والا ہی سب سے زیادہ ذلیل ہوگا۔

[تاریخ الخلفا،ص ۱۷۴،بحوالہ سنن سعید بن منصور]

۞ عمل سے زیادہ اس کے مقبول ہونے کا اہتمام کرو[اور اس کے لیے اخلاص کی ضرورت ہے]اور تقویٰ کے ساتھ تھوڑا عمل کم نہیں اور جو عمل مقبول ہو جائے،وہ کیسے کم ہوگا۔

۞ تمہارا مال اور اولاد زیادہ ہوں تو یہ کوئی خوبی نہیں،خوبی تو یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور حلم بڑھا ہوا ہو۔لوگوں سے اگر مقابلہ کرنا ہے تو اپنے رب کی عبادت میں مقابلہ کرو۔اگر تو نیکی کرے تو اللہ کی حمد بجالا اور اگر برائی سرزد ہو جائے تو اللہ سے معافی طلب کر۔دنیا میں بھلائی دو ہی آدمی کے لیے ہے۔ایک تو وہ کہ جس نے گناہ کیا تو توبہ سے تدارک کرلیا۔اور دوسرا وہ کہ جو نیکیوں میں جلدی کرتا ہے۔پرہیز گاری اور تقویٰ کے ساتھ تھوڑا عمل بھی کم نہیں اور جو عمل قبول ہو جائے،وہ کیسے کم ہوسکتا ہے۔

۞ علم کے چشمے اور شب کے چراغ بن جاؤ،تمہارے کپڑے تو پرانے ہوں لیکن دل نئے ہوں،اس کی وجہ سے تمہیں آسمان میں پہچانا جائے گا اور زمین میں تمہارے چرچے ہوں گے۔[حلیۃ الاولیا،۱/۷۵]

۞ اپنے دوست سے محبت میں نرمی[میانہ روی]اختیار کرو کہ کہیں وہ تمہارا دشمن نہ ہو جائے اور دشمن سے دشمنی میں بھی نرمی کرو کہ کہیں وہ تمہارا دوست نہ ہو جائے۔

۞ بھلائی چار چیزوں میں جمع ہے:خاموشی،گویائی،بینائی[دیکھنا] اور نقل وحرکت میں۔تو جس بات میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ لغو ہے،اور جس خاموشی میں فکر نہ ہو وہ سہو ہے،اور جس نظر میں عبرت پذیری نہ ہو وہ غفلت ہے،اور جس حرکت میں اللہ کی عبادت کا تصور نہ ہو ،وہ سستی ہے۔تو اللہ رحم فرمائے اس بندے پر جس نے اپنی گویائی کو ذکر کے لیے اور خاموشی کو فکر کے لیے اور نظر کو عبرت کے لیے،اور حرکت کو عبادت کے لیے وقف کردیا اور اس کا یہ حال

ہو گیا کہ لوگ اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔[اللمع فی التصوف، ص:۱۲۴ تا ۱۲۶ ملخصا، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ]

❁ توفیق[خیر] بہترین قائد ہے، حسن خلق بہترین دوست ہے اور عقل بہترین ساتھی اور ادب بہترین میراث ہے اور عُجب[خود پسندی] سے سخت کوئی وحشت نہیں۔[تاریخ الخلفا، ص۱۴۴]

❁ حضرت مولیٰ علی سے پوچھا گیا: سخاوت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: جس کو آدمی از خود دے وہ سخاوت ہے، اور جو سوال کرنے پر دے تو حیادارانہ بہ تکلف سخاوت کرنا ہے۔

❁ ابن ملجم نے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ضرب کاری لگائی اور جب حضرت امام حسن کو خبر ہوئی تو وہ روتے ہوئے آئے تو ان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا: چار چار باتیں مجھ سے یاد کر لو۔ عرض کی: وہ کیا ہیں؟ فرمایا: ❁ سب سے بڑی تونگری، عقل ہے۔ ❁ سب سے بڑی تنگ دستی، حماقت ہے۔ ❁ بڑی وحشت، عُجب[خود پسندی] ہے۔ ❁ بہترین کرم، خلق حسن ہے۔

عرض کی: اور چار کیا ہیں؟ فرمایا: ✿ احمق کی صحبت سے بچنا، کیوں کہ وہ تم کو فائدہ پہنچانا چاہے گا مگر نقصان پہنچا دے گا ✿ جھوٹے کی دوستی سے بچنا، کیوں کہ وہ دور کو قریب کر دے گا اور جو قریب ہوگا، اس کو دور کر دے گا ✿ بخیل کی دوستی سے بھی بچنا کہ وہ تم سے وہ چیز روک دے گا جس کے تم زیادہ محتاج ہو گیا ✿ بدکار کی صحبت سے بھی بچنا، اس لیے کہ وہ تم کو حقیر اور معمولی چیز کے بدلے بیچ دے گا۔[تاریخ الخلفا، ص:۱۴۵]

﴿۶﴾ حضرت کے موضع دفن میں اختلاف ہے۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ آپ کی قبر اطہر کو اس لئے نہیں ظاہر کیا گیا تھا کہ خارجی بد بخت کہیں اس کی بے حرمتی نہ کریں۔ امام شریک کہتے ہیں کہ آپ کے شاہزادے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے جسم اقدس کو کوفہ سے مدینہ طیبہ منتقل فرما دیا تھا۔ ابن عساکر سعید بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شہید ہو گئے تو آپ کے جسم اقدس کو مدینہ منورہ لے جانے لگے تا کہ وہاں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے پہلوئے اقدس

میں دفن کریں۔ نعش مبارک ایک اونٹ پر رکھی ہوئی تھی، رات کا وقت تھا، وہ اونٹ راستہ میں کسی سمت چلا گیا اور پھر اس کا پتہ نہ چل سکا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد وہ اونٹ سرزمین طے میں مل گیا اور آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔" [تاریخ الخلفا للسیوطی، ص ۱۲۰]

صاحب منبع الانساب ایک اور روایت اس ذیل میں بیان فرماتے ہیں:

"حضرت کی قبر اطہر نجف اشرف میں ہے۔ شواہد النبوۃ میں مذکور ہے کہ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادگان حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وصیت کر رکھی تھی) کہ جب میری وفات ہو جائے تو مجھے چارپائی پر رکھ کر شہر سے باہر لے جائیں اور مغرب کی سمت اس جگہ پہنچا دیں جسے اب نجف اشرف کہتے ہیں۔ وہاں ایک سفید پتھر ملے گا، وہیں مجھے دفن کر دیں۔ حضرت میر سید علی ہمدانی فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضٰی کی قبر اطہر بلخ میں اس جگہ موجود ہے جسے آستانۂ امیر کہتے ہیں۔ آپ نے اس سلسلے میں باضابطہ دلیلیں بھی پیش کی ہیں کہ حضرت کی قبر اطہر بلخ میں ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم" [منبع الانساب، ص ۲۷۲]

لیکن اکثریت اسی بات کی قائل ہے کہ آپ کی مقدس خواب گاہ نجف اشرف میں ہے۔ ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر بھی اسی کا اشارہ دیتا ہے ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

﴿۷﴾ منبع الانساب میں حضرت مولائے کائنات شیر خدا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کریم اخلاف کی یہ تفصیل درج ہے:

"امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بتیس اولادیں تھیں۔ بیس صاحبزادے اور بارہ صاحبزادیاں۔ حضرت امام حسن، امام حسین، امام محسن، حضرت محمد، حضرت عباس اکبر، ابو بکر، عمر اوسط، محمد اوسط، محمد اصغر، عثمان اکبر، عون، یحیٰی، عمر اصغر، صالح، عبد اللہ، عباس اصغر، عثمان اصغر، جعفر اکبر، جعفر اصغر صاحبزادگان میں شمار ہوتے ہیں اور زینب کبریٰ، زینب صغریٰ، رقیہ، اُمّ الحسن، نفیسہ/نقیہ، رقیہ صغریٰ، اُمّ ہانی، اُمّ الکرام، حمامہ، اُمّ سلمہ، میمونہ، خدیجہ صاحبزادیاں ہیں۔

حضرت فاطمہ زہراء بنت خدیجۃ الکبریٰ سے حضرت امام حسن، امام حسین، امام محسن، زینب کبریٰ، زینب صغریٰ تولد ہوئیں۔خولہ بنت جعفر حنفیہ سے حضرت محمد پیدا ہوئے۔عمر اور رقیہ، صہبا/ام حبیبہ بنت ربیعہ ثعلبیہ کے بطن سے جڑواں پیدا ہوئے۔ حضرت عباس، جعفر، عثمان اور عبداللہ، ام بنین بنت حرام کلابیہ سے تولد ہوئے۔ یہ چاروں حضرت امام عالی مقام حسین شہید کربلا کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔محمد اصغر اور عباس اصغر، لیلیٰ بنت مسعود دارمی کے بطن سے تھے۔حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کی نسل پانچ صاحبزادگان سے جاری ہے:۱-ابو محمد امام حسن مجتبیٰ،۲-ابوعبداللہ امام حسین شہید کربلا،۳-ابوالقاسم محمد شجاع بن حنفیہ،۴-ابوالمقیم عمر،۵-ابوالفضل عباس رضی اللہ عنہم اجمعین۔[منبع الانساب،ص۲۷۲]

صاحب مسالک السالکین نے اخلاف کی تعداد پندرہ بتائی:"آپ کی بی بیوں کی تعداد نو ۹ رہے اور علاوہ ان کے چند سراری تھیں۔اور صاحبزادے پندرہ تھے:حسن، حسین، محسن، محمد اکبر، محمد اوسط، محمد اصغر، عباس، عثمان، جعفر، عبداللہ، عبداللہ ثانی، ابو بکر، عمر، یحییٰ، عون۔اور صاحبزادیاں سترہ تھیں:ام کلثوم، کبریٰ، زینب، رقیہ کبریٰ، رقیہ صغریٰ، ام الحسن، رملہ کبریٰ، رملہ صغریٰ، ام ہانی، ام کلثوم صغریٰ، میمونہ، فاطمہ، خدیجہ، ام الخیر، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ، نفیسہ......آپ کے صاحبزادوں سے صرف پانچ کی نسل باقی رہی: حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت عباس، حضرت محمد بن حنفیہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صاحبزادیوں سے صرف ایک صاحبزادی زینب بنت فاطمہ کی نسل موجود ہے جن کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوا تھا۔[مسالک السالکین،۱/۱۸۲]

سلطان الشہدا،سردار اولیا،امام الکونین کے شہزادے،رسول الثقلین کے نواسے

ابوعبداللہ حسین علیٰ جدہ وابیہ وعلیہ افضل الصلوات والتحیات کا مبارک تذکرہ

حضرات اہل بیت کے ضمن میں آپ کے فضائل آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں، وہ مقدمہ کتاب میں ذکر ہو چکے۔ خاص آپ کے فضائل میں جو احادیث مبارکہ ابھی حافظہ میں محفوظ اور پیش نظر ہیں، بیان ہوتی ہیں۔

۞ "فِی التَّشْرِیْحِ: أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ اَوْلَادُهُمَا سَادَاتُ الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا یَنْبَغِیْ لأَحَلِفِیْ زَمَانِنَا بِغَیْرِ اَوْلَادِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ "یَا سَیِّدُ" فِی الْبَلَدِ الَّذِیْ صَارَ شِعَارُهُمْ بِهٰذَا لأَنَّ فِیْهِ قَذَفَ بِغَیْرِهٖ."

کتاب التشریح میں ذکر ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کی اولادیں مسلمانوں کی سردار ہیں۔ ہمارے زمانے میں حضرات حسنین کریمین کی اولاد کے علاوہ کسی اور کو ایسے شہر میں "یاسید" کہہ کر پکارنا روا نہیں جہاں سید کہنا ان کا شعار ہو، کیونکہ اس میں دوسری نسل کو سیادت سے متہم کرنا لازم آئے گا۔

۞ "وَأَخْرَجَ النَّسَائِیُّ وَالرُّوْمَانِیُّ وَالضِّیَآءُ عَنْ حُذَیْفَةَ وَأَبُوْ یَعْلٰی عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَ عَنْ اِبْنِ مَاجَةَ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ وَ اِبْنُ عَدِیٍّ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ وَأَبُوْ نُعَیْمٍ عَنْ عَلِیٍّ وَالطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ عَنْ عُمَرَ وَ جَابِرٍ وَ بَرَآءٍ وَأُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ وَ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ وَالدَّیْلَمِیُّ عَنْ اَنَسٍ وَ اِبْنُ عَسَاکِرَ عَنْ عَآئِشَةَ وَعَنْ عُمَرَ وَ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَ اَبِیْ رِمَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" وزادابن ماجة وغیره "وَأَبُوْهُمَا خَیْرٌ مِنْهُمَا" وعند الطبرانی "وَأَبُوْهُمَا اَفْضَلُ مِنْهُمَا." [جامع الترمذی،۲/ ۲۱۸، سنن ابن ماجہ،۱/ ۱۲، مستدرک حاکم،۳/ ۱۶۶، مسند امام احمد بن حنبل،۳/ ۶۲، معجم کبیر للطبرانی،۳/ ۲۵، مجمع الزوائد للہیثمی،۹/ ۱۷۸، صحیح ابن حبان، ۲۲۲۸، مشکل الآثار للطحاوی ۲/ ۲۹۳، تاریخ بغداد للخطیب،۱۱/ ۹۰، در منثور للسیوطی،۴/ ۲۶۲، شرح السنۃ للبغوی،۱۴/ ۱۳۸، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم،۴/ ۱۳۹]

حضرت امام نسائی، رومانی اور ضیاء نے حضرت حذیفہ صحابی رسول سے، اور امام

ابو یعلیٰ نے حضرت ابوسعید سے، امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے اور ابن عدی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے، ابونعیم نے حضرت علی سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عمر، حضرت جابر، حضرت براء بن عازب، حضرت اُسامہ بن زید اور حضرت مالک بن حویرث سے، دیلمی نے حضرت انس بن مالک سے، ابن عساکر نے حضرت عائشہ، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

''حسن اور حسین جوانانِ جنت کے سردار ہیں''۔ ابن ماجہ وغیرہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: ''اور ان [حسنین کریمین] کے والد ان سے بہتر ہیں'' اور طبرانی کی روایت میں ''افضل'' کا لفظ وارد ہے۔

۞ ''فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیْ: فِی الْحَسَنِ السِّبْطِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: '' أَنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ۔ '' بخاری شریف میں نواسۂ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے: ''میرا یہ بیٹا یقیناً سردار ہے۔''

۞ ''فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیْ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ جَنْبُہٗ وَھُوَ یُقْبِلُ عَلَی النَّاسِ مَرَّۃً وَ عَلَیْہِ اُخْریٰ وَ یَقُوْلُ: '' اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ یُصْلِحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ بَیْنَ فِئَتَیْنِ ۔ '' [جامع ترمذی،۲/۲۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ،۱۲/۹۶، کنز العمال للمتقی،۳۷۶۹۱،۱۳/۶۶۴]

بخاری شریف کی روایت میں ابوبکرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن بن علی حضور علیہ السلام کے پہلو میں تھے اور حضور علیہ السلام متوجہ ہوتے تھے لوگوں کی طرف ایک بار اور ان کی طرف دوسری بار اور فرماتے تھے کہ بیشک یہ میرا بیٹا سید ہے۔

مؤلف عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ انہیں احادیث مبارکہ کی وجہ سے جن میں حضور

خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت علی کو"سید العرب" کے لقب سے یاد فرمایا۔ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے "سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" [جنتی عورتوں کی سردار] فرمایا، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے "سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" [نوجوانان جنت کے سردار] ارشاد ہوا اور حضرت امام حسن کے لئے "اِبْنِـىْ هٰذَا سَيِّدٌ" [میرا یہ بیٹا سید وسردار ہے] ارشاد فرمایا، حضرات حسنین کریمین کی اولاد کو"سید" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

حضور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم حضرت امام حسین کی جیسی اور جس قدر ناز برداری فرماتے تھے، اسے معرض تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ حضور اگر نماز ادا فرما رہے ہوتے اور قیام یا رکوع کی حالت ہوتی اور ابوعبداللہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن میں آکر حضور علیہ السلام کی جانماز پر لوٹتے پوٹتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم قیام اور رکوع کو طویل فرمادیا کرتے تھے۔ جب امام عالی مقام خود بخود جانماز سے ہٹ جاتے تو حضور اس وقت سجدے ادا فرماتے۔ حضرت امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدے کی حالت میں حضور انور کی پشت اقدس پر سوار ہو جاتے۔ حضور علیہ السلام سجدے میں ہی ٹھہرے رہتے، جب تک کہ امام عالی مقام پشت اقدس سے اتر نہ جاتے، پھر حضور سجدے سے سر اٹھاتے۔ عین نماز کی حالت میں حضرت امام عالی مقام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدموں کے درمیان سر ڈال دیتے تو حضور قدموں کو کشادہ فرمادیتے یہاں تک کہ وہ اپنے سر حضور کے قدمان مبارک سے ہٹا لیتے۔ حضرات صحابۂ کرام میں سے کوئی اگر حضرت امام عالی مقام کو منع فرماتے تو حضور نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابۂ کرام سے فرماتے کہ حسین کے معاملے میں روک ٹوک نہ کریں، انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیں، کیونکہ حسین کو منع کرنا اس کی دل شکنی کا باعث ہوگا۔ ﴿۱﴾

''وسیلۃ النجاۃ'' نامی کتاب میں معتبر کتابوں کے حوالے سے یہی روایات ملتی ہیں۔

۞ ''رَوَىٰ اَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهٖ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ السُّبَيْعِي عَنْ هَانِي بْنِ هَانِي عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ قَالَ : لَمَّا وُلِدَ الْحَسَنُ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : اَرُوْنِيْ اِبْنِيْ مَا سَمَّيْتُمُوْهُ ؟ قُلْتُ: سَمَّيْتُهٗ حَرْبًا قَالَ: بَلْ هُوَ حَسَنٌ فَلَمَّا وُلِدَ الْحُسَيْنُ قَالَ : اَرُوْنِيْ اِبْنِيْ مَا سَمَّيْتُمُوْهُ ؟ قُلْتُ : سَمَّيْتُهٗ حُرَيْبًا قَالَ : بَلْ هُوَ حُسَيْنٌ فَلَمَّا وُلِدَ الثَّالِثُ قَالَ : اَرُوْنِيْ اِبْنِيْ مَا سَمَّيْتُمُوْهُ ؟ قُلْتُ : مُحْرِبًا قَالَ : بَلْ هُوَ مُحْسِنٌ ثُمَّ قَالَ : اِنِّيْ سَمَّيْتُهُمْ بِاَسْمَآءِ وَلَدِ هَارُوْنَ شَبَّرٍ وَّشَبِّيْرٍ وَّ مُشَبِّرٍ.'' وَاَخْرَجَ الطَّبْرَانِي فِي الْكَبِيْرِ وَالدَّارُقُطْنِي فِي الْاَفْرَادِ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُ وَ اِبْنُ عَسَاكِرَ كُلُّهُمْ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ و أَخْرَجَهُ الْبَغْوِيُ وَالطَّبْرَانِيُ عَنْ سُلَيْمٰنَ.'' [فضائل الصحابہ للامام احمد بن حنبل، ۲/ ۷۷۳، مسند امام احمد بن حنبل، ۱/ ۱۱۸، مسند ابو داود طیالسی، ۱/ ۱۱۸، الادب المفرد، ۱/ ۲۸۶، مسند البزار ۱، ۲/ ۳۱۴، معجم ابن الاعرابی، ۲/ ۷۱۰، صحیح ابن حبان، ۱۵/ ۴۱۰، المعجم الکبیر للطبرانی ۳/ ۹۶، السنن الکبریٰ للبیہقی، ۶/ ۲۷۴، موطا امام مالک، ۲/ ۶۳۶]

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے کہ فرمایا: جب حسن کی ولادت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ۔ تم لوگوں نے اس کا کیا نام رکھا؟ میں نے عرض کی: میں نے اس کا نام ''حرب'' تجویز کیا ہے۔ حضور نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ حسن ہے پھر جب حسین کی ولادت ہوئی تو حضور نے ارشاد فرمایا: مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ۔ تم لوگوں نے اس کا کیا نام رکھا؟ میں نے عرض کی: میں نے ''حُرَیب'' نام رکھا ہے۔ حضور نے فرمایا: نہیں بلکہ وہ حسین ہے پھر جب تیسرے بچے کی ولادت ہوئی تو حضور نے فرمایا: مجھے میرے بیٹے کو دکھاؤ۔ تم لوگوں نے اس کا کیا نام رکھا؟ میں نے عرض کی: میں نے اس کا نام ''محرب'' رکھا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ وہ محسن ہے پھر ارشاد فرمایا: میں نے ان کا نام حضرت ہارون

علیہ السلام کے بیٹوں کے نام کے مطابق: شبر، شبیر، مشبر تجویز کیا ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں، امام دار قطنی نے افراد میں، حاتم، بیہقی اور ابن عساکر سب نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اور امام بغوی اور طبرانی نے حضرت سلیمان سے روایت کیا ہے۔[ابن عبدالبر نے استیعاب میں یہ حدیث ذکر کی] ﴿۲﴾

۞ "رَوَىٰ اِبْنُ عَسَاكِرَ وَغَيْرُهُ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ: "مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ." [مصنف عبدالرزاق،۳/۴۷۱، مسند اسحاق بن راہویہ،۱/ ۲۴۸، فضائل الصحابہ للامام احمد بن حنبل،۲/ ۶۲۲، مسند امام احمد،۱۶/ ۵۰۶، سنن ابن ماجہ،۱/ ۵۱، مسند البزار،۱۶/ ۲۴۰، سنن نسائی،۷/ ۳۱۷، مسند ابو یعلی،۱۱/ ۷۸، شرح مشکل الآثار،۱۰/ ۱۱۷، المعجم الاوسط،۵/ ۱۰۲، المعجم الکبیر للطبرانی،۳/ ۴۸، المستدرک علی الصحیحین،۳/ ۱۹۷، فضائل الصحابہ للنسائی،۱/ ۲۰]

ابن عساکر وغیرہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حسنین سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

۞ "اَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ: لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَقَالَ فِي الْحُسَيْنِ اَيْضاً كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ رَوىٰ هٰذَا الْحَدِيْثَ مُفَصَّلًا التِّرْمِذِيُّ عَنْ عَلِيٍّ وَ صَحَّحَهُ وَ قَالَ: اَلْحَسَنُ اَشْبَهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ اِلَى الرَّاْسِ وَالْحُسَيْنُ اَشْبَهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا كَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ." [سنن ترمذی،۵/ ۳۲۴]

حضرت امام بخاری، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: حضرت حسن بن علی [رضی اللہ تعالیٰ عنہ] سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے مشابہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ حضرت انس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک

وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ امام ترمذی نے حضرت علی سے یہ حدیث قدرے تفصیل سے روایت کی اور اسے حدیث صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا: حضرت حسن، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سینہ سے لے کر سر تک اور حضرت حسین وہاں سے لے کر پاؤں تک حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے سب سے زیادہ مشابہہ تھے۔

ایک سینہ تک مشابہہ، اک وہاں سے پاؤں تک
خطِ توأم میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا [اعلیٰ حضرت]

"اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَالَ : مَنْ اَحَبَّنِیْ وَ اَحَبَّ ھٰذَیْنِ وَاَبَاھُمَا وَاُمَّھُمَا کَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ." [جزء ابن الغطریف، ۱/۷۷]

حضرت امام ترمذی نے یہ حدیث تخریج کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو ساتھ لیا پھر فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان دونوں کے والدین سے محبت کی، کل قیامت کے دن اسے میرے مقام میں میری رفاقت نصیب ہوگی۔

یہ احادیث مبارکہ "سِرُّ الشہادتین" نامی کتاب سے نقل کی گئیں۔ اب میں اس جگہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب "مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّۃِ فِیْ اَیَّامِ السُّنَّۃِ" سے نقل کرتے ہوئے چند احادیث درج کرتا ہوں جو امام عالی مقام کی شہادت کی اطلاع فراہم کرتی ہیں۔

"عَنْ عَلِیٍّ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَخْبَرَنِیْ جِبْرَئِیْلُ اَنَّ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ. رَوَاہُ ابْنُ سَعْدٍ." [مصنف ابن ابی شیبہ، ۷/۴۷۸]

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے جبرئیل نے اطلاع دی کہ حسین

دریائے فرات کے کنارے شہید ہوگا۔

"عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اِبْنِي الْحُسَيْنُ يُقْتَلُ بَعْدِيْ بِاَرْضِ الطَّفِّ وَجَآءَ نِيْ بِهٰذِهِ التُّرْبَةِ وَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ فِيْهَا مَضْجَعَهٗ." رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ وَالطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ."[المعجم الکبیر،۳/۱۰۷]

"وَ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اُمَّتِيْ سَتَقْتُلُ اِبْنِيْ هٰذَا وَاَتَانِيْ بِالتُّرْبَةِ مِنْ تُرْبَةٍ حَمْرَآءَ. رَوَاهُ ابْنُ دَاوٗدَ وَالْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ."

"وَ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَخْبَرَنِيْ جِبْرَئِيْلُ اَنَّ اِبْنِيْ يُقْتَلُ بِاَرْضِ الْفُرَاتِ فَقُلْتُ لِجِبْرَئِيْلَ : اَرِنِيْ تُرْبَةَ الْاَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ فِيْهَا فَجَآءَ بِهٰذِهِ التُّرْبَةِ." رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ اَيْ اِبْنِيْ هٰذَا يَعْنِي الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِاَرْضٍ مِنْ اَرْضِ الْعِرَاقِ يُقَالُ لَهٗ "كَرْبَلَا" فَمَنْ شَهِدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَنْصُرَنَّهٗ. " رَوَاهُ الْبَغْوِيُّ وَابْنُ السَّكَنِ وَالْمَاوَرْدِيُّ وَابْنُ مُنْذِرٍ وَ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ اَنَسِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ تُبَّةَ قَالَ الْبَغْوِيُّ : لَا اَعْلَمُ رَوٰى غَيْرُهٗ قَالَ ابْنُ السَّكَنِ: لَيْسَ يُرْوٰى اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَا يَعْرِفُ الْاَنَسُ غَيْرَهٗ اَنَّ جِبْرَئِيْلَ اَخْبَرَنِيْ اَنَّ اِبْنِي الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ وَهٰذِهِ تُرْبَةُ مُلْكِ الْاَرْضِ." رَوَاهُ الْخَلِيْلِيُّ فِي الْاِرْشَادِ."

"عَنْ عَآئِشَةَ وَاُمِّ سَلْمَةَ مَعًا اَنَّ جِبْرَئِيْلَ كَانَ مَعَنَا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ: اَتُحِبُّهٗ؟ فَقُلْتُ : اَمَّا فِي الدُّنْيَا فَنَعَمْ فَقَالَ : اِنَّ اُمَّتَكَ سَتَقْتُلُ هٰذَا بِاَرْضٍ يُقَالُ لَهَا "كَرْبَلَا" فَتَنَاوَلَ جِبْرَئِيْلُ مِنْ تُرْبَةٍ فَاَرَا نِيْهِ."

یہ ساری احادیث معناً ایک ہیں، صرف راوی مختلف ہیں۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس یہ اطلاع لے کر آئے کہ یہ میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے، بعض روایت میں ہے سرزمین طف

پر اور بعض روایت میں: سرزمین کربلا میں شہید کیا جائے گا اور جبرئیل میرے پاس اس مقام کی سرخ مٹی بھی لائے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضور نے فرمایا:

"مجھ سے جبرئیل نے دریافت کیا کہ آپ حسین کو چاہتے ہیں؟ میں نے جواباً کہا: دنیا میں تو اسے دوست رکھتا ہوں، تو جبرئیل نے کہا: عنقریب آپ کی امت اسے سرزمین کربلا میں شہید کرے گی، پھر جبرئیل اس سرزمین کی خاک لے کر آئے اور اس کا مجھے مشاہدہ کرایا۔

۞ "رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُ فِی الْکَبِیْرِ عَنْ اُمِّ سَلْمَۃَ: " اِنَّ جِبْرَئِیْلَ اَخْبَرَنِیْ اَنَّ اِبْنِیْ هٰذَا یُقْتَلُ وَاَنَّهُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ یَّقْتُلُهُ۔" رَوَاهُ اِبْنُ عَسَاکِرَ عَنْ اُمِّ سَلْمَۃَ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ اَرَانِی التُّرْبَۃَ الَّتِیْ یُقْتَلُ عَلَیْهِ الْحُسَیْنُ فَاشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ یَّسْفِکُ دَمَهُ فِیْهَا۔ یَا عَائِشَۃُ! وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّهُ لَیَحْزُنُنِیْ فَمَنْ هٰذَا مِنْ اُمَّتِیْ یَقْتُلُ حُسَیْنًا بَعْدِیْ۔" رَوَاهُ اِبْنُ سَعْدٍ عَنْ عَائِشَۃَ: اَنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَانِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اِبْنِیْ یَقْتُلُهُ اُمَّتِیْ فَاَرَانِیْ تُرْبَتَهُ فَاَتَانِیْ تُرْبَۃً حَمْرَآءَ"۔

یہ روایت مختلف راویوں سے مختلف انداز میں منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے جبرئیل نے اطلاع دی کہ میرا یہ بیٹا[حضرت حسین] شہید کیا جائے گا۔ جو شخص اسے شہید کرے گا، اللہ تعالیٰ کا سخت ترین غضب اس پر نازل ہوگا۔ پس اے عائشہ! خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ اس بات نے مجھے سخت غم زدہ کر دیا ہے۔ میری امت ...س وہ کون شخص ہوگا جو میرے بعد حسین کو شہید کرے گا؟ پھر میں نے جبرئیل سے کہا: مجھے اس کی شہادت گاہ کی خاک دکھاؤ تو جبرئیل سرخ مٹی لے کر آئے۔

۞ "رَوَاهُ الطَّبَرَانِیُ فِی الْکَبِیْرِ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ: اَوْحَی اللّٰهُ تَعَالٰی اَنِّیْ قَتَلْتُ بِیَحْیٰی بْنِ زَکَرِیَّا سَبْعِیْنَ اَلْفًا وَّاِنِّیْ قَاتِلٌ بِابْنِ بِنْتِکَ سَبْعِیْنَ اَلْفًا وَّسَبْعِیْنَ اَلْفًا۔"

[الفوائد الشہیر بالغیلانیات لابی بکر الشافعی، ۱/ ۳۶۸، المستدرک للحاکم، ۲/ ۳۱۹]

حضرت امام طبرانی معجم کبیر میں اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے میں ستر ہزار کو قتل کیا اور میں تمہارے نواسے کے بدلے میں اس کا دوگنا قتل کروں گا۔

۞ ''رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ يَعْلٰى وَابْنُ سَعْدٍ وَّالطَّبْرَانِى فِى الْكَبِيْرِ عَنْ عَلِىٍّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَ عَنْ اَبِى اُمَامَةَ وَ عَنْ اَنَسٍ وَ عَنْ عَآئِشَةَ وَ رَوَى ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ وَ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجَةِ الْعَبَّاسِ وَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبُوْ يَعْلٰى عَنْ زَيْنَبَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ: ''كَاَنِّىْٓ اَنْظُرُ اِلٰى كَلْبٍ اَبْقَعَ يَلِغُ فِى دِمَآءِ اَهْلِ بَيْتِىْ.''

اس حدیث کو امام احمد، ابو یعلیٰ، ابن سعد اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو امامہ، حضرت انس اور حضرت عائشہ سے اور ابن عساکر نے حضرت اُمّ سلمہ، حضرت اُمّ فضل بنت حارث زوجۂ حضرت عباس سے اور ابن سعد نے حضرت عائشہ سے اور ابو یعلیٰ نے ام المومنین حضرت زینب سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

''گویا کہ میں ایک چتکبرے کتے کو اپنے اہل بیت کے خون میں منہ ڈالتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔'' چتکبرے کتے سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل مراد ہے، جس کے جسم پر سفید اور چتکبرا داغ تھا۔

۞ ''وَفِى جَامِعِ الْاُصُوْلِ مِنْ حَدِيْثِ التِّرْمِذِىْ عَنْ سَلْمٰى: اِمْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلْمَةَ وَهِىَ تَبْكِىْ فَقُلْتُ: مَا يُبْكِيْكِ؟ قَالَتْ: رَاَيْتُ الْاٰنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَنَامِ وَ عَلٰى رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ وَهُوَ يَبْكِىْ فَقُلْتُ: مَا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: شَهِدْتُّ قَتْلَ الْحُسَيْنِ اٰنِفًا.'' [سنن الترمذی، ۶/۱۲۰، الشریعۃ للآجری، ۵/۴/۲۱۷۴، المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۳/۳۷۳، المستدرک للحاکم، ۴/۲۰،

دلائل النبوۃ للبیہقی،۷/۴۸،جامع ترمذی،۶/۱۱۶]

جامع الاصول میں حضرت امام ترمذی کی بیان کردہ یہ حدیث منقول ہے کہ قبیلۂ انصار کی ایک خاتون سلمٰی بیان کرتی ہیں کہ میں اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے عرض کی: اُمّ المومنین! آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ کا سر مبارک اور ریش اقدس غبار آلود تھی اور آپ اشک بار تھے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا بات ہے؟ حضور نے فرمایا: میں نے ابھی ابھی حسین کی شہادت ملاحظہ کی ہے۔

۞ ''وَاَخْرَجَ الْبَیْہَقِیُ فِی الدَّلَآئِلِ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِصْفَ النَّھَارِ اَشْعَثَ وَاَغْبَرَّ وَ بِیَدِہٖ قَارُوْرَۃٌ فِیْھَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! مَا ھٰذَا ؟ قَالَ : دَمُ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِہٖ لَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُہٗ مُنْذَ الْیَوْمِ فَاُحْصٰی ذٰلِکَ الْیَوْمَ فَوَجَدُوْہُ قُتِلَ یَوْمَئِذٍ.'' [فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبل،۲/۷۸۱،مسند امام احمد بن حنبل،۱/۲۸۳،المعجم الکبیر للطبرانی،۳/۱۱۰،المستدرک للحاکم،۳/۶۵۲،دلائل النبوۃ للبیہقی،۶/۴۷۱]

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو خواب میں دیکھا کہ دوپہر کا وقت ہے، آپ کی زلفیں بکھری ہوئی ہیں، چہرہ غبار آلود ہے، آپ کے دست اقدس میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: ''یہ حسین اور اس کے رفقا کا خون ہے جسے میں آج صبح سے جمع کر رہا ہوں''۔ میں نے اس وقت کو یاد رکھا پھر لوگوں نے دریافت کیا تو حضرت حسین کی شہادت کا واقعتاً وہی وقت تھا۔ یہاں حضرت شیخ عبد

الحق محدث دہلوی کی کتاب "ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ" کی عبارت مکمل ہوئی۔

"وَفِی الصَّوَاعِقِ الْمُحْرِقَةِ: اَخْرَجَ اِبْنُ سَعْدٍ عَنِ الشَّعْبِی قَالَ : مَرَّ عَلِیٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ بِكَرْبَلَا عِنْدَ مَسِيْرِهٖ اِلٰى صِفِّيْنَ وَحَاذٰى نِيْنَوٰى قَرْيَةٌ عَلَى الْفُرَاتِ فَوَقَفَ وَ سَئَلَ عَنْ اِسْمِ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَقِيْلَ كَرْبَلَا فَبَكٰى حَتّٰى بَلَّ الْاَرْضَ مِنْ دُمُوْعِهٖ ثُمَّ قَالَ : دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ يَبْكِىْ فَقُلْتُ: مَا يُبْكِيْكَ؟ قَالَ: كَانَ عِنْدِىْ جِبْرَئِيْلُ اٰنِفًا وَ اَخْبَرَنِىْ اَنَّ وَلَدِىْ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ لِلْمَوْضَعِ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَا ثُمَّ قَبَضَ جِبْرَئِيْلُ قَبْضَةً مِنْ تُرَابٍ شَمَّنِىْ اِيَّاهَا فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَىَّ اَنْ فَاضَتَا"، وَقَالَ: هٰهُنَا مَنَاخُ رِكَابِهِمْ وَهٰهُنَا مَوْضَعُ رِجَالِهِمْ وَهٰهُنَا مُهْرَاقُ دِمَآءِ هِمْ مِنْ فِئَةِ اٰلِ مُحَمَّدٍ يُقْتَلُوْنَ بِهٰذِهِ الْعَرْصَةِ تَبْكِىْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ ."

"صواعق محرقہ" میں حضرت ابن سعد نے امام شعبی سے یہ روایت نقل کی کہ سیدنا امیر المومنین مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جب مقام صفین کی جانب محو سفر تھے تو آپ کا گذر سرزمین کربلا سے ہوا۔ جب دریائے فرات کے پاس مقام نینوا میں پہنچے تو آپ ٹھہر گئے اور لوگوں سے اس سرزمین کا نام دریافت فرمایا۔ بتایا گیا کہ اسے کربلا کہتے ہیں تو اس قدر بے اختیار ہو کر روئے کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین بھیگ گئی، پھر فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو انہیں روتا ہوا پایا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کی اشک باری کا سبب کیا ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس جبرئیل نے آکر مجھے اطلاع دی کہ میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے ایسی جگہ شہید کیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں۔ پھر جبرئیل نے ایک مشت مٹی لے کر مجھے سونگھائی تو میں اپنے آنسوؤں کو روک نہیں پایا۔ پھر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ ان کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے، یہ ان کے کجاوے

رکھنے کی جگہ ہے اور یہ اہل بیت کے جوانوں کے خون بہنے کی جگہ ہے۔ وہ اسی میدان میں شہید ہوں گے اور ان پر آسمان وزمین روئیں گے، انتہیٰ کلامہ۔

حضرت امام عالی مقام کی ولادت با سعادت ۵/شعبان المعظم ۴ھ بروز منگل مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ کی مدت حمل چھ ماہ تھی۔ حضرت یحییٰ بن زکریا علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی بچہ حیات نہ رہا جو چھ مہینے کے اندر پیدا ہوا ہو۔ ﴿۳﴾ حضرت امام حسین کی شہادت ۱۰/محرم الحرام ۶۱ھ جمعہ مبارکہ کے دن ہوئی۔ آپ کے واقعاتِ شہادت جملہ معتبر کتابوں میں مذکور ہیں بالخصوص سید المحد ثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تصنیف ''سر الشہادتین'' میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں..........

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادگان میں حضرت علی اکبر نے اٹھارہ سال کی نوجوانی میں جام شہادت نوش فرمایا۔ دوسرے صاحبزادے کے اسم گرامی میں اختلاف ہے۔ بعض نے عبداللہ، بعض نے علی اصغر اور بعض نے جعفر نام تحریر کیا ہے جو شیر خوارگی کے عالم میں شہید ہوئے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادگان میں حضرت قاسم، عبداللہ، عمر، ابوبکر اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادگان میں حضرت عباس، عثمان، محمد، عبداللہ اور جعفر، اور حضرت زینب [امام عالی مقام کی ہمشیرہ] کے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر کے صاحبزادگان میں حضرت عون ومحمد اور حضرت عقیل بن ابی طالب کے صاحبزادگان میں حضرت عبداللہ، عبدالرحمن اور جعفر اہل بیت کے یہ سترہ افراد ہیں جو رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ باقی رفقائے امام عالی مقام تھے جنہیں شرف شہادت میسر ہوا۔ شہادت کے وقت امام عالی مقام کی عمر مبارک ۵۶/سال پانچ مہینے، پانچ دن تھی۔

حضرت سید ضیاء اللہ بلگرامی نے حضرت امام عالی مقام کی تاریخ وصال ان

اشعار میں پیش کی ہے۔

سال تاریخ گفت غمگینے سر دیں را برید بے دینے

ایک غمزدہ نے امام عالی مقام کی تاریخ وصال اس طور سے کہی کہ ایک بے دین نے سراپا دین کا سر قلم کر دیا۔ [لفظ دین کے سر یعنی دال کو ختم کر دیں تو ساٹھ کا عدد برآمد ہوتا ہے اور یہی سال شہادت ہے اگر دس دن محرم کے شمار نہ ہوں]

ایک دوسرے شاعر نے تاریخ وصال یوں نظم کی ہے ع

سر یزید بیا فگن بر سر پائے حسین

یزید کا سر یعنی 'ی' کو حسین کے قدم یعنی 'ن' سے ملا دو تو ساٹھ کا عدد نکلے گا۔

ایک دوسرے شاعر نے یہ کہا ع

نبی بے دل شدہ از ماتم او

نبی کے دل یعنی 'ب' کو ہٹا دیں تو ساٹھ کا عدد نکلے گا۔

مگر ملا مغربی کا تاریخی شعر سب سے نادر ہے۔

من چہ گویم کربلا را واقعات آہ بیروں آمدہ از اسم ذات

میں نے کربلا کے واقعات کیا بیان کئے کہ اسم ذات [اللہ] سے لفظ 'آہ' نکل گیا [تو صرف دو لام بچے جن کا عدد ساٹھ ہوتا ہے]

امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین شاہزادے اور دو شاہزادیاں تھیں۔ بڑے صاحبزادے حضرت علی اوسط امام زین العابدین ہیں جن کی عمر شریف حضرت امام عالی مقام کی شہادت کے وقت بائیس سال تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ شہر بانو تھیں جن کا لقب شاہ زناں تھا اور وہ نوشیرواں سلطان فارس کی نسل سے تھیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: شہر بانو بنت یزدجرد بن شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں۔

حضرت امام عالی مقام کے دوسرے صاحبزادے حضرت علی اکبر ہیں جن کی

والدہ ماجدہ بنی ثقیف کے سردار ابومرہ بن عروہ بن مسعود کی صاحبزادی حضرت لیلیٰ تھیں۔

حضرت امام کے تیسرے صاحبزادے حضرت علی اصغر ہیں۔آپ کے اسم گرامی میں مورخین کا اختلاف ہے۔آپ کی والدہ ماجدہ کا نام معلوم نہیں مگر اتنا متعین ہے کہ بنو قضاعہ کی نسل سے عرب خاتون تھیں۔اکثر مورخین اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت امام عالی مقام کے تینوں صاحبزادوں کا نام علی تھا،اسی وجہ سے حضرت زین العابدین کو علی اوسط کہتے ہیں اور جولوگ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت امام کے دو صاحبزادے اپنے جد امجد مولائے کائنات کے ہم نام تھے،وہ لوگ حضرت زین العابدین کو علی اصغر کہتے ہیں۔ خواجہ محمد پارسا''فصل الخطاب''میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین اپنے جد امجد کے سامنے پیدا ہوئے،اس لئے انہیں علی اصغر کہتے ہیں۔

امام عالی مقام کی بڑے شاہزادی حضرت فاطمہ صغریٰ تھیں جن کی والدہ ماجدہ حضرت ام اسحٰق،حضرت طلحہ کی صاحبزادی ہیں جو عشرہ مبشرہ سے ہیں۔حضرت فاطمہ صغریٰ کا عقد مسنون حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام حسن مثنیٰ کے ہمراہ ہو۔یہ مدینہ طیبہ میں اپنے شوہر کے ہمراہ رہتی تھیں اور کربلا میں نہیں آئی تھیں۔

حضرت امام عالی مقام کی دوسری صاحبزادی حضرت سکینہ ہیں جن کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی رباب ہے۔یہ بنو کلب کے امرؤ القیس بن عدی صاحبزادی تھیں۔ حضرت امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ازواج میں حضرت رُباب کو اور اولاد میں حضرت سکینہ کو بہت چاہتے تھے۔اس سلسلے میں آپ کا ایک شعر بھی منقول ہے۔

لَعَمْرُکَ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضاً تَحِلُّ بِهِ السَّكِيْنَةُ وَالرُّبَابُ

تمہاری جان کی قسم!میں اس سر زمین کو یقیناً عزیز رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رُباب فروکش ہوں۔

حضرت سکینہ کربلا میں سات سال کی تھیں اور حضرت قاسم سے منسوب تھیں لیکن

حضرت قاسم کے ساتھ ان کے نکاح کی روایت نادرست ہے۔اس وقت اس کام کی فرصت کسے تھی۔شیعوں کے عالم ''جلاء العیون'' کے مصنف بھی مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت قاسم کے عقد کی روایت میری نگاہ سے نہیں گذری۔اسی طرح ملک شام میں حضرت سکینہ کی شہادت کی روایت بھی غلط ہے، کیونکہ حضرت سکینہ نے طویل عمر پائی اور حضرت مصعب بن زبیر کے ہمراہ آپ کا عقد مسنون ہوا۔حضرت زبیر، حضور اقدس خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔''تاریخ ابن خلکان'' کے مصنف نے حضرت سکینہ اوران کے عقد مسنون کے حالات تفصیل سے بیان کئے ہیں۔﴿۴﴾

حضرت امام عالی مقام ابوعبداللہ حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل صرف حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ باقی رہی۔ یہ ساری روایات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے کلام سے نقل کی گئی ہیں۔

یزید پر لعنت بھیجنے کے سلسلے میں علمائے اہل سنت کا اختلاف ہے۔قدیم صاحبان تعصب میں سے بعض اس کی لعنت کے قائل نہیں۔ان کا کہنا ہے کہ یزید اہل قبلہ تھا اور اہل قبلہ پر لعنت نہیں کرنا چاہیئے۔بعض حضرات سکوت اختیار کرتے ہیں۔نہ اس پر لعنت کے جواز کے قائل ہیں، نہ عدم جواز کے۔بعض قدیم محققین اور جملہ متاخرین یزید پر لعنت کا حکم دیتے ہیں۔ان کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ یزید شراب کو حلال جانتا تھا، تارک نماز تھا اور امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل اور اہانت اہل بیت پر اس کی رضامندی ثابت ہے۔اس لئے اسے ایمان و اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔چنانچہ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی ان مختلف روایات کو نقل کرنے کے بعد ''شرح عقائد نسفی'' میں لکھتے ہیں:

''نَحْنُ لَا نَتَوَقَّفُ فِیْ شَانِہٖ بَلْ فِیْ اِیْمَانِہٖ . لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اَنْصَارِہٖ وَاَعْوَانِہٖ.'' ہم اس کے بارے میں یا اس کے ایمان کے بارے میں توقف اور سکوت اختیار نہیں کرتے بلکہ اس پر اور اس کے معاونین و مددگار پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں۔

حضرت شیخ المحدثین، قدوۃ المحققین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کا موقف بھی ان کے مکتوبات کی روشنی میں یہی سمجھ میں آتا ہے۔ ﴿۵﴾

....

حواشی

یا شہیدِ کربلا ،یا دافعِ کرب وبلا گل رُخا،شہزادۂ گلگوں قبا اِمداد کن
اے زِحسن خلق وحسنِ خُلق احمد نسخۂ سینہ تا پا شکل محبوبِ خدا اِمداد کن
اے گلویت گہ لبانِ مصطفٰے را بوسہ گاہ گہ لبِ تیغ لعیں را حسرتا اِمداد کن
اے تنِ تو گہ سوارِ شہسوارِ عرش تاز گہ چناں پامالِ خیلِ اَشقیا اِمداد کن
اے دل وجانہا فدائے تشنہ کامی ہائے تو اے لَبت شرحِ رضینا بالقضا اِمداد کن

﴿۱﴾ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناز برداری بارگاہ رسالت میں کیسی کی جاتی ہے، اس کی ایک جھلک ذیل کی روایات میں ملاحظہ کیجئے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو امام حسین کا لعاب دہن چوستے دیکھا ہے جیسے آدمی کھجور کو چوستا ہے [نور الابصار، ص ۱۱۴] ایک بار دونوں صاحب زادے حضرات حسنین اپنے والد ماجد علیٰ نبینا ثم علیہما الصلاۃ والتسلیم کے سامنے کشتی کھیل رہے تھے، حضور اقدس نے امام حسن سے فرمایا: حسین کو پکڑو، حضرت سیدہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حضور بڑے کو فرماتے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: یہ جبرئیل ہیں جو حسین سے کہہ رہے ہیں کہ حسن کو پکڑو۔ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانۂ عفت سے جاتے ہوئے حضرت بتول زہرا کے دولت خانہ قدس پر سے گزرے کہ امام حسین کے رونے کی آواز سنی تو حضور نے حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتیں کہ اُن کا رونا مجھے اذیت دیتا ہے؟ [اسعاف الراغبین وغیرہ]

﴿۲﴾ حضرت سید شاہ حمزہ قادری عینی قدس سرہٗ "فصر، الکلمات" میں فرماتے ہیں:

''جب حضرت امام حسین پیدا ہوئے تو حضرت جبرئیل امین نے حضرت سیدنا ہارون نبی اللہ کے دوسرے صاحب زادے کے نام پر آپ کا نام شبیر رکھا، زبان عرب میں شبیر کے معنی حسین ہیں، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے یہ نام مقرر فرمایا۔

عمران بن سلیمان سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: حسن و حسین دونوں اہل جنت کے ناموں سے ہیں۔ اہل عرب نے زمانہ جاہلیت میں کسی کا یہ نام نہیں رکھا۔ اور مفضل کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں حسن و حسین کو چھپائے رکھا، یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنے ان دونوں صاحبزادوں کے یہ نام رکھے۔ [صواعق محرقہ/اصح التواریخ]

حَسَن ِ مجتبیٰ ، سید الاسخیا راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
اَوجِ مَہر ہدیٰ، موجِ بحرِ نَدیٰ رُوحِ رَوحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام
شہد خوارِ لُعابِ زَبانِ نبی چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام
اُس شہیدِ بلا، شاہ گُلگُوں قَبا بے کسِ دشتِ غُربت پہ لاکھوں سلام
دُرِّ دُرجِ نجف، مَہرِ بُرجِ شرَف رنگِ روئے شہادت پہ لاکھوں سلام
اور جتنے ہیں شہزادے اُس شاہ کے اُن سب اہلِ مَکانت پہ لاکھوں سلام
اُن کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود اُن کی والا سِیادَت پہ لاکھوں سلام

﴿۳﴾ یہاں جی چاہتا ہے کہ سیدنا امام عالی مقام ابوعبداللہ حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جودوکرم، اخلاق عالیہ اور علمی رسوخ کا بھی تذکرہ کیا جائے تاکہ میرے امام کی حیات مبارکہ کا یہ قدسی ورق بھی ہم فدایان امام عالی مقام کی نگاہوں کی روشنی اور دلوں کی تابندگی کا سامان ہوجائے، اور یہ فقیر حسینی قادری بھی مدح خوانِ امام عالی مقام کی صف میں شمار ہوجائے

حضرت امام عالی مقام کی سیرت مبارکہ اپنے جد کریم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا عکس جمیل تھی۔ علم وعمل، زہد وتقویٰ، جودوسخا، شجاعت و جواں مردی، اخلاق ومروت، صبر وشکر، حلم وحیا وغیرہ جیسی عالی صفات میں درجۂ کمال حاصل تھا۔ مہمان

نوازی، غربا پروری، مظلوموں کی دستگیری، صلۂ رحمی، عالی حوصلگی اور نیکیوں کے ساری راہوں میں سبقت آپ کی شناخت تھی۔ کثرت سے نوافل ادا فرماتے۔ روزے رکھتے، حج ادا فرماتے۔ منقول ہے کہ پچیس حج آپ نے پیدل ادا فرمائے جبکہ وسائل سفر دستیاب تھے۔[الاستیعاب]

امام عالی مقام کی حاجت روائی اور جود وسخا کی ایک جھلک واقعات کی روشنی میں پیش کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ ایک شخص امام حسین کی خدمت میں اپنی کسی حاجت کو لے کر حاضر ہوا، حضرت خلوت میں معتکف تھے، عذر کرادیا پھر وہ امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس کی حاجت پوری فرمادی اور فرمایا خالصاً اللہ کسی کی حاجت پوری کردینا مجھے مہینہ بھر کے اعتکاف سے زائد دوست ہے۔[اسعاف الراغبین]

ایک مرتبہ ایک سفر میں ایک بڑھیا نے حضرت کو اپنی بکری کا کچھ دودھ پلایا، اور پھر آپ کی خاطر ذبح کرکے آپ کو اس کا گوشت کھلایا تھا۔ کچھ عرصہ بعد جب وہ بڑھیا قحط سالی سے پریشان ہوکر مدینہ منورہ میں حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے اسے ہزار بکریاں اور ہزار دینار عطا فرمائے۔[نورالابصار]

حافظہ کی قوت کا یہ عالم تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وصال کے وقت حضرت امام عالی مقام تقریباً سات سال کے تھے، پھر بھی آپ نے حضور سے براہ راست سنی ہوئی روایات اپنی خداداد ذہانت سے روایت فرمائیں۔ اصحاب سنن وغیرہ محدثین نے اپنی کتابوں میں آپ کی کچھ حدیثیں تخریج کی ہیں۔ آپ اپنے والدین کریمین مولیٰ علی اور حضرت خاتون جنت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا، حضرت ہند بن ابی ہالہ اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واسطے سے بھی حضور اقدس سے روایات کی ہیں۔ آپ سے احادیث کی روایت کرنے والوں میں آپ کے برادر معظم حضرت سیدنا امام حسن، حضرت ابو ہریرہ، آپ کے صاحب زادے امام زین العابدین، آپ کی صاحب زادیاں حضرت فاطمہ وسکینہ اور آپ کے پوتے امام محمد باقر اور شعبی وعکرمہ وشیبان الدولی و کرز التیمی وغیرہم کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔[الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ]

امام ابن حجر مکی قدس سرہٗ، صواعق محرقہ میں آپ کے پوتے حضرت سیدنا امام علی موسیٰ رضا کے واسطے سے آپ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کی سند یہ ہے:

"قَالَ الْاِمَامُ عَلِی الرِّضَا حَدَّثَنِیْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْکَاظِمُ عَنْ اَبِیْهِ جَعْفَرَ نِ الصَّادِقِ عَنْ اَبِیْهِ مُحَمَّدِ نِ الْبَاقِرِ عَنْ اَبِیْهِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَنْ اَبِیْهِ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْهِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ قَالَ: حَدَّثَنِیْ حَبِیْبِیْ وَ قُرَّةُ عَیْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :حَدَّثَنِیْ جِبْرَئِیْلُ قَالَ: سَمِعْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ یَقُوْلُ:"

امام حجر فرماتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا: اگر میں یہ سند پڑھ کر مجنوں پر دم کر دوں تو اس کا جنون جاتا رہے۔ وہ حدیث پاک یہ ہے کہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِیْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اٰمِنَ مِنْ عَذَابِیْ."

لا الہٰ الا اللہ میرا قلعہ ہے، جس نے یہ کہا وہ میرے قلعے میں داخل ہو گیا، اور جو میرے قلعے میں داخل ہو گیا، وہ میرے عذاب سے مامون ہو گیا۔

اور کہا گیا کہ وہ حدیث یہ تھی: "اَلْاِیْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ." "ایمان کامل نام ہے دل سے تصدیق، زبان سے اس کا اقرار اور ارکان دین پر عمل کرنے کا۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں شاید یہ دو واقعے ہوں یعنی امام علی رضا نے یہ دونوں حدیثیں روایت فرمائی ہوں۔

حضرت امام عالی مقام نے اپنے شہزادے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی درخواست پر ایک کتاب "مرآۃ العارفین" تالیف فرمائی جس میں عالم صغیر یعنی حضرت انسان اور عالم کبیر کی باہم مطابقت دکھائی ہے۔ حضرت اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ عینی قدس سرہٗ نے "فص الکلمات" میں اس کا ذکر فرمایا اور بطور نمونہ اس کی درج ذیل عبارت نقل فرمائی ہے۔ ہم حصول برکت کی خاطر اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"کُلُّ مَا فِی الْقَلَمِ مُجْمَلٌ فَهُوَ فِیْ رُوْحِهٖ مُجْمَلٌ وَ کُلُّ مَا فِی اللَّوْحِ

مُفَصَّلٌ فَهُوَ فِيْ قَلْبِهِ مُفَصَّلٌ وَكُلُّ مَا فِي الْعَرْشِ مُفَصَّلٌ فَهُوَ فِي جِسْمِهِ مُفَصَّلٌ وَكُلُّ مَا فِي الْكُرْسِيْ مُفَصَّلٌ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ مُفَصَّلٌ فَمَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ وَعَرَفَ جَمِيْعَ الْاَشْيَآءِ فَفِكْرُكَ يَا وَلَدِىْ ! فِيْكَ يَكْفِيْكَ فَلَيْسَ شَيْءٌ خَارِجًا عَنْكَ . اَمَا تَسْمَعُ كَيْفَ يَقُوْلُ الْحَقُّ سُبْحَانَهُ: " اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْباً". فَمَنْ قَرَاَ هٰذَا الْكِتَابَ فَقَدْ عَلِمَ مَا هُوَ كَانَ وَمَا هُوَ يَكُوْنُ فَاِنْ لَمْ يَقْرَاْ تَمَامَهُ فَاقْرَاْ مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ اَلَا تَرىٰ فَكَيْفَ يَقُوْلُ تَعَالىٰ: " سَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَق[حٰم السجدۃ:۵۳] "وَ كَيْفَ قَالَ :"وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. "[الذاریٰت:۲۱]

ترجمہ: جو کچھ قلم میں مجمل تحریر ہوا ہے،وہ انسان کی روح میں بھی مجمل ہے اور جو کچھ لوح محفوظ میں تفصیلاً تحریر ہے،وہ انسان کے دل میں مفصل موجود ہے اور جو کچھ عرش میں تفصیلاً موجود ہے،وہ انسان کے جسم میں تفصیلاً موجود ہے اور جو کچھ کرسی میں تفصیلاً موجود ہے،وہ انسان کی جان میں تفصیلاً موجود ہے،اس لئے جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا،اس نے اپنے رب کی معرفت حاصل کر لی اور ساری چیزوں کا عرفان پالیا تو اے میرے بیٹے ! اپنے وجود کے بارے میں غور وفکر کیا کرو،یہی فکر تمہارے لئے کفایت کرے گی۔کیونکہ تمہارے وجود کے احاطے سے کوئی چیز باہر نہیں۔کیا تم نے سنا نہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے کیا فرماتا ہے:" اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْباً"[بنی اسرائیل:۱۴]فرمایا جائے گا کہ اپنا نامۂ اعمال پڑھ،آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔تو جس نے یہ کتاب نفس پڑھ لی،وہ جان جائے گا کہ کیا ہوا اور کیا ہونے والا ہے،اور اگر پوری کتاب نہ پڑھ سکے تو جتنا ہو سکے اتنا ہی پڑھ لے۔کیا نہیں دیکھتا کہ حق تعالیٰ نے کیسے ارشاد فرمایا:"سَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَق [حٰم السجدۃ:۵۳]ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں،یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔اور کیسے ارشاد فرمایا:"وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. " [الذاریٰت:۲۱]اور خود تم

میں نشانیاں ہیں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔۱۲-ساحل

اب اخیر میں امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند چشم کشا حکیمانہ اقوال پیش کرتا ہوں جن سے دلوں کا زنگار دور اور روح کی دنیا آباد ہو جائے۔حضرت امام الشہداء شہید کربلا سیدنا حسین مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

۞ اے لوگو! جس نے سخاوت کی، وہ سردار ہوا اور جس نے کنجوسی کی، وہ ذلیل و خوار ہوا۔بے شک بڑا سخی وہ ہے جو ایسے کو دیتا ہے، جو اس سے کچھ امید نہیں رکھتا اور بڑا درگزر کرنے والا وہ ہے جو [بدلہ لینے اور سزا دینے پر] قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دیتا ہے، اور بڑا صلۂ رحم کرنے والا وہ ہے جو اس سے رشتہ جوڑتا ہے جس نے اس سے رشتہ توڑ دیا ہو اور جو خالص اللہ کی رضا کے لیے اپنے بھائی سے نیک سلوک کرتا ہے، اللہ ضرورت کے وقت اس کی حاجت روائی فرماتا ہے اور اس سے بہت سی بلائیں دور فرماتا ہے، اور جو اپنے بھائی سے دنیا کی مصیبت دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی مصیبت دور فرماتا ہے، اور جو اپنے بھائی سے نیک سلوک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے نیک بدلہ دیتا ہے، اور بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۞ فرماتے ہیں: تمہارے پاس لوگوں کا اپنی حاجتیں لے کر آنا، تم پر اللہ کی نعمت ہے۔ پس تم ان نعمتوں سے غمگین اور گراں بار نہ ہو کہ وہ تم پر عتاب نہ ہو جائیں۔

۞ فرماتے ہیں: بردباری، زینت ہے۔وفاداری، مروت ہے۔صلہ رحمی، نعمت ہے اور بہت مال رکھنا، بے برکتی ہے۔[یعنی بہت مال جمع رکھنا اور اسے راہِ حق میں خرچ نہ کرنا اور اس کے حقوق ادا نہ کرنا بے برکتی ہے] جلد بازی کرنا، بے وقوفی ہے اور بے وقوفی، کمزوری ہے۔ حد سے گزر جانا، ہلاکت ہے۔کمینوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، شر ہے اور فاسقوں بدکاروں کی صحبت، تہمت میں ڈالنے والی ہے۔جو اپنے بھائی کے ساتھ بھلائی کرنے میں جلدی کرے گا، کل جب وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوگا تو اس نیکی کا صلہ وہاں پائے گا۔[اصح التواریخ]

﴿۴﴾ صاحب منبع الانساب کی صراحت قدرے مختلف ہے۔رقم طراز ہیں:

''حضرت امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار شہزادے تھے: ۱۔ علی اکبر، ۲۔علی اصغر، ۳۔جعفر، ۴۔عبداللہ اور دو شاہزادیاں تھیں: سکینہ اور فاطمہ۔ سیدنا علی اکبر امام زین العابدین، حضرت شہر بانو بنت کسریٰ کے بطن مبارک سے تھے۔ حضرت علی اصغر کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ تھیں۔ حضرت جعفر کی والدہ ماجدہ بنو قضاعہ کی ام جعفر تھیں۔ حضرت عبداللہ اور سکینہ کی والدہ ماجدہ رباب بنت امرء القیس بن عدی تھیں اور حضرت فاطمہ کی والدہ ماجدہ ام اسحٰق بنت طلحہ تھیں۔ حضرت علی اصغر اور عبداللہ میدان کربلا میں بے غیرت کوفیوں اور شامیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ایک قول کے مطابق حضرت علی اکبر کی والدہ حضرت شہر بانو نہیں تھیں لیکن جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے حضرت امام زین العابدین علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ شہر بانو تھیں اور حضرت امام عالی مقام کی نسل امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رواں ہوئی۔ باقی سبھی شہزادگان شہید ہو گئے۔'' [منبع الانساب، ص ۲۸۱-۲۸۲]

سیدنا امام عالی مقام حسین مرتضیٰ شہیدِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج مکرمات کی قدرے تفصیل ''خاندانِ مصطفےٰ'' کے مولف نے پیش کی ہے جس سے آپ کے اخلاف کی تفصیل بھی سامنے آجائے گی۔ وہ رقم طراز ہیں:

۱۔ **حضرت لیلیٰ** [بعض کے نزدیک آمنہ] بنت ابی مرّہ عروہ بن مسعود ثقفی۔ یہ سردار ثقیف کی صاحبزادی ہیں اور حضرت ابوسفیان کی نواسی۔ حضرت سیدنا علی اکبر شبیہ رسول الٰہی کی اولاد سے ہیں۔

۲۔ **حضرت شہر بانو**: یہ حضرت سیدنا فاروق اعظم کے زمانۂ خلافت میں ایران سے قید ہوکر آئیں۔ چونکہ یہ شہنشاہ ایران یزدگر بن خسرو پرویز بن نوشیرواں کی بیٹی تھیں، اس لیے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مشورے سے ان کی شادی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردی تھی۔ ان کے صاحبزادے کا نام علی اوسط یعنی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اُن کا بیٹا کہا جاتا ہے، درست نہیں۔

۳- **حضرت اُمّ اسحاق**: یہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ [جو مشہور صحابی رسول اور عشرہ مبشرہ سے ہیں] کی صاحبزادی ہیں۔ ان کی اولاد حضرت سیدہ فاطمہ کبریٰ اور حضرت سیدہ فاطمہ صغریٰ تھیں۔ حضرت اُمّ اسحاق کا پہلا نکاح حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا جبکہ نکاح ثانی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔

۴- **حضرت رُباب** بنت امراء القیس بن عدی: یہ قبیلہ بنو کلب سے تھیں۔ ان کی صاحبزادی کا اسم گرامی حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ بعض نے حضرت عبداللہ معروف بہ علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کا صاحبزادہ تحریر کیا ہے۔ لیکن بعض نے ان کو خاتون بنو قضاعہ یعنی اُمّ جعفر کا بیٹا لکھا۔

۵- **حضرت حفصہ** بنت عبدالرحمٰن: یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سگی بھتیجی ہیں۔ ان سے حضرت محمد بن حسین پیدا ہوئے۔

۶- **حضرت اُمّ جعفر**: یہ قبیلۂ بنو قضاعہ سے تھیں، ان سے حضرت جعفر پیدا ہوئے۔ بعض نے حضرت علی اصغر کو بھی ان کا ہی بیٹا تحریر کیا ہے۔

۷- **بنت ابو مسعود انصاری**: بعض کے نزدیک ان سے حضرت صغریٰ فاطمہ پیدا ہوئیں لیکن مشہور یہ ہے کہ حضرت صغریٰ فاطمہ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی اُمّ اسحاق تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس طور سے حضرت امام حسین عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ شہزادے: ۱- حضرت علی اکبر، ۲- حضرت علی اوسط امام زین العابدین، ۳- حضرت عبداللہ علی اصغر، ۴- حضرت محمد، ۵- حضرت جعفر اور تین شہزادیاں: ۱- حضرت فاطمۃ الکبریٰ، ۲- حضرت فاطمہ الصغریٰ، ۳- اور حضرت سکینہ تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ان شہزادوں میں آپ کی نسل پاک حضرت سیدنا امام زین العابدین علی اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلی۔" [خاندان مصطفےٰ، ص ۶۷۰-۶۷۱]

اس بیان کے مطابق حضرت علی اکبر، حضرت شہر بانو کی اولاد سے نہیں اور حضرت امام زین العابدین علی اوسط ہیں، علی اکبر نہیں۔ منبع الانساب کے لکھنوی نسخے میں بھی یہ روایت

درج ہے۔ مصنف لکھتے ہیں: ''وبریں قول علی اکبر از شہر بانو نبوده۔'' [منبع الانساب قلمی، ص ۱۰]

صاحب ارشاد کہتے ہیں کہ حضرت امام عالی مقام کی چھ اولادیں تھیں:

۱-حضرت علی بن الحسین الاصغر امام زین العابدین، ۲-حضرت علی اکبر جن کی والدہ ماجدہ لیلیٰ بنت مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں جو معرکہ کربلا میں شہید ہو گئے، ۳-جعفر جن کی والدہ قضاعہ تھیں یہ اپنے والد ماجد کی حیات شریف میں انتقال کر گئے تھے، ۴-حضرت عبد اللہ جو عوام میں علی اصغر کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ صغیر السن معرکۂ کربلا میں شہید ہو گئے، ۵-حضرت سکینہ ان کی سگی بہن تھیں۔ ان دونوں کی والدہ رباب بنت امرالقیس بن عدی کلیسیہ تھیں، ۶-حضرت فاطمہ صغریٰ جن کی والدہ ماجدہ ام اسحاق بنت حضرت سیدنا طلحہ تھیں۔ [نورالابصار] اسی کی تائید حافظ عبد العزیز جنابدی و شیخ مفید عالمان انساب کی تصریحات سے ہوتی ہے۔ [شجرۂ طیبہ/اصح التواریخ]

بعض نسابین حضرت کی اولاد ذکور چھ بتاتے ہیں اور اناث میں تیسری صاحب زادی بنام حضرت زینب اور صاحب زادوں میں ایک بنام محمد جو بقول بعض معرکۂ کربلا میں شہید اور بقول بعض اپنے والد ماجد کے سامنے انتقال فرما گئے تھے، اور دوسرے صاحب زادے علی اصغر یا اوسط نام کے تھے مگر امام زین العابدین و عبد اللہ کے علاوہ تھے، کا اضافہ کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہی وہ صاحب زادے ہیں جو عالمِ طفلی میں کسی ظالم کا تیر لگنے سے معرکۂ کربلا میں شہید ہو گئے اور حضرت عبد اللہ، امام عالی مقام کے ساتھ ظالموں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ [شجرہ طیبہ، واسعاف الراغبین وغیرہ]

بعض کے نزدیک ایک صاحب زادے عمر نام کے اور تھے [نورالابصار] حضرت فاطمہ صغریٰ کا عقد اول حضرت حسن مثنیٰ ابن امام حسن سے اور ان کے بعد حضرت عثمان کے پوتے عبد اللہ بن عمرو سے ہوا اور دونوں سے صاحب اولاد ہوئیں، اور حضرت سکینہ کا نکاح حضرت مصعب بن سیدنا زبیر اور یکے بعد دیگرے اور کئی شخصوں سے ہوا جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں ہے۔ [اسعاف الراغبین، نورالابصار/اصح التواریخ]

اس طریقے سے دو، تین، چار، پانچ اور چھ صاحبزادگان اور دو، اور تین صاحبزادیوں کی

مختلف روایت ارباب علم الانساب بیان کرتے ہیں۔لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ کی نسل مبارک صرف سیدنا امام علی زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رواں ہوئی اور حضرت سکینہ سب سے زیادہ امام عالی مقام کی چہیتی تھیں۔

﴿۵﴾ یزید ملعون کے فاسق وفاجر ہونے پر سارے اہل سنت کا اتفاق ہے۔اس کی تکفیر اور متعین طریقے پر اس پر لعنت بھیجنے کے جواز کے سلسلے میں امت کا اختلاف ہے۔اس سلسلے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"یزید پلید علیہ ما یستحق من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا۔اس قدر پر ائمہٗ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے۔صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور آیت کریمہ اس پر سند لاتے ہیں: "فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ. أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ." [سورۂ محمد:۲۲-۲۳] کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو۔یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا،حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں،مسجد کریم میں گھوڑے باندھے،ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے،تین دن مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی،مکہ و مدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کیے گئے،کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے،غلاف شریف پھاڑا اور جلایا،مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا،مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے،سرانور کہ محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا، کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا، حرم محترم مُخدَّ رات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا؟ ملعون ہے وہ جو اِن ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن عظیم میں صراحتاً اس پر "لَعَنَهُمُ اللّٰهُ" فرمایا۔ لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں، کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال، نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں، نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ: "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ" [مریم:۵۹-۶۰] تو عنقریب وہ دوزخ میں غَیّ کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہوئے] اور توبہ تا دم غرغرہ [جانکنی] مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں، اور یہی احوط واسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلال و بد مذہبی صاف ہے، بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شَمّہ ہو، وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" [اور عنقریب دیکھیں گے ظالم کہ وہ کس رخ کو پلٹتے ہیں] شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدُوٌّ وعنُود ہے۔" [فتاویٰ رضویہ،۶/۱۰۷-۱۰۸]

مزید لکھتے ہیں: "یزید بے شک پلید تھا، اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے اور اسے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ کہے گا مگر ناصبی کہ اہل بیت رسالت کا دشمن ہے۔" [فتاویٰ رضویہ،۶/۱۱۴]

شرح عقائد نسفی میں علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل اور اہل بیت نبوت کی توہین و تذلیل پر یزید کی رضا وخوشنودی تواتر سے ثابت ہے۔ لہٰذا ہم اس کی ذات کے بارے میں توقف نہیں کریں گے [بلکہ اسے برا بھلا کہیں گے] البتہ اس کے ایمان کے بارے میں توقف کریں گے۔" [یعنی نہ اسے کافر کہیں گے اور نہ مسلمان اور کافر کہنے والے کو روکیں گے نہیں] [شرح عقائد نسفی، ص۱۱۷]

علامہ صبان تحریر فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کے کفر کے

قائل ہیں اور تجھے ان کا فرمان کافی ہے۔ان کا تقویٰ اور علم اس امر کا متقاضی ہے کہ انہوں نے یہ بات اس لئے کہی ہوگی کہ ان کے نزدیک ایسے امور صریحہ کا یزید سے صادر ہونا ثابت ہوگا جو موجب کفر ہیں۔اس معاملہ میں ایک جماعت نے ان کی موافقت کی ہے مثلاً ابن جوزی وغیرہ۔رہا اس کا فسق تو اس پر اتفاق ہے۔بعض علما نے خاص اس کے نام سے لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔" [برکات آل رسول ترجمۂ الشرف المؤبد للنبہانی،ص ۱۵۵]

شہزادۂ خاندان رسالت،خلاصۂ قبیلۂ ولایت،رسول الثقلین کے اسرار رموز سے آگاہ،امام الحرمین کے خزانوں کے وارث حضرت **ابومحمد علی بن عبداللہ حسین سید الساجدین زین العابدین** رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر جمیل

آپ کا لقب سجاد، زین العابدین اور ذوالنقبات [مناقب واوصاف کریمانہ کے مالک] ہے۔آپ کی ولادت شریف ۵/شعبان المعظم ۳۸ھ بروز جمعرات مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ایک روایت یہ ہے کہ سال ۳۳ھ یا ۳۶ھ ہے۔آپ کی والدہ ماجدہ شہر بانو تھیں جن کا لقب "شاہ زناں" ہے۔

کتاب "ربیع الابرار" میں زمخشری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرات صحابۂ کرام ملک فارس کے قیدیوں کو لے کر مدینہ منورہ آئے۔ان میں تین صاحبزادیاں بادشاہ فارس یزدجرد کے خاندان سے تھیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا کہ انہیں بیچ دیا جائے۔حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بادشاہوں کی اولاد کے ساتھ عام لوگوں جیسا سلوک مناسب نہیں ہے۔خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ حضرت مولائے کائنات علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

میں سے ایک کو حضرت عبداللہ بن عمر، دوسری کو اپنے صاحبزادے حضرت امام حسین اور تیسری کو حضرت محمد بن ابوبکر کے سپرد کیا۔ان سے علیٰ الترتیب حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت امام زین العابدین اور حضرت قاسم بن محمد پیدا ہوئے۔ یہ تینوں صاحبزادے آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔اس سے پہلے اہل مدینہ کنیزوں کو اپنے حرم میں جگہ دینا معیوب سمجھتے تھے۔جب حضرت سالم، امام زین العابدین اور حضرت قاسم کنیزوں سے پیدا ہوئے اور زہد و ورع اور تفقہ میں سارے اہل مدینہ پر سبقت لے گئے تو لوگوں کو کنیزوں سے رغبت پیدا ہوئی۔حدیث پاک میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے:

"عَلَيْكُمْ بِالسَّرَارِيْ فَاِنَّهُنَّ مُبَارَكَاتُ الْاَرْحَامِ." [المعجم الاوسط،۸/۱۸۷]

کنیزوں سے نکاح کرو، کیونکہ یہ پاکیزہ اور مبارک رحم والیاں ہیں۔امام طبرانی نے یہ حدیث حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔اور عقیلی کی روایت میں ہے: "فَاِنَّهُنَّ اَنْجَبُ اَوْلَاداً." "ان کی اولادیں نجیب ہوتی ہیں۔

حضرت ابویعلیٰ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

"اَنْكِحُوْا اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ فَاِنِّيْ اُبَاهِيْ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ." ام الولد عورتوں سے نکاح کرو، کیونکہ قیامت کے دن تمہارے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر کا ظہار کروں گا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و کمالات تحریر و بیان سے سوا ہیں۔﴿۱﴾ آپ فرض، سنت اور تہجد کی نمازوں اور ہر قسم کے روزوں کے علاوہ ہر رات میں ایک ہزار رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔اسی لئے آپ کو سید الساجدین اور سجاد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔آپ کی نماز کی حالت یہ ہوتی تھی کہ جب وضو فرماتے تو چہرۂ مبارک زرد ہو جاتا تھا۔لوگ آپ کی کیفیت دریافت کرتے تو آپ فرماتے: لوگوں کو نہیں معلوم کہ میں کس کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہوں؟

ایک مرتبہ حج کے ارادے سے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔جب

تلبیہ کی باری آئی تو آپ نے لبیک نہ کہی۔لوگوں نے عرض کی کہ حضور آپ تلبیہ نہیں کہتے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: اگر میں تلبیہ کہوں اور وہاں سے ''لا لبیک'' کی صدا آجائے تو میں کیا کروں گا۔لوگوں نے عرض کی کہ آپ ہم سے زیادہ واقف اور دانش مند ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ تلبیہ ارکان حج میں شامل ہے۔آخر کار آپ نے لبیک کہی اور غش کھا کر سواری سے گر پڑے۔اس کے بعد جب افاقہ ہوا تو چھوٹے ہوئے ارکان کی قضا کی۔

ایک مرتبہ اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک اپنے دور حکومت میں حج کرنے کے لئے ملک شام سے مکہ معظمہ آیا ہوا تھا اور حضرت امام زین العابدین سید الساجدین بھی مدینہ منورہ سے حج کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ بیت اللہ شریف کے طواف کے لئے جب ہشام حرم شریف میں حاضر ہوا تو اہل حرم کے ازدحام کی وجہ سے بادشاہ ہونے کے باوجود وہ سات مرتبہ طواف کے دورے میں کسی بار بھی حجر اسود کا بوسہ نہ لے سکا۔ آخر کار تنگ آ کر اس نے گوشۂ حرم میں منبر نصب کرایا اور اس پر بیٹھ کر طواف کا نظارہ کرتا رہا۔اچانک حضرت امام زین العابدین سید الساجدین اپنے مطلع سے سورج کی مانند سیر کرتے ہوئے جلوہ گر ہوئے اور بیت اللہ شریف کے طواف کے لئے حرم مکرم میں تشریف لائے۔لوگوں نے جیسے ہی حضرت کے جمال باکمال کا مشاہدہ کیا،فوراً منتشر ہو کر آپ کو طواف کے لئے راستہ دے دیا، یہاں تک کہ آپ نے طواف کے ساتوں پھیرے میں ہر مرتبہ لب اقدس سے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ملک شام کے رہنے والے ایک شخص نے یہ دیکھ کر ہشام سے پوچھا: ایسے جلال و جمال والا شخص کون ہے؟ ہشام نے کہا: میں نہیں جانتا کہ یہ شخص کون ہے اور نہیں پہچانتا کہ یہ مدنی ہے، یمنی ہے یا مکی؟ عظیم الشان شاعر ابو الفراس فرزدق شامیوں کے مجمع میں موجود تھا۔اس نے جواب دیا کہ میں انہیں خوب پہچانتا ہوں اور بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ پھر اس نے فی البدیہہ یہ شاندار عربی قصیدہ کہا جسے میں یہاں نقل کرتا ہوں۔

قصیدہ درشان امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[۱] هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَآءُ وَطْاَتَهٗ   وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

[۲] هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ   هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

[۳] اِذَا رَاَتْهُ قُرَیْشٌ قَالَ قَآئِلُهَا   اِلٰی مَكَارِمِ هٰذَا یَنْتَهِی الْكَرَمُ

[۴] یَنْمِیْ اِلٰی ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّتِیْ قَصُرَتْ   عَنْ نَیْلِهَا عَرَبُ الْاِسْلَامِ وَالْعَجَمُ

[۵] مَنْ جَدُّهٗ دَانَ فَضْلُ الْاَنْبِیَآءِ لَهٗ   وَفَضْلُ اُمَّتِهٖ دَانَتْ لَهُ الْاُمَمُ

[۶] هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةَ اِنْ كُنْتَ جَاهِلَهٗ   بِجَدِّهٖ اَنْبِیَآءُ اللّٰهِ قَدْ خُتِمُوْا

[۷] یَنْشَقُّ نُوْرُ الْهُدٰی مِنْ نُوْرِ غُرَّتِهٖ   كَالشَّمْسِ تَنْجَابُ عَنْ اِشْرَاقِهَا الظُّلَمُ

[۸] مُشْتَقَّةٌ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ نَبْعَتُهٗ   طَابَتْ مَغَارِسُهٗ وَالْخِیْمُ وَالشِّیَمُ

[۹] یَكَادُ یُمْسِكُهٗ عِرْفَانُ رَاحَتِهٖ   رُكْنُ الْحَطِیْمِ اِذَا مَا جَآءَ یَسْتَلِمُ

[۱۰] بِكَفِّهٖ خَیْزُرَانٌ رِیْحُهٗ عَبِقٌ   مِنْ كَفِّ اَرْوَعَ فِیْ عِرْنِیْنِهٖ شَمَمٌ

[۱۱] یُغْضِیْ حَیَآءً وَیُغْضٰی مِنْ مَهَابَتِهٖ   فَمَا یُكَلَّمُ حِیْنًا اِلَّا حِیْنَ یَبْتَسِمُ

[۱۲] فَلَیْسَ قَوْلُكَ مَنْ هٰذَا؟ بِضَآئِرِهٖ   اَلْعُرْبُ تَعْرِفُ مَنْ اَنْكَرْتَ وَالْعَجَمُ

[۱۳] كِلْتَا یَدَیْهِ غِیَاثٌ عَمَّ نَفْعُهُمَا   یُسْتَوْكَفَانِ وَلَا یَعْرُوْهُمَا عَدَمٌ

[۱۴] سَهْلُ الْخَلِیْقَةِ لَا تُخْشٰی بَوَادِرُهٗ   یَزِیْنُهُ اثْنَانِ حُسْنُ الْخَلْقِ وَالشِّیَمُ

[۱۵] مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِیْنٌ وَبُغْضُهُمْ   كُفْرٌ وَقُرْبُهُمْ مَنْجًا وَمُعْتَصَمٌ

[۱۶] اِنْ عُدَّ اَهْلُ التُّقٰی كَانُوْا اَئِمَّتَهُمْ   اَوْ قِیْلَ: مَنْ خَیْرُ الْاَرْضِ؟ قِیْلَ: هُمْ

[۱۷] هُمُ الْغُیُوْثُ اِذَا مَا اَزْمَةٌ اَزَمَتْ   وَالْاُسْدُ اُسْدُ الشَّرٰی وَالْبَاْسُ مُحْتَدِمٌ

[۱۸] اَللّٰهُ شَرَّفَهٗ قِدْمًا وَعَظَّمَهٗ   جَرٰی بِذَاكَ لَهٗ فِیْ لَوْحِهِ الْقَلَمُ

[۱۹] لَا یُنْقِصُ الْعُسْرُ بَسْطًا مِنْ اَكُفِّهِمِ   سِیَّانِ ذٰلِكَ: اِنْ اَثْرَوْا وَاِنْ عَدِمُوْا

[۲۰] لَا یَسْتَطِیْعُ جَوَادٌ بَعْدَ جُوْدِهِمِ   وَلَا یُدَانِیْهِمْ قَوْمٌ وَاِنْ كَرُمُوْا

﴿۲۱﴾ مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِکْرِ اللّٰہِ ذِکْرُھُمُ ... فِی کُلِّ بَدْءٍ مَخْتُومٌ بِہِ الْکَلِمُ

﴿۲۲﴾ مَنْ یَعْرِفُ اللّٰہَ یَعْرِفْ اَوْلَوِیَّۃَ ذَا ... وَالدِّیْنُ مِنْ بَیْتِ ھٰذَا نَالَہُ الْاُمَمُ

﴿۲۳﴾ یُنْمِی اِلٰی ذُرْوَۃِ الدِّیْنِ الَّتِی قَصُرَت ... عَنْھَا الْاَکُفُّ وَعَنْ اِدْرَاکِھَا الْقَدَمُ

﴿۲۴﴾ اَیُّ الْخَلَائِقِ لَیْسَتْ فِی رِقَابِھِم ... لَاَوْلَوِیَّۃُ ھٰذَا اَوْ لَہُ نِعَمُ

﴿۲۵﴾ عَمَّ الْبَرِیَّۃَ بِالْاِحْسَانِ فَانْقَشَعَتْ ... عَنْھَا الْغَیَاھِبُ وَالْاِمْلَاقُ وَالْعَدَمُ

﴿۲۶﴾ اِذَا رَاَتْہُ قُرَیْشٌ قَالَ قَائِلُھَا ... اِلٰی مَکَارِمِ ھٰذَا یَنْتَھِی الْکَرَمُ

﴿۲۷﴾ حَمَّالُ اَثْقَالِ اَقْوَامٍ اِذَا افْتُدِحُوا ... حُلْوُ الشَّمَائِلِ تَحْلُوْا عِنْدَہُ نَعَمُ

﴿۲۸﴾ مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِی تَشَھُّدِہِ ... لَوْلَا التَّشَھُّدُ کَانَتْ لَاءُہُ نَعَمُ

﴿۲۹﴾ یُسْتَدْفَعُ الشَّرُّ وَالْبَلْوٰی بِحُبِّھِم ... وَیُسْتَرَبُّ بِہِ الْاِحْسَانُ وَالنِّعَمُ

۱- یہ وہ عظیم الشان ہستی ہے جس کے نشان قدم وادی بطحا کے سنگریزے پہچانتے ہیں۔ ان سے کعبۃ اللہ اور حل وحرم بھی خوب شناسائی رکھتے ہیں۔

۲- یہ اللہ کے سب سے بہترین بندے کے صاحبزادے ہیں، تقویٰ شعار، ستھرے، پاکیزہ اور امت کی شناخت ہیں۔

۳- جب قریش انہیں دیکھتے ہیں تو بول پڑتے ہیں: انہیں کے مکارم اخلاق تک تو کرم کی انتہا ہے۔

۴- یہ عزت ووقار کی اُن بلندیوں تک جا پہنچتے ہیں جن کے حصول سے عرب وعجم عاجز رہتے ہیں۔

۵- یہ وہ ہیں جن کے نانا کی وجہ سے انبیائے کرام کی فضیلتیں بڑھ گئیں اور ان کی امت کی فضیلت کی وجہ سے دوسرے امتوں کی فضیلت بڑھ گئی۔

۶- اگر تم ناواقف ہو تو جان لو کہ یہ خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شاہزادے ہیں اور ان کے نانا پر اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کا سلسلہ ختم فرمادیا ہے۔

۷- ان کی روشن پیشانی سے ہدایت کا نور پھوٹتا ہے بالکل اس سورج کی مانند جس کے طلوع ہونے سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

۸- ان کا خاندان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شاخ سے ہے۔ان کی اصلیں، خصلتیں اور عادتیں سب پاکیزہ ہیں۔

۹- جب وہ استلام [رکن یمانی کو بوسہ دینے] کے لئے حرم میں حاضر ہوں تو بہت ممکن ہے کہ رکن حطیم انہیں روک لے، کیونکہ وہ آپ کی ہتھیلی کو پہچانتا ہے۔

۱۰- ان کے مبارک ہاتھ میں لچک دار شاخ ہے جس سے خوشبو پھوٹ رہی ہے۔یہ ہاتھ ایسے دلکش باجبروت کا ہے جس کی ناک بلند ہے۔

۱۱- شرم وحیا سے ان کی نگاہیں جھکی جھکی رہتی ہیں اور ان کی بارعب شخصیت کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں جھکی رہتی ہیں، ان سے بات کرنے کا اسی وقت حوصلہ ہوتا ہے جب وہ تبسم ریز ہوتے ہیں۔

۱۲- تو تمہارا یہ تعجب خیز سوال کہ یہ کون ہیں؟ ان کی عظمت شان گھٹا نہیں سکتا، کیونکہ جس کے عرفان کے تم انکاری ہو، انہیں سارا عرب وعجم جانتا ہے۔

۱۳- ان کے دونوں ہاتھ دست گیری کرتے ہیں، جن کا فیض وافادہ سب کو عام ہے۔وہ دونوں ہاتھ، نعمتیں لٹاتے رہتے ہیں اور ان کی نعمتیں ختم ہونے کا نام نہیں لیتیں۔

۱۴- وہ نرم اخلاق ہیں جن سے بے جا غضب ناکی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔حسن اخلاق اور پاکیزہ خصلتیں ان کی شخصی دلکشی میں اضافہ کرتی ہیں۔

۱۵- یہ ایسے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جن کی محبت دین کا حصہ ہے، جن سے بغض کفر تک پہنچاتا ہے اور جن کا قرب سامان نجات اور حفاظت گاہ ہے۔

۱۶- تقویٰ شعاروں کا جمگھٹا ہو تو یہ ان کے پیشوا ہوں گے اور اگر روئے زمین کے بہترین لوگوں کی تلاش ہو تو یہی ملیں گے۔

۱۷- جب سخت قحط کا سامنا ہوتو یہ برستا ہوا بادل ہیں اور جب سخت دہشت کا عالم طاری ہوتا ہے تو یہ مقام شریٰ کے شیر ببر ثابت ہوتے ہیں۔

۱۸- اللہ تعالیٰ نے انہیں پیشوائی سے مشرف کیا ہے اور لازوال عظمتیں عطا کی ہیں، لوح محفوظ کا یہی فیصلہ ہے۔

۱۹- تنگ دستی، ان کے ہاتھوں کی کشادگی کو کم نہیں کرسکتی۔ان کی فیاضی کے لئے دونوں حالتیں یکساں ہیں، چاہے وہ آسودہ حال ہوں یا تنگ دست[بہر صورت ان کی فیاضی کا سلسلہ جاری رہتا ہے]

۲۰- ان کی سخاوت کے بعد کسی بھی جواد کو سخاوت کا حوصلہ نہیں ہوتا اور نہ کوئی قوم ان کی برابری کرسکتی ہے، چاہے وہ کتنی ہی کریم کیوں نہ ہو۔

۲۱- اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بعد ان کا چرچا سب سے پیشتر ہوتا ہے اور ہر بات کی ابتدا میں انہیں کے ذکر کی مہر لگائی جاتی ہے۔

۲۲- جسے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہے، وہ ان کی برتری سے خوب واقف ہے، کیونکہ قوموں کو دین ان کے گھرانے سے ملا ہے۔

۲۳-یہ دین کی اس بلندی تک جا پہنچتے ہیں جس تک نہ کسی کے ہاتھ پہنچتے ہیں، نہ قدم۔

۲۴-کون سی ایسی مخلوق ہے جس کی گردن پر ان کی عظمت واحسان کا بوجھ نہیں۔

۲۵-ان کے احسان وکرم نے ساری مخلوق کو اپنی آغوش میں لے لیا تو خلق خدا سے تاریکیاں چھٹ گئیں، تنگ دستی جاتی رہی اور افلاس دور ہوگیا۔

۲۶-جب انہیں قریش نے دیکھا تو پکار اٹھے کہ ان پر تو اخلاقی خوبیاں ختم ہیں۔

۲۷-جب قومیں گرانبار ہوتی ہیں تو یہ ان کے بوجھ خود اٹھا لیتے ہیں۔یہ شیریں اخلاق ہیں، تم انہیں خندہ پیشانی سے کسی چیز کی حامی بھرتے ہوئے پاؤ گے۔

۲۸-انہوں نے تشہد کے سوا کبھی ''لا'' نہیں کہا۔اگر کلمہ تشہد کا معاملہ نہیں ہوتا تو

ان کا یہ "لا" بھی "نعم" میں تبدیل ہو جاتا یعنی ع نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
۲۹-ان کی الفت کے وسیلے سے شر اور آزمائش کے دور ہونے کی دعائیں کی جاتی ہیں اور ان کے ذریعہ احسانات اور نعمتیں طلب کی جاتی ہیں۔

ہشام نے جب یہ قصیدہ سنا تو فرزدق کو قید میں ڈال دیا۔ امام زین العابدین نے اس قصیدہ کے اعزاز و اکرام میں چار ہزار دینار فرزدق کے پاس بھیجے لیکن اس نے قبول نہ کئے اور جواباً یہ کہا کہ اگر درہم و دینار کے لئے قصیدہ کہنا ہوتا تو کسی بادشاہ کی شان میں قصیدہ کہتا۔ میں نے اس قصیدے کو ذخیرۂ آخرت کے طور سے جمع کر رکھا ہے۔
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے اہل بیت ہیں۔ جب کسی کو کوئی چیز دے دیتے ہیں تو واپس نہیں لیتے۔ اسے قبول کرو اور تمہارا ذخیرۂ آخرت محفوظ ہے، اس میں کمی نہ ہوگی اور حضرت امام نے ہشام کو کہلا بھیجا کہ فرزدق کو آزاد کر دو۔ فرزدق نے وہ عطیہ قبول کیا اور قید سے رہائی پائی۔ حضرت علامہ عبد الرحمٰن جامی قدس سرہٗ نے یہ واقعہ "مثنوی سلسلۃ الذہب" میں نظم کیا ہے۔ ساتھ ہی قصیدۂ فرزدق کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ اگر تم اسے ملاحظہ کرنا چاہو تو ان کے مجموعۂ کلام کی طرف رجوع کرو۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ارشاد الٰہی: "فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا" [التوبۃ:۸۲] تو انہیں چاہیے تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں] کے تقاضے کے مطابق طبعی طور سے ہمیشہ گریہ کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ اکثر اوقات آپ روتے رہتے تھے۔ سانحۂ کربلا کے بعد کبھی آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ امام واقدی کہتے ہیں کہ امام زین العابدین علی بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت مبارکہ ۳۳ھ میں ہوئی اور عمر شریف ستاون ۵۷ رسال تھی۔ زبیر بن بکّار کہتے ہیں کہ آپ کی عمر مبارک واقعۂ کربلا کے دن ۲۳ رسال تھی۔ حضرت امام زین العابدین کا وصال ۱۲ رمحرم

الحرام سنیچر کے دن اور ایک روایت کے مطابق ۱۸ محرم الحرام ۵ ۷ ھ یا ۴ ۷ ھ میں ہوا اور جنت البقیع کے اس روضہ میں مدفون ہوئے جس میں آپ کے تایا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرما ہیں۔ بعد میں اسی مقبرے میں حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی مدفون ہوئے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ صاحبزادے تھے: ۱-سید محمد باقر، ۲-سید عبد اللہ باہر، ۳-سید زید شہید، ۴-سید عمر اسرف، ۵-سید حسین اصغر، ۶-سید علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ﴿۲﴾

سادات بارہہ، بلگرام، رسول داران قنوج، سنڈیلہ اور دھرسو کے مخدوم زادگان حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں۔

....

حواشی

باقی اَسیاد یا سَجّاد یا شاہِ جَواد　　خِضر ارشاد آدم آل عبا اِمداد کُن
اے بقیدِ ظلم وصد قیدی زِبندِ غم کشا　　اے تہِ بے دادو کانِ داد ہا امداد کُن

﴿۱﴾ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل وکمالات کا کون احاطہ کر سکتا ہے۔ آپ حسینی سادات کے جد اعلیٰ اور سرچشمۂ خیر وسعادات ہیں۔ یہ فقیر حسینی قادری حضرت امام کے بعض فضائل ومناقب، اخلاق وعادات کریمانہ اور اقوال حکیمانہ درج کتاب کرتا ہے تا کہ حضرت کے علمی خدمت گاروں اور فدا کاروں میں اس گناہگار کا بھی شمار ہو جائے، جبکہ حضرت نے خود ہم گناہگاران امت کے لئے یہ بشارت بہت پہلے دیدی ہے کہ آپ سے بے لوث محبت کرنے والے دونوں جہان کی سعادت سے سرفراز ہوں گے۔

۞ ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا: اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر ہم قربان! آپ کیسے ہیں؟ فرمایا: الحمد للہ بعافیت ہوں۔ آپ سب کیسے

ہیں؟انہوں نے فرمایا: بخدا ہم سب آپ کو چاہتے اور آپ سے محبت کرتے ہیں۔حضرت نے فرمایا: جس نے ہم سے اللہ کے واسطے محبت رکھی، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ہمیشہ رہنے والے سایہ میں پناہ عطا فرمائے گا جبکہ اس دن سایۂ رحمت الٰہی کے سوا کوئی دوسرا سائبان نہ ہوگا اور جو ہم سے محبت رکھے گا اور اس کا اجر چاہے گا، اللہ تعالیٰ اسے ہماری طرف سے بدلہ میں جنت عطا فرمائے گا اور جو ہم سے کسی دنیاوی غرض سے محبت رکھے گا، اللہ تعالیٰ اُسے رزق وہاں سے عطا فرمائے گا، جہاں سے اسے گمان نہ ہو۔[اسعاف ونور وطبقات/ اصح التوارخ]

اب آپ کے چند فضائل کریمانہ نذر قارئین کرتا ہوں۔

امام ابن المدینی حضرت جابر سے راوی، انہوں نے فرمایا: میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور امام حسین، حضور کی گود میں بیٹھے کھیل رہے تھے۔حضور نے فرمایا: اے جابر! حسین کا ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام "علی" ہوگا۔قیامت کے دن منادی اسے "سید العابدین" کے لقب سے پکارے گا تو ان کا بیٹا کھڑا ہوگا۔پھر اس کے بعد ایک بچہ پیدا ہوگا جس کا نام محمد[امام باقر] ہوگا۔اے جابر! اگر تم اسے پانا تو اسے میرا سلام کہنا۔[صواعق محرقہ]

امام سفیان بن عیینہ نے امام زہری سے نقل کیا کہ فرماتے: میں نے کسی قرشی کو امام علی بن حسین سے افضل نہیں دیکھا، نہ ان سے بڑھ کر فقیہ کسی کو دیکھا۔

امام مالک نے فرمایا: حضرات اہلِ بیت میں[ان کے زمانے میں] ان کا کوئی مثل نہ تھا۔

حضرت سعید ابن المسیب نے فرمایا: میں نے ان سے بڑھ کر فضل والا، ان سے زیادہ پرہیزگار، خدا سے ڈرنے والا کسی کو نہ دیکھا۔[تہذیب التہذیب ومرآۃ الجنان وغیرہ]

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما علم وفضل اور روایت احادیث میں بہت عالی مرتبت تھے۔اجلہ محدثین واکابر ائمہ جرح وتعدیل آپ کی جلالت شان کے قائل ہیں۔امام ابن سعد نے طبقات میں فرمایا: حضرت طبقۂ ثانیہ میں شمار ہوتے ہیں ،تابعین اہل مدینہ میں، بہت ثقہ مامون[محفوظ] کثیر الحدیث، عالی ورفیع، اور پرہیزگار ہیں۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے فرمایا: ساری اسناد میں صحیح تر سند: الزہری عن علی بن الحسین عن ابیہ عن

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے۔[تہذیب التہذیب]

آپ اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین،عم مکرم سیدنا امام حسن اور حضرات ابن عباس،مسور بن مخرمہ،ابو ہریرہ،حضرت عائشہ،حضرت صفیہ بنت حیی اور حضرت ام سلمہ امہات المومنین،زینب بنت ابی سلمہ،ابورافع مولیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوران کے بیٹے عبداللہ بن ابی رافع،مروان بن الحکم،عمرو بن عثمان،ذکوان ابی عمرو مولیٰ ام المومنین عائشہ،سعید بن المسیب،سعید بن مرجانہ ،اور بنت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث رسول روایت فرماتے ہیں اوراپنے جد کریم امیر المومنین مولیٰ المسلمین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔

حضرت سے بھی کثیر اکابر اسلام نے احادیث رسول روایت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔حضرت کے صاحبزادگان امام محمد باقر،حضرت زید شہید،حضرت عبد اللہ، حضرت عمر،ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن،طاؤس بن کیسان[یہ دونوں حضرت کے معاصرین ہیں]، امام زہری،ابوالزناد،عاصم بن عمر بن قتادہ،عاصم بن عبداللہ،قعقاع بن حکیم،زید بن اسلم،حکم بن عتیبہ،حبیب بن ابی ثابت،ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل،مسلم بطین،یحییٰ بن سعید الانصاری،ہشام بن عروہ،علی بن زید بن جدعان وغیرہم حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کرتے ہیں۔[تہذیب،تاریخ صغیر،اسعاف]

اخلاق ایسا عالی پایا تھا کہ آپ کے زمانے میں اس کی مثال نہیں ملتی۔تواضع کا یہ عالم کہ اپنا کام آپ خود سے کرتے۔اپنی طہارت،وضو وغیرہ میں کسی کی مدد لینا پسند نہ فرماتے، پانی خود ہی کھینچتے اور آرام فرمانے سے پہلے اسے ڈھانک کر رکھ دیتے۔جب رات میں[نمازِ تہجد وغیرہ کے لیے]اٹھتے تو پہلے مسواک کرتے پھر وضو کر کے نماز پڑھتے اوران کے جو وظیفے اوروردرہ گئے ہوتے،انہیں ادا فرماتے۔تہجد کی نماز سفر اور حضر میں کبھی ترک نہ فرماتے۔ایک بار وضو کے لیے پانی وظیفہ کے وقت میں ہی آپ کے قریب رکھ دیا گیا۔آپ نے ہاتھ برتن پر رکھا پھر سرِ مبارک اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور چاند تاروں میں اس خالقِ بے مثال کی صنعت وقدرت میں غور کرنے لگے اور ایسے مستغرق ہوئے کہ ساری رات گزر گئی۔موذن نے

صبح اذان دے دی اور حضرت کا ہاتھ ویسے ہی برتن پر رکھا رہا، پتہ ہی نہ چلا کہ رات کب گذر گئی [اسعاف و مرآۃ وغیرہ/اصح التواریخ]

اللہ کے حضور تضرع وزاری کا عالم یہ تھا کہ حضرت طاؤس فرماتے ہیں: میں نے ایک رات مسجد الحرام شریف میں حضرت امام زین العابدین کو دیکھا کہ سجدے میں یہ دعا فرمارہے تھے: "عَبْدُکَ بِفِنَآئِکَ مِسْکِیْنُکَ بِفِنَآئِکَ سَآئِلُکَ بِفِنَآئِکَ فَقِیْرُکَ بِفِنَآئِکَ." اے اللہ تیرا بندہ تیرے آستانۂ کرم پر ہے، تیرا مسکین تیری چوکھٹ پر ہے، تیرا امنگتا تیرے دروازہ پر ہے، تیرا فقیر تیرے درِ فضل ورحمت پر ہے۔ طاؤس فرماتے ہیں: بخدا میں نے جس مصیبت میں بھی اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ کے ساتھ پکارا، اللہ تعالیٰ نے وہ مصیبت مجھ سے دور کردی۔

بے نیازی ایسی تھی کہ جویریہ بن اسماء کہتے ہیں: امام علی بن حسین نے اپنی حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی قرابت کی وجہ سے کبھی ایک درہم بھی نہ کھایا۔[یعنی کبھی اپنی سیادت کی سوداگری نہیں کی][تہذیب]

داد و دہش حضرت امام زین العابدین کی وراثت ہے اور کیوں نہ ہو کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے فرزند جلیل ہیں۔ آپ صدقہ چھپا کردیا کرتے اور فرماتے: "صَدَقَةُ السِّر تُطفِي غَضَبَ الرَّبِّ." [پوشیدہ صدقہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرتا ہے]

جود وسخاوت کا یہ عالم تھا کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں: میرے والد ماجد امام علی ابن حسین نے اپنے مال کو اللہ عزوجل کے لیے دوبار بانٹا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ مومن گنہ گار بہت توبہ کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔

امام علی بن موسیٰ رضا اپنے آبائے کرام کی سند سے فرماتے ہیں کہ امام زین العابدین نے فرمایا: میں اللہ عزوجل سے حیا کرتا ہوں کہ میں اپنے کسی [مسلمان] بھائی کے لیے جنت طلب کروں اور خود اسے مالِ دنیا دینے میں بخل کروں۔[تہذیب]

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات میں روٹیوں کی بوری اپنی پشت مبارک پر لاد کر لے جاتے اور محتاجوں میں تقسیم فرماتے اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے۔ بعدِ

وصال جب لوگوں نے نہلایا تو پشتِ مبارک پر بوجھ اٹھانے سے جو بڑا سیاہ گھٹا پڑ گیا تھا، دکھائی دیا تو معلوم ہوا کہ حضرت رات کو آٹے کا بورا اٹھا کر لے جاتے اور فقرائے مدینہ پر تصدق فرماتے تھے۔ بعدِ وصال ہی دریافت ہوا کہ حضور سو گھرانوں کو کھانا پہنچاتے تھے۔

مناوی کہتے ہیں کہ مرضِ موت میں حضرت کے پاس محمد بن اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم آئے اور رونے لگے۔ حضور نے سبب پوچھا تو عرض کیا: مجھ پر پندرہ ہزار دینار قرض ہیں۔ فرمایا: بس، یہ بات ہے۔ اچھا انہیں ہم ادا کر دیں گے اور ادا فرما دیے۔

ایک بار آپ، حج کے لیے چلے۔ آپ کی بہن حضرت سکینہ نے ایک ہزار درہم آپ کو بھجوائے، لوگوں نے وہ موضع حرہ [قریب مدینہ منورہ] میں آپ کی خدمت میں حاضر کیے۔ آپ جب سواری سے نیچے اترے تو وہ سب اسی وقت مساکین کو تصدق کر دیے۔ [نورالابصار و اسعاف الراغبین / اصح التواریخ]

عفو و درگزر کا بھی عجیب عالم تھا۔ ایک دن آپ مسجد سے نکلے۔ ایک شخص ملا اور آپ کی شان میں بہت سخت گستاخی کی۔ آپ کے خدام اور غلاموں نے ادب دینا چاہا، آپ نے انہیں روک کر اس شخص سے فرمایا: کس چیز نے تجھ سے ہمارا حق چھپا لیا،؟ کیا تجھے کوئی حاجت ہے تو ہم تیری مدد کریں؟ اب وہ شرمندہ ہوا۔ آپ نے اسے اپنی چادرِ مبارک اوڑھا دی اور پانچ ہزار درہم اور دلوائے۔ وہ بولا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اولادِ مصطفیٰ ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

ایک شخص نے آپ کو برا بھلا کہا۔ آپ نے فرمایا: اے شخص! میرے اور جہنم کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔ اگر میں اس سے بخیریت گزر گیا تو مجھے تیرے اس برا بھلا کہنے کی پروا نہیں، اور اگر میں اس سے نہ گزر سکا تو میں اس سے زائد کا مستحق ہوں جو تو نے کہا۔ کیا تجھے کوئی حاجت ہے؟ یہ کرم دیکھ کر وہ شخص اپنی گستاخی پر شرمندہ ہوا۔ [نور و اسعاف] جب کسی شخص کے بارے میں یہ اطلاع ملتی کہ اس نے آپ کی بدگوئی کی ہے تو آپ اس کے گھر تشریف لے جاتے اور بکمال مہربانی اس سے فرماتے: جو تم نے کہا، اگر وہ حق ہے تو اللہ ہمیں بخشے اور اگر وہ

غلط ہے تو اللہ تمہیں بخشے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رحم ومروت تو دنیا آپ کے گھرانے سے سیکھتی ہے۔ایک بار حضرت اپنے اصحاب کے ساتھ جنگل میں تشریف فرما تھے۔اچانک ایک ہرنی آئی اور آپ کے پاس کھڑی ہو کر ہاتھ پاؤں زمین پر مارنے اور چلانے لگی۔حاضرین نے عرض کی: اے شہزادۂ رسول! ہرنی کیا کہتی ہے؟ فرمایا: کہتی ہے کہ فلاں قرشی کل میرے بچے کو پکڑ لے گیا اور اس دن سے میں نے اسے دودھ نہیں پلایا۔بعض حاضرین کو تعجب ہوا تو آپ نے اس قرشی کو طلب فرما کر معاملے کی تفتیش کی۔اس نے اقرار کیا تو حضرت نے فرمایا: ہرنی مجھ سے درخواست کرتی ہے کہ تو اس کا بچہ اسے دیدے تا کہ یہ اسے دودھ پلا دے۔دودھ پلا کر بچہ تجھے واپس کر دے گی۔قریشی بچہ لے آیا۔ہرنی نے اس کو دودھ پلایا۔پھر حضرت نے اس قرشی سے فرمایا کہ یہ بچہ مجھے دیدو، قرشی سے بچہ لے کر آپ نے اس ہرنی کے حوالے کر دیا۔ہرنی اپنے بچے کو لے کر آواز دیتی ہوئی چلی گئی۔حاضرین نے پوچھا: اے شاہزادۂ رسول! اب یہ کیا کہتی ہے؟ فرمایا: تمہارے لیے دعائے خیر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے نیک دے۔[شواہد النبوۃ]

شبِ وصال اپنے صاحب زادے امام محمد باقر سے فرمایا: وضو کے لئے پانی لاؤ۔ امام باقر لے کر آئے تو فرمایا: دوسرا پانی لاؤ، اس میں جانور مر گیا ہے۔رات اندھیری تھی، انہوں نے چراغ جلا کر دیکھا تو واقعی اس میں چوہا مرا ہوا تھا۔دوسرا پانی لائے، حضرت نے وضو فرمایا، پھر فرمایا: اس رات ہمارا وعدۂ وصال آپہنچا ہے۔وصیت فرمائی اور وصال فرمایا۔ حضرت کی ایک وفادار اونٹنی تھی۔جب حضرت نے وصال فرمایا تو اونٹنی نے حضرت کے مزار کے سرہانے اپنا سینہ زمین پر رکھ کر رونا شروع کر دیا۔امام محمد باقر نے آ کر فرمایا بھی کہ اٹھ کھڑی ہو مگر وہ ویسے ہی روتی رہی، یہاں تک کہ تیسرے دن مر گئی۔

ایسے عابد وزاہد، عالم وفاضل، شان اہل بیت، یادگار شہید کربلا، غمگسار خلق خدا، زینت اسلام وہدیٰ، صاحب ارشاد وتقویٰ کے حکیمانہ اقوال کیسے نادر، قیمتی، مفید اور اہم ہوں گے، اس کا اندازہ ہر ایک کر سکتا ہے۔اس لئے اخیر میں اس امت بیمار کے لئے اس حکیم دانا کے چند اقوال

کریمانہ نذر کرتا ہوں جن کی روشنی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی کے سامان فراہم کئے جاسکتے ہیں
سیدنا امام زین العابدین سیدنا علی بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں:

- جو اللہ تعالیٰ کی عطا پر قناعت کرتا ہے، وہ سب سے زیادہ غنی ہے۔
- مجھے اس متکبر سخت فاجر پر تعجب ہے، جبکہ حال یہ کہ کل وہ نطفہ تھا اور مرنے کے بعد جیفہ[مردار] ہو جائے گا۔
- مجھے تعجب ہے جو کھانے سے پرہیز کرتا ہے کہ کہیں ضرر نہ پہنچادے اور گناہ سے نہیں بچتا۔
- چار چیزیں ایسی ہیں جن کا تھوڑا بھی زیادہ ہے: ۱-ایک لڑکی، اگرچہ مریم صفت ہو، ۲-قرض، چاہے ایک ہی درہم ہو، ۳-اپنے وطن سے دوری اگرچہ ایک ہی رات ہو، ۴-سوال، اگرچہ یہی کہ راستہ کدھر ہے۔
- بعض لوگ اللہ عزوجل کی عبادت[اس کے عذاب سے] ڈر کے کرتے ہیں۔ یہ تو غلام کی عبادت ہے[کہ وہ بھی اپنے آقا کے خوف سے اس کی اطاعت کرتا ہے] اور بعض لوگ اللہ کی عبادت[اس کے انعام کی] رغبت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ یہ سوداگروں کی عبادت ہے[کہ وہ صرف فائدے کا سودا کرتے ہیں] اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کی بندگی کے شکریہ میں کرتے ہیں[کہ اس کی عبادت ہمارا حق بندگی ہے۔ رہا انعام یا عذاب سے تحفظ تو یہ اس کی عطا ہے] یہ مردان خدا کی عبادت ہے جو صرف اس کی رضا کے لئے سارے کام کرتے ہیں۔[مرآۃ الجنان]
- حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحب زادے امام محمد باقر کو وصیت فرمائی کہ پانچ شخصوں کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان سے بات چیت کرنا:

۱- فاسق، کیونکہ وہ یقیناً تمہیں ایک نوالہ بلکہ اس سے بھی کم میں بیچ ڈالے گا۔ انہوں نے عرض کیا: وہ کم کیا ہے؟ فرمایا: جس کی وہ طمع تو کرتا ہے لیکن اسے پاتا نہیں[یعنی محض موہوم فائدہ کے لیے بھی بیچ ڈالے گا]

۲- بخیل، کیونکہ وہ تمہیں اس سے جدا کر دے گا جس کی تمہیں زیادہ حاجت ہے۔

۳- جھوٹا، کیونکہ اس کی مثال سراب کی سی ہے۔ جو دور سے کچھ نظر آتا ہے، اور پاس سے کچھ اور۔

۴- بیوقوف، کیونکہ وہ تمہیں اپنے گمان میں نفع پہنچانا چاہے گا اور واقعتاً نقصان پہنچا دے گا۔

۵- رشتہ قطع کرنیوالے کو، کیونکہ کتاب اللہ میں تین جگہ اس پر لعنت آئی ہے: [ا] سورہ محمد: ۲۲-۲۳، [۲] سورۂ رعد: ۲۵، [۳] سورۂ احزاب: ۵۷۔ [اتحاف/ اصح التواریخ]

﴿۲﴾ حضرت امام زین العابدین کے دس شاہزادے اور چھ شاہزادیاں تھیں: ۱- ابو جعفر محمد باقر، ۲- ابوالحسن زید شہید۔ حضرت زید شہید کی اولاد بہت ہیں۔ سید ابوالفرح واسطی آپ ہی کے خاندان سے ہیں۔ دیگر سادات زیدیہ بھی بہت ہیں۔ حضرت امام زین العابدین کے باقی صاحبزادگان یہ ہیں: ۳- سید عمر اشرف، ۴- سید عبد الرحمٰن، ۵- سید سلیمان، ۶- سید عبد اللہ، ۷- سید علی، ۸- سید اصغر، ۹- سید حسن، ۱۰- سید حسین اصغر۔ حضرت امام زین العابدین کی چھ صاحبزادیاں یہ ہیں: ۱- خدیجہ، ۲- محجبہ، ۳- لبیدہ/ دل پسند، ۴- امّ حبیب، ۵- عبیدہ، ۶- خدیجہ صغریٰ۔

حضرت امام زین العابدین کی نسل مبارک چھ شاہزادوں سے چلی: ۱- محمد باقر، ۲- عبداللہ، ۳- عمر اشرف، ۴- زید شہید، ۵- حسن اصغر، ۶- علی۔ سید علی کی نسل عراق عرب، عراق عجم اور ملک شام میں موجود ہے۔ سید حسن اصغر کی نسل مدینہ طیبہ میں ہے۔ اُمرائے مدینہ آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ سید عبداللہ کی نسل رَے اور شیراز میں ہے۔ سید ابوالحسن زید علی شہید جن سے گروہ زیدیاں منسوب ہے، آپ کے چار صاحبزادے حیات رہے۔ ۱- سید حسین، ۲- سید محمد، ۳- سید یحییٰ، ۴- سید عیسیٰ۔ سید ابوالفرح واسطی، سید یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ حضرت سید یحییٰ کی نسل سے سادات کرام کی خاصی تعداد پیدا ہوئی۔ دوسرے حضرات صاحبزادگان زیدی سے بھی کثیر سادات کرام موجود ہیں۔ سید حسین کی اولاد بھی بے شمار ہیں، کہاں تک بیان کروں۔ سید محمد کی اولاد بھی بے حد و بے شمار ہے۔ حضرت زید شہید کی اولاد اتنی کثیر ہیں کہ اس کا احاطہ دشوار ہے۔ عرب و عجم میں کون سی جگہ ہے جہاں حضرت کی اولاد موجود نہیں۔ اگر سب کا شرح وبسط کے ساتھ تذکرہ کروں تو خاصی طوالت ہو جائے گی۔ [منبع الانساب، ص ۲۸۲-۲۸۳]

مسالک السالکین میں ہے: ''آپ [امام زین العابدین] کے گیارہ صاحبزادے

تھے: حضرت محمد باقر، عبداللہ، حسن، حسین اکبر، حسین اصغر، عبداللہ، عمر، زید، علی، سلیمان، قاسم اور چار صاحبزادیاں تھیں: بی بی خدیجہ، فاطمہ، علیہ، کلثوم۔ پہلے چھ صاحبزادے یعنی حضرت محمد باقر، عبداللہ، حسن، حسین اکبر، حسین اصغر اور عبیداللہ کی والدہ ماجدہ بی بی فاطمہ بنت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عمر، زید، علی اور خدیجہ کی ماں کردیہ اور باقی اولاد کی ماں مختلف تھیں، آپ کے کل صاحبزادے علم وفضل اور جود وسخا میں کامل اور ممتاز تھے۔ نسل آپ کی حضرت محمد باقر، زید، عبداللہ، حسین اصغر، عمر اور علی سے باقی ہے اور ان سے نسل کثیر پیدا ہوئی ہے"۔[مسالک السالکین، ۱/۲۱۲]

سارے فضائل وکمالات علمی وعملی میں جدامجد کے مراتب عالیہ کے وارث، اپنے ہم عصروں میں سب سے یکتا، سعادت مآب، منفرد فردکامل جناب زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر جمیل

آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ علامہ عمادالدین ادریس حسینی حمیری قدس سرہٗ اپنی کتاب "کنزالاخیار فی معرفۃ السیر والاخبار" میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی الصباح اپنے احباب سے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اس رات خواب میں دیکھا کہ آپ میرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل ہوئے اور میرا عقد ایک حور کے ہمراہ کردیا۔ میں نے اس سے صحبت کی جس سے وہ حور حاملہ ہوگئی۔ حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے مجھے آواز دے کر فرمایا: ہونے والے بچے کا نام زید رکھنا۔ جب امام زین العابدین کو اس ہونے والے بچے کی بشارت عالم واقعہ میں دی گئی تو آپ نے قرآن حکیم کھول کر دیکھا تو جس آیت پر سب سے پہلے آپ کی نظر

پڑی، وہ یہ تھی: "فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا." [النساء:۹۵]اور اللہ نے جہاد والوں کو بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے] دوبارہ بند کر کے جب قرآن حکیم کھولا تو پہلے ورق پر یہ آیت کریمہ جگمگا رہی تھی: "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" [التوبہ:۱۱۱]بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے]تو امام زین العابدین نے قسم کھا کر فرمایا: بخدا یہ فرزند زید ہے[جس کے لئے یہ بشارتیں سنائی جاتی ہیں]

حضرت زید شہید کی ولادت مبارکہ ۷۵ھ میں ہوئی۔آپ گوری رنگت رکھتے تھے،چشمان مبارک بڑی تھیں،ابرو ملے ہوئے تھے،،قد وقامت دراز تھی،ریش مبارک گھنی تھی،،سینۂ اقدس چوڑا تھا،ناک متوسط اونچی تھی،سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے مگر رخسار مبارک پر کچھ سفید بال آگئے تھے۔فصاحت وبلاغت اور وفور علم میں مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یادگار تھے۔﴿۱﴾

حضرت زید شہید بن علی امام زین العابدین نے اپنے بھائی حضرت امام محمد باقر سے اپنے والد ماجد کی ایک کتاب مانگی تو حضرت امام باقر نے حامی بھرلی پھر بھول گئے اور کتاب نہ بھیج سکے اور دونوں بھائیوں میں ایک عرصۂ دراز کے بعد ملاقات ہوئی۔ حضرت زید نے عرض کی: بھائی! کیا میں نے آپ سے والد صاحب کی ایک کتاب نہ مانگی تھی؟ حضرت امام باقر نے فرمایا: ہاں! لیکن صرف بھول جانے کی وجہ سے میں کتاب تمہارے پاس نہ بھیج سکا۔حضرت زید نے عرض کی: اب مجھے کتاب کی ضرورت نہ رہی۔ حضرت امام محمد باقر نے فرمایا: ارے تم اپنے والد کی کتاب سے بے نیازی ظاہر کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ کی کتاب نے اس کتاب سے بے نیاز کر دیا ہے۔امام محمد باقر نے کہا: تب میں تم سے اس کتاب کے مشمولات کے بارے میں سوال کروں گا۔حضرت زید کہا: ٹھیک ہے، پوچھئے۔حضرت امام باقر نے وہ کتاب منگوا بھیجی۔کتاب آنے کے بعد

اس کتاب سے حرف بہ حرف امام محمد باقر نے حضرت زید شہید سے پوچھا۔حضرت زید نے جواب دیا، یہاں تک کہ کتاب کے آخری صفحے سے بھی فارغ ہو گئے۔اس کے بعد حضرت زید شہید نے فرمایا:اے محمد[باقر]!میں بخدا کہتا ہوں میں نے اس کتاب کا ایک حرف بھی نہیں دیکھا تھا۔

حضرت زید شہید سے جب کوئی گفتگو کرتا یا بحث ومناظرہ کرتا تو مخاطب کے کلام پر آپ سبقت نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ اپنی بات پوری کرلے پھر اس سلسلے میں حضرت زید سے رجوع کرے، تب آپ اس کی بات کا جواب مرحمت فرماتے۔

ایک دن آپ اپنے بڑے بھائی امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے اسی وقت آپ کے دوسرے بھائی ابوجعفر بھی آگئے۔اب وہ حضرت زید سے سوال کرتے، حضرت زید جواب دیتے اور انہیں ایسی باتوں سے بھی مطلع کرتے جسے وہ اپنے موقف کی حجت اور دلیل میں پیش کرسکیں اور جب حضرت ابوجعفر ان باتوں سے حضرت زید کے موقف کے خلاف دلیل پیش کرتے تو ان کا چہرہ کھل اٹھتا پھر وہ اپنے اصحاب کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: بخدا یہ[حضرت زید] ہاشمیوں کا سردار ہے۔ اگر یہ تمہیں بلائے تو اس کی پکار پر لبیک کہو، اگر مدد کا طالب ہو تو اس کے دست و بازو بنو، پھر حضرت ابوجعفر نے فرمایا: میرے والد ماجد امام علی زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید کو طلب فرما کر انہیں قرآن پڑھنے کو فرمایا۔زید نے قرآن حکیم پڑھا اور قرآن حکیم کے مشکل مقامات کے بارے میں والد ماجد سے استفسار کیا۔حضرت امام زین العابدین نے ان سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے پھر زید کے لئے دعا فرمائی اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

حضرت محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ فرمایا: اگر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس وقت نزول فرماتے تو وہ تمہیں مطلع فرماتے کہ ابھی

روئے زمین پر چلنے والے انسانوں میں سب سے بہتر حضرت زید ہیں، انتہیٰ۔ ﴿۲﴾

حضرت زید شہید کی والدہ ماجدہ اُمّ ولد تھیں جن کا اسم گرامی جیدا تھا۔ حضرت علامہ سیوطی اپنی کتاب "اَلدَّرَادِیُ فِیْ اَبْنَآءِ السَّرَادِیُ" میں حضرت حضرمی سے نقل کرتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک مروانی نے حضرت زید بن علی سے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ خلیفہ بننے کا ارادہ رکھتے ہو، حالانکہ تم خلافت کے اہل نہیں ہو؟ کیونکہ تمہاری والدہ کنیز تھی۔ حضرت زید نے جواباً فرمایا: حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام بھی کنیز کے بیٹے تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام آزاد خاتون کی نسل سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی صلب سے خیر البشر صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا اور حضرت اسحاق کی نسل سے بعض ایسے افراد پیدا کیے جو بندر و خنزیر بنادئے گئے اور ان کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔

حاجی سید باسط علی، حضرت سید مرتضیٰ محدث یمنی مصری زبیدی بلگرامی کے حوالے سے اس واقعہ کا سبب وقوع یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید شہید بچپن کے زمانے میں ایک دن کھیل رہے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام زین العابدین نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ یہ بچہ اپنے جد بزرگوار کی میراث پائے گا۔ حضرت زید کی والدہ ماجدہ نے یہ سن کر آپ سے دریافت کیا کہ اس بچے کے جد کریم کی وراثت تو علانیہ شہادت ہے۔ لگتا ہے کہ یہ بھی حاکم وقت پر خروج کر کے شہید ہوگا۔ اس کے بعد آپ کے تعلق سے بہت متفکر رہتی تھیں۔ جب آپ سن بلوغ کو پہونچے اور سارے ظاہری اور باطنی کمالات و علوم میں دسترس حاصل کر لی تو آپ کی والدہ نے انہیں بہت سارا مال اور سامان دنیا دے کر لوگوں کے ہمراہ رخصت کر دیا اور رفقائے سفر کو یہ ہدایت کر دی کہ انہیں لوگوں کے سامنے تاجر کی حیثیت سے ظاہر کریں اور بتادیں کہ یہ زین العابدین کے صاحبزادے ہیں۔ الغرض لوگ انہیں تاجر کی حیثیت سے لے کر ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک قصبہ سے دوسرے قصبہ گھومتے رہے۔ اسی سفر کے دوران ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ یہ لوگ

جس شہر میں تھے،وہیں ہشام بن عبدالملک مروانی بھی آیا ہوا تھا۔حضرت زید نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے شہر کی جامع مسجد تشریف لے گئے۔بادشاہ وقت ہشام بن عبدالملک امامت کررہا تھا۔اتفاقاًاس سے نماز کے ایک رکن کی ادائیگی میں غلطی واقع ہوگئی۔حضرت زیداسے مصلے سے کھینچ کرخودامامت کے لئے بڑھ گئے اور نماز مکمل فرمائی۔ان کے رفقائے سفران کی اس حرکت سے خوف زدہ ہوگئے۔فوراًانہیں وہاں سے ہٹایااور سامان تجارت شہر میں جہاں کہیں موجود تھا،سب چھوڑ چھاڑ کرانہیں سے فرار کرادیا۔ظالم بادشاہ ہشام جب نوافل سے فارغ ہواتو دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھا جس نے یہ جرأت کی اوراس دلیری سے مجھے کھینچ کرخودامامت کی؟لوگوں نے بتایا:چند دن سے ایک تاجر اس شہر میں آیا ہوا ہے۔وہی تھا۔بادشاہ نے کہا:تاجر کواتنی جرأت نہیں ہوسکتی کہ بادشاہ کو کھینچ کرخودامام بن جائے۔یہ کوئی اولاد حضرت فاطمہ ہے جس نے اس جرأت کا مظاہرہ کیا۔یہ لوگ ابھی تک اتنی شوکت وجرأت رکھتے ہیں۔آخرکار معلوم ہوگیا کہ وہ حضرت زید بن امام زین العابدین تھے۔مردود بادشاہ نے حضرت کی عداوت اپنے دل میں پیدا کرلی اورلوگوں کوآپ کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔جن لوگوں نے حضرت زید کوخوف کی وجہ سے جنگل کے راستہ فرار کرایا تھا،وہ لوگ پکڑے گئے اور حضرت زید شہید اپنے رفقائے سفر کے ہمراہ چلتے چلاتے شہر کوفہ پہنچ گئے اور وہیں طرحِ اقامت ڈال دی۔جب آپ کاشہرہ پھیلا تو کوفہ کے اکثر افراد نے آپ سے بیعت کرلی۔حضرت زید شہید نے جب کوفیوں کاتعاون دیکھاتو حاکم وقت کے خلاف خروج کاارادہ اور مستحکم ہوگیا۔اپنے بعض احباب کوحضرت محمد بن حنفیہ کی خدمت میں بھیجا۔حضرت محمد بن حنفیہ اس زمانے میں علیل چل رہے تھے،اس لئے ساتھ دینے سے معذرت ظاہر کی۔البتہ تعاون کی کوشش فرمائی اورحضرت زید کے لئے تیس ہزار دینار بھیجے۔یہ واقعہ ۱۲۱ھ میں واقع ہوا تھا۔حالانکہ پندرہ ہزار باشندگانِ کوفہ نے آپ سے بیعت کرلی تھی لیکن خروج کے وقت صرف تین ہزار ہی

آپ کے ساتھ نکلے، باقی روپوش ہو گئے اور بیعت سے پھر گئے ۔ہشام کے حکم سے یوسف عمر ثقفی بارہ ہزار افراد کو لے کر آپ سے جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ کوفہ میں تین دن تک سخت معرکہ رہا۔ آخر کار حضرت زید کے رفقا میں سے ساٹھ ستر آدمی شہید ہوئے۔ دشمن ان شہداء کے سروں کو یوسف کے سامنے لے گئے۔ حضرت زید شہید اسی طرح پامردی کے ساتھ مصروفِ جنگ تھے کہ اچانک راشد نامی یوسف کے ایک غلام نے آپ کے دونوں ابرو کے درمیان تاک کر تیر مارا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کی نعش مبارک اٹھا کر دشمنوں سے چھپادی اور ایک آبی گذرگاہ میں گڑھا کھود کر آپ کی قبر بنائی اور اس میں دفن کر دیا اور آپ کی قبر پر پانی بہادیا۔ یوسف ثقفی نے منادی کرادی کہ جو بھی زید کی قبر کی نشان دہی کرے گا، اسے اتنا انعام دیا جائے گا۔ ایک سندھی غلام نے حضرت کی قبر کا پتہ بتا دیا جو دفن کے وقت موجود تھا۔ دوسرے دن مردود یوسف ثقفی نے حضرت زید کے جسم اطہر کو قبر سے نکال کر سر اقدس جدا کر کے ہشام کے پاس بھیج دیا اور جسم مبارک کو سولی پر چڑھا دیا۔ کثیر روایات سے ثابت ہے کہ اللہ کے حکم سے آپ کے ستر کو شہد کی مکھیوں نے چھپا دیا تھا۔ ﴿۳﴾ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ جب حضرت زید کو دار پر کھینچا تو اسی رات میں نے حضور اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سولی کی لکڑی سے پشت لگا کر کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. میرے فرزند کے ساتھ ان لوگوں نے یہ سلوک کیا۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم نے حضرت زید کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"اَلشَّهِيْدُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ وَالْقَائِمِ بِالْحَقِّ مِنْ وَلَدِىْ الْمَصْلُوْبِ بِكِنَاسَةِ الْكُوْفَةِ فَاِنَّ اِمَامَ الْمُجَاهِدِيْنَ وَقَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ يَاْتِىْ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَتَخَطُّوْنَ رِقَابَ النَّاسِ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ."

یہ میرے خاندان کا شہید اور میری اولاد میں حق پر قائم ہے جسے کوفہ کے کنارے سولی دی جائے گی۔ تو یہ مجاہدوں کا پیشوا اور روشن پیشانی والوں کا قائد ہے۔ یہ اور اس کے رفقا قیامت کے دن لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آئیں گے۔ ملائکہ ان سے یہ کہتے ہوئے ملاقات کریں گے کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

"عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ نِ الْبَاقِرِ قَالَ: "یَرْحَمُ اللّٰهُ اَخِیْ زَیْدًا فَاِنَّهٗ اَتٰی اَبِیْ فَقَالَ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْخُرُوْجَ عَلٰی هٰذَا الطَّاغِیْ فَقَالَ لَهٗ لَا تَفْعَلْ یَا زَیْدُ! اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ تَکُوْنَ الْمَقْتُوْلَ الْمَصْلُوْبَ مُظْهِرًا بِکُوْفَةَ. اَمَا عَلِمْتَ یَا زَیْدُ! اِنَّهٗ لَا یَخْرُجُ اَحَدٌ مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ عَلٰی اَحَدٍ مِنَ السَّلَاطِیْنِ قَبْلَ خُرُوْجِ السُّفْیَانِیْ اِلَّا قُتِلَ فَکَانَ الْاَمْرُ کَمَا قَالَ اَبِیْ."

حضرت امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی زید پر رحم فرمائے، وہ میرے والد ماجد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میں اس سرکش بادشاہ [ہشام بن عبد الملک] کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا چاہتا ہوں۔ والد صاحب نے فرمایا: زید! ایسا نہ کرو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تمہیں کوفہ میں شہید کر کے علانیہ سولی نہ دیدی جائے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ خروج سفیانی سے پہلے اولاد فاطمہ میں سے جس کسی نے بھی سلاطین پر خروج کیا ہے، وہ شہید ہوا۔ آخر کار وہی ہوا جیسا میرے والد ماجد نے فرمایا تھا۔

حضرت زید کی شہادت واقدی کے بیان کے مطابق ۱۲۱ھ میں ہوئی اور زبیر بن بکّار کے بقول ۱۲۲ھ میں ہوئی۔ منقول ہے کہ آپ کی شہادت ۱۵ر صفر کو ہوئی۔ آپ کی عمر مبارک ۴۲ر سال تھی اور ابن خورداد نے عمر مبارک ۴۸ر سال بیان کی ہے۔ ﴿۴﴾

جب حضرت زید کے سولی دیے جانے کی خبر ملک شام میں پہنچی تو حکم بن عباس کلبی نے یہ دو شعر نظم کیے۔

اَصَلَبْنَا لَکُمْ زَیْدًا عَلٰی جِذْعِ نَخْلَةٍ   وَلَمْ اَرَ مَهْدِیًّا عَلَی الْجِذْعِ یُصْلَبِ

۲–وَ قَدَّمَ بِعُثْمَانَ عَلِیًّا سَفَاهَةً   وَعُثْمَانُ خَیْرٌ مِنْ عَلِیٍّ وَّاَطْیَبِ

۱– ہم نے تمہارے سامنے زید کو کھجور کے تنے پر سولی دیدی اور میں نے کسی ہدایت یافتہ کو سولی پاتے نہیں دیکھا۔

۲– حضرت عثمان پر حضرت علی کو نادانی کے سبب فضیلت دیتے ہیں جبکہ حضرت عثمان، حضرت علی سے بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہیں۔

جب یہ دو شعر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہونچے تو آپ نے یہ دعا فرمائی: "اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ عَبْدُکَ کَاذِباً فَسَلِّطْ عَلَیْهِ کَلْبَکَ". یااللہ! اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہو تو اس پر اپنی جانب سے کتا مسلط فرمادے۔

اسی زمانے میں حکم کلبی کوفہ روانہ ہوا۔ راستے میں اسے ایک شیر نے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ جب عباسی خلیفہ عبداللہ سفاح تخت حکومت پر بیٹھا تو ہشام بن عبدالملک کی لاش کو اس کی قبر سے نکال کر دار پہ چڑھادیا اور پھر جلادیا. فَاعْتَبِرُوْا یآ اُوْلِی الْاَبْصَارِ. ﴿۵﴾

....

حواشی

﴿۱﴾ حلیف القرآن، اسطوانۃ المسجد، سید الاشجعین حضرت ابوالحسین سید زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل وکمالات مسلم ہیں۔ قرآن حکیم کی کثرت تلاوت کی بدولت آپ کو حلیف القرآن کہا جاتا، کثرت عبادات اور مسجد میں طویل نمازوں کی وجہ سے آپ کو "اسطوانۃ المسجد" [مسجد کا ستون] کے نام سے یاد کیا جاتا۔ بزرگی، شجاعت، سرداری، علم وکمال تو آپ کی وراثت تھے۔ علامہ عبدالجلیل واسطی نامی بلگرامی علیہ الرحمہ نے خوب ارشاد فرمایا ؎

زید شہید مصحف اسرار اہل بیت   پیداست از مناقب او شان حیدری

حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود حضرات اہل بیت کے خاندانی اسرار کا گنجینہ ہے۔ ان کے فضائل ومناقب سے شان حیدری ٹپکتی ہے۔

اجلۂ تابعین اور تبع تابعین نے آپ کی عظمتوں کا خطبہ پڑھا ہے اور آپ کے علمی

اور عملی مناقب بیان کئے ہیں۔

ابو اسحاق سبیعی کہتے ہیں میں نے انھیں دیکھا ہے۔ تو میں نے اہل بیت میں [ان کے زمانے میں] کسی کو ان جیسا اور ان سے زیادہ صاحب علم وفضل، صاحب زہد، فصیح اللسان اور طلیق اللسان نہیں پایا۔

امام شعبی نے فرمایا: واللہ! کسی ماں نے زید سے زیادہ صاحب فضل وکمال، فقیہ، بہادر اور صاحب زہد نہیں پیدا کیا۔

حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا: میں نے حضرت زید کو دیکھا جیسا ان کے اہل بیت کو دیکھا تو میں نے ان کے زمانے میں ان سے زیادہ فقیہ، صاحب علم، حاضر جواب اور روشن باتیں کرنے والا نہ دیکھا۔ وہ اپنے مقابل کو مسکت جواب دیتے اور اسے خاموش کر دیتے تھے۔ [نور الابصار]

آپ کا مذہبی تصلب ایسا تھا کہ آپ ہمیشہ رافضیوں سے بے زار رہے، حتیٰ کہ سخت ضرورت کے وقت بھی ان کی مدد قبول نہ فرمائی۔ منقول ہے کہ جب حضرت زید شہید نے اپنے وقت کے بادشاہ پر خروج فرمایا تو ایک گروہِ کثیر نے حضرت سے کہا کہ آپ حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تبرا کیجیے تو ہم آپ کی بیعت اور مدد کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: بلکہ میں ان سے تبرا کرتا ہوں جو ان دونوں شیخین کریمین سے تبرا کرتے ہیں۔ وہ لوگ بولے "اِذَنْ نَرْفُضُکَ" تو ہم آپ سے پھرے جاتے ہیں۔ اسی وقت سے ان لوگوں کا نام رافضی ہوا اور کچھ لوگوں نے عرض کیا: ہم حضرات شیخین کو دوست رکھتے اور ان کے دشمن سے بے زار ہیں۔ ان کی حضرت نے پذیرائی فرمائی اور انھوں نے حضرت کا ساتھ دیا۔ ان کا نام زیدی ہوا۔ [مرآۃ الجنان/ نور الابصار]

سدی کہتے ہیں: حضرت زید بن علی نے فرمایا: رافضی مجھ سے اور میرے باپ سے دنیا وآخرت میں برسرِ جنگ ہیں۔

امام جعفر صادق سے کہا گیا کہ رافضی آپ کے چچا حضرت زید سے تبرا کرتے ہیں؟ امام نے فرمایا: اللہ اس سے بیزار ہے، جو میرے چچا زید سے تبرا کرتا ہے۔ قسم خدا کی وہ ہم

سب سے زائد کلام اللہ کے قاری اور دین الہٰی کے فقیہ اور ہم سب سے زائد صلۂ رحم کرنے والے تھے۔ قسم اللہ کی! انہوں نے ہمارے درمیان دنیا و دین کسی میں اپنا مثل نہیں چھوڑا۔

حضرت زید شہید قدس سرہٗ خود فرماتے ہیں ۔

لَا تَطْمَعُوْا اَنْ تُهِيْنُوْنَا وَ نُكْرِمُكُمْ وَ اَنْ نَكُفَّ الْاَذٰى عَنْكُمْ وَ تُؤْذُوْنَا

اے ظالمو! تم ہم سے اس کی طمع نہ رکھو کہ تم ہماری اہانت کیے جاؤ گے اور ہم تمہارا اکرام کرتے رہیں گے، اور تم ہمیں ستائے جاؤ گے اور ہم تم سے اذیت دور کرتے رہیں گے۔

﴿۲﴾ علم و فضل میں آپ اپنے اسلاف کے جانشین تھے۔ حضرت مصنف نے جو واقعہ ذکر فرمایا، وہ خود حضرت زید کی علمی قابلیت، فنی جامعیت، جودت طبع، وفور معلومات اور حاضر دماغی پر بہترین شاہد ہے۔

علم حدیث کی اشاعت میں آپ کا بھی خاص حصہ رہا ہے۔ آپ مدنی تابعی ہیں۔ امام ابن حبان نے آپ کو ثقات میں بتایا اور کہا کہ آپ نے ایک جماعت صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو دیکھا۔ آپ اپنے والد ماجد امام زین العابدین، اپنے برادرِ معظم امام محمد باقر، حضرت ابان بن حضرت سیدنا عثمان، حضرت عروہ بن سیدنا زبیر، عبید اللہ بن ابی رافع سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ حضرت امام زید شہید سے امام محمد بن شہاب زہری، آپ کے دونوں صاحب زادے حسین و عیسیٰ اور آپ کے بھتیجے امام جعفر صادق، امام اعمش، امام شعبہ، سعید بن خثیم، اسمٰعیل سدی، زبید الیالی، زکریا ابن ابی زائدۃ، عبد الرحمٰن بن الحارث بن عیاش بن ابی ربیعہ، ابو خالد عمرو بن خالد واسطی، ابن ابی الزناد وغیرہم راوی ہیں، نیز اصحابِ سنن اربعہ ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے آپ کی احادیث اپنی کتابوں میں روایات کی ہیں۔ [نورالابصار]

آپ کو عرب کا ذوق شاعرانہ بھی ورثہ میں ملا تھا۔ اصح التواریخ میں آپ کے چند اشعار سیدنا مولائے کائنات شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی شان میں منقول ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

۱ـ وَ مَنْ فَضَّلَ الْاَقْوَامَ يَوْماً بِرَائِهٖ فَاِنَّ عَلِيًّا فَضَّلَتْهُ الْمَنَاقِبُ

۲-وَ قَولُ رَسُولِ اللّٰہِ وَالحَقُّ قَولُہُ وَ اِنْ رَغِمَتْ مِنْہُ الْاُنُوفُ الکَوَاذِبُ
۳-بِاَنَّکَ مِنِّی یَا عَلِیُّ مِثَالُنَا کَھَارُونَ مِنْ مُوسیٰ اَخٌ لَہُ وَ صَاحِبُ
۴-دَعَاہُ بِبَدْرٍ فَاسْتَجَابَ لِاَمْرِہٖ فَبَادَرَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ بِضَارِبِ [نورالابصار]

۱- لوگ آج کل قوموں کو اپنی رائے سے فضیلت دیتے ہیں۔پس بے شک مولیٰ علی کو ان کے فضائل نے برتر کیا ہے۔

۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد برحق ہے، اگرچہ اس سے جھوٹی ناکیں خاک آلود ہو جائیں۔

۳- حضور نے ارشاد فرمایا: اے علی تم مجھ سے ہو اور تمہاری مثال ہمارے ساتھ ایسی ہے جیسے حضرت موسیٰ کی حضرت ہارون علیہما الصلاۃ والسلام کے ساتھ تھی کہ وہ حضرت موسیٰ کے بھائی اور وزیر تھے۔

۴- حضور نے مولائے کائنات کو جنگ بدر میں طلب فرمایا تو آپ نے حضور کی طلب پر لبیک کہی اور اللہ کے لئے تلوار لے کر [میدان جنگ میں] کود پڑے۔

حضرت زید شہید قدس سرہٗ کا نقش مہر شریف یہ تھا "اِصْبِرْ تُوْجَرْ اُصْدُقْ تَنْجَحْ"
[نورالابصار] صبر کر اجر پائے گا، سچ بول نجات پائے گا۔[اصح التواریخ]

﴿۳﴾ ناصر کبیر طبرستانی کہتے ہیں کہ پھر وہاں سے سر مبارک مدینہ منورہ لے جایا گیا اور مزار مطہر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب اس نبی زادۂ مظلوم کا سر ایک رات دن نیزے پر نصب رہا مگر ظالموں کا دل اب بھی آلِ رسول پر ظلم وستم سے سیر نہ ہوا اور یوسف ثقفی نے جسد مطہر کو ننگا کر کے کُناسۂ کوفہ میں سولی پر چڑھایا اور اس پر پہرا بٹھایا کہ کوئی اتار نہ لے جائے اور چار برس بروایتے پانچ برس بدن مطہر حضرت سولی پر چڑھا رہا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے فرزند کی ستر پوشی کا یہ سامانِ غیبی فرمادیا کہ رات ہی رات مکڑیوں نے حضرت کے ستر عورت پر جالا تن کر اسے لوگوں کی نظر سے پوشیدہ کر دیا اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ کا شکمِ مبارک ڈھلک آیا یہاں تک کہ اس سے ستر پوشیدہ ہو گیا اور ہوسکتا ہے کہ

دونوں باتیں واقع ہوئی ہوں۔ظالموں نے حضرت کوسولی چڑھاتے وقت روئے مبارک قبلہ کی طرف سے پھیر دیا تھا،مگر بحکمِ الٰہی وہ لکڑی جس پر ظالموں نے حضرت کوسولی چڑھایا تھا قبلہ رخ پھر گئی اور حضرت کا منہ قبلہ کی طرف ہو گیا۔اسی دوران ہشام تو اپنے انجام کو پہنچا اور ولید کا زمانہ آیا اور نبی زادوں کی طرف سے بغض وکینہ کی جو آگ ان کے دلوں میں سلگ رہی تھی،وہ اب بھی ویسے ہی لپٹیں مار رہی تھی۔لہٰذا یوسف ثقفی نے ولید پلید ابن یزید کے حکم سے جسم مطہر کو سولی سے اتار کر اسے اور اس لکڑی دونوں کو جلا کر خاکستر کر کے اسے فرات کے کنارے ہوا میں اڑا دیا۔[اسعاف الراغبین،نورالابصار،شجرہ طیبہ]

ابن ابی الدنیا اپنی مسند کے ساتھ حضرت جریر بن حازم سے راوی ہیں،وہ فرماتے ہیں:میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید کی سولی سے پشت مبارک لگائے اور حضرت زید کو اس سولی پر چڑھے اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ فرماتے دیکھا کہ اے لوگو!میرے فرزند سے یہ سلوک کرتے ہو۔

حضرت عبد اللہ ابن حسین ابن علی [امام زین العابدین] بن حسین ابن علی ابن ابی طالب کہتے ہیں۔میں نے اپنے والد ماجد کو یہ دعا کرتے سنا کہ اے اللہ!ہشام حضرت زید کو سولی پر چڑھانے سے راضی ہوا تو اس سے اس کا ملک سلب کر لے اور یوسف بن عمر نے حضرت زید [کے جسم مبارک کو] جلایا۔اے اللہ تو اس پر ایسے کو مسلط فرما جو اس پر رحم نہ کرے اور اے اللہ!اگر تو چاہے تو ہشام کو اس کی زندگی میں ورنہ مرنے کے بعد آگ کے حوالے کر دے۔حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں:بخدا!میں نے دیکھا کہ جب بنی عباسیہ کا دمشق پر قبضہ ہوا تو ہشام کو جلا دیا گیا اور میں نے دیکھا کہ یوسف بن عمر کے اعضا کٹے ہوئے دمشق کے دروازوں پر پڑے ہوئے تھے،تو میں نے عالم خیال میں اپنے والد کو پکارا کہ ابا!آپ کی دعا یقیناً قبول ہوگئی۔حضرت زید کی شہادت کے بعد آلِ عباس کے حملوں اور تسلط سے بنی امیہ کی سلطنت پارہ پارہ ہو کر فنا ہوگئی۔[نورالابصار]

جب بنی عباسیہ کا پہلا خلیفہ سفاح سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے عبد الحمید طائی

کو حکم دیا کہ وہ ہشام کی قبر کھود کر اس کی لاش نکالے۔ طائی نے ہشام کی عنبر میں لپٹی ہوئی لاش نکال کر سولی پر چڑھادی اور اسے کوڑے مارے جس سے گوشت کے پرخچے اڑ گئے، پھر اسے آگ میں جلا ڈالا۔ یہ خبر جب سفاح کو پہنچی تو اس نے سجدہ شکر ادا کیا کہ الحمدللہ میں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدلے دوسو بنی امیہ قتل کئے اور حضرت زید شہید کے بدلے ہشام کو سولی پر چڑھایا اور مروان کو اپنے بھائی ابراہیم کے عوض قتل کیا۔[صواعق و شجرہ و نور]
فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ ۝

دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را | چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

﴿۴﴾ سالِ شہادت کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ سانحہ ۱۲۱ھ میں ہوا، دول الاسلام اور مرآۃ الجنان کے مصنفین اسی کے قائل ہیں اور نور الابصار میں تاریخ ابن عساکر سے یہی منقول ہے۔ لیکن زبیر ابن بکار ولیث ۱۲۲ھ میں وقوع شہادت کے قائل ہیں۔ یہی نور الابصار میں خطط مقریزی سے اور تہذیب التہذیب میں جویریہ بن اسما وغیرہ سے منقول ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت زید صفر ۱۲۰ھ یا ۱۲۲ھ میں شہید ہوئے اور خطط مقریزی میں ہے کہ صفر ۱۲۲ھ کی دوسری رات میں شہادت ہوئی، اور بعض کا قول ہے کہ آپ کی شہادت نصف ماہ صفر میں ہوئی۔ آپ شب چہار شنبہ ۲۳ محرم الحرام کو ہی باہر آگئے اور تین روز سخت جنگ جاری رہی ، جمعہ کے دن تیر سے زخمی ہوئے۔ بعض لوگوں نے ۱۱۷ھ کو سال وصال مانا ہے۔

﴿۵﴾ حضرت کے موجودہ مدفن کے بارے میں اختلاف ہے۔ جسم مبارک تو ظالموں نے خاکستر کر کے ہوا میں اڑا دیا تھا۔ سر اقدس پہلے دمشق میں ہشام کے پاس پہنچا پھر وہاں سے مدینہ منورہ میں تشہیر ہوتا ہوا مصر پہنچا۔ خطط مقریزی میں ہے کہ وہ مشہد جو جامع طولون اور [پرانے] شہر مصر کے درمیان ہے اور جس کو عوام مشہد زین العابدین کہتے ہیں، وہ در حقیقت حضرت زید شہید ابن امام علی زین العابدین بن امام حسین کے سر مبارک کا مشہد ہے اور پہلے وہ مسجد محرس خصی کے نام سے معروف تھا۔ قضاعی کہتے ہیں کہ مسجد محرس خصی حضرت زید شہید بن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سر مبارک کے مشہد کے متصل بنائی

گئی تھی جب کہ اس سر مبارک کو ہشام نے مصر میں تشہیر کرانے بھیجا اور مسجد جامع میں منبر پر اسے نصب کرایا، مصری اسے وہاں سے چھپا کر نکال لائے اور یہاں لاکر دفن کیا۔ابن عبد الظاہر اور شریف ابن مسجد نے ذکر کیا ہے کہ افضل ابن امیر الجیوش کو جب اس سر کی یہ حکایت معلوم ہوئی تو اس نے اس مسجد کے برآمد کرنے کا حکم دیا جو مٹی کے ٹیلوں میں دب گئی تھی اور اس کے آثار میں صرف ایک محراب باقی رہ گئی تھی، وہاں یہ سر مبارک مل گیا۔محمد بن صیرفی کہتے ہیں کہ مجھ سے شریف فخر الدین ابو الفتوح خطیب نے جو اس سر کے برآمد ہونے کے وقت موجود تھے، بیان کیا کہ جب سر مبارک نکالا گیا تو میں نے بھی اسے دیکھا۔وہ بھرا بھرا سر تھا اور پیشانی میں ایک درم کے برابر کا نشان تھا۔افضل نے اسے عطر میں بسایا اور اپنے گھر لے جا کر محفوظ رکھا، یہاں تک کہ جب مشہد تعمیر ہو گیا تو اس میں لے جا کر دفن کر دیا۔

سر مبارک مصر اتوار کے دن ۱۲۲ھ میں پہنچا اور اس کی دریافت بھی اتوار۔کے دن ۱۹/ ربیع الاول شریف ۵۲۵ھ میں ہوئی۔خطط مقریزی اور طبقات مناوی میں ہے کہ یہ مشہد اب بھی مصر کے ٹیلوں کے درمیان پرانے مصر کے قلعے کے پاس موجود ہے۔لوگ اس سے تبرک لیتے ہیں اور اس کی زیارت کو قصد کر کے جاتے ہیں، خصوصاً عاشورہ کے دن، بعض زائرین سے منقول ہے کہ دعا وہاں قبول ہوتی ہے، اور انوار اس پر دکھائی دیتے ہیں۔[نور الابصار، اسعاف الراغبین/اصح التواریخ]

فصل: حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کا بیان

حضرت زید شہید کے چار صاحبزادے تھے:

۱۔یحییٰ جن کی والدہ ربطہ بنت عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ تھیں۔یہ اپنے والد کی شہادت کے بعد بلخ کے مضافات میں چلے گئے تھے۔حاکم وقت نے نصر سیار تمیمی کو بھیجا

تا کہ انہیں شہید کردے۔ حضرت یحییٰ کی شہادت جمعہ کے دن عصر کے وقت ۱۲۵ھ میں اغوانامی گاؤں میں واقع ہوئی۔ آپ کی عمر مبارک ۱۸ رسال تھی۔آپ کا سر اقدس ولید بن یزید بن عبدالملک کے پاس لوگوں نے بھیجا۔ولید نے وہ سر مبارک، مدینہ منورہ روانہ کردیا تا کہ ان کی والدہ حضرت ربطہ کی گود میں ڈال دیں۔آپ کی نسل نہیں چلی۔

حضرت زید شہید کے تین صاحبزادے صاحبانِ اولاد تھے:۲-حسین ذوالدمعۃ وذوالعبیرہ،۳-محمد،ان کی والدہ کا حال معلوم نہیں اور،۴-عیسی مؤتم الاشبال جوسادات واسطی کے جداعلیٰ ہیں۔

حضرت عیسیٰ موتم الاشبال کی والدہ ماجدہ حضرت عبداللہ بن حسن مثنی بن حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عیسیٰ کی کنیت ابویحییٰ ہے۔آپ اکثر شیر کا شکار کیا کرتے تھے،اس لئے مؤتم الاشبال کے لقب سے شہرت پائی، کیونکہ موتم الاشبال کا معنی ہے شیر کے بچوں کو یتیم بنانے والا۔

آپ عالم،شاعر اور ابراہیم بن عبداللہ محض کے وصی اور علم بردار تھے۔۱۴۵ھ میں حضرت ابراہیم کی شہادت کے بعد روپوش ہوگئے ۔منصور دوانقی نے آپ کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن آپ دستیاب نہ ہوئے، یہاں تک کہ ۱۶۶ھ میں وفات پاگئے۔حسن بن صالح نے آپ کی نماز جنازہ پڑھ کر خاموشی سے دفن کردیا۔یہ اشعار حضرت عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

۱-اِلَی اللّٰہِ اَشْکُوْا مَا نُلَاقِیْ وَ اِنَّنَا نُقْتَلُ ظُلْمًا جَھْرۃً وَ نَخَاف

۲-وَ یَسْعَدُ اَقْوَامٌ بِجَھَنَّمَ لَنَا وَیَشْفِیْ لَھُمْ وَالْاَمْرُفِیْہِ خِلَاف

۱- ہم اپنے اوپر پڑنے والی افتاد کا شکوہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتے ہیں۔ہمیں بطور ظلم کھلے بندوں قتل کیا جاتا ہے اور ہم پر دہشت طاری کی جاتی ہے۔

۲- ایک گروہ ہم پر ظلم کر کے جہنم مول لیتا ہے اور وہی ان کی راحت کا سامان ہے

اور اس معاملے میں رائیں مختلف ہیں۔

''رسالۂ جنیدیہ'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا اصل نام عسارہ تھا۔ جس وقت ترک وطن کر کے بصرہ تشریف لائے تو آپ نے اپنا تعارف عیسیٰ بن زید شہید کے نام سے کرایا۔فرمایا کہ میں عیسیٰ بن زید شہید ہوں ،ملک بربر میں تھا۔پھر آپ اپنی خالہ کے گھر آئے اور اپنا نام بدل کر عیسیٰ رکھ لیا اور روپوش ہو گئے۔اسی سبب سے آپ کو عیسیٰ کہتے ہیں۔جب آپ نے حضرت عروہ بن مسعود کی صاحبزادی کے ہمراہ عقد فرمایا تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ آپ کا نام عسارہ بن زید شہید ہے۔''فصل الخطاب'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت زید شہید کی شہادت کے بعد دس لوگ قید ہوئے: چھ مرد اور چار عورتیں۔ان چھ مردوں میں تین بچے تھے:علی،عسارہ اور محمد باقر اور عورتوں میں تین بچیاں تھیں۔ ظالموں نے جوانوں کو سولی دیدی۔جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو اذان ہوئی۔لوگ نماز میں مشغول ہو گئے اور کشت وخون کا سلسلہ رک گیا اور یہ طے پایا کہ صبح ان چھ افراد کو سولی دیدی جائے گی۔آخر کار محافظوں نے رات میں انہیں آزاد کر دیا اور یہ فرار ہو کر مختلف قصبات میں روپوش گئے۔

حضرت عیسیٰ موتم الاشبال کے چار صاحبزادے تھے جن کی نسلیں رواں ہوئیں:

۱- احمد مختفی ،عالم ،زاہد اور فقیہ تھے۔علم فقہ میں آپ کی تصنیف تھی۔آپ کی والدہ ماجدہ ہاشمی خاتون عاتکہ بنت فضل بن عبدالرحمٰن بن عباس بن حارث تھیں۔عباسی خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں قید ہوئے پھر رہائی پائی اور بصرہ میں روپوشی کی حالت میں زندگی بسر کی۔۲۴۰ھ میں وصال ہوا۔

۲- دوسرے صاحبزادے زید ملک شام میں تھے۔

۳- محمد ۴-حسین عسارہ

سادات واسطی کا نسب حضرت محمد بن عیسیٰ موتم الاشبال سے جاملتا ہے۔سید محمد

کے اخلاف بہت تھے جو اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں سید علی جن کے صاحبزادے سید حسن تھے۔ سید حسن کے بیٹے سید علی عراقی ہیں جو عمان کی موتیوں سے لبریز صدف کی مانند ہیں۔ عراق میں سکونت اختیار کر لینے کی وجہ سے انہیں عراقی کہتے ہیں۔ اسی صدف عراقی کے یکتا موتی [صاحبزادے] سید زید ثانی ہیں۔ سید زید کے صاحبزادے سید عمر ہیں جو اس کان کے رُمّانی یاقوت ہیں۔ سید عمر کے بیٹے زید ثالث ہیں جو اس رمانی یاقوت کے نگینہ ہیں۔

عالم و فاضل، محقق عصر، عارف باللہ سید ضیاء اللہ بلگرامی اپنے منظوم نسب نامہ میں اور عالم باعمل، عارف کامل حضرت میر عبدالواحد بلگرامی اپنے نسب نامہ کے اشعار میں اور سید جنید محمد نے اپنی کتاب جنیدیہ میں یہی تفصیل نسب تحریر فرمائی ہے، لیکن حضرت میر عبدالجلیل نامی بلگرامی قدس سرہٗ نے اپنے منظوم نسب نامہ﴿۱﴾ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید علی عراقی کے صاحبزادے سید حسن تھے، سید حسن کے صاحبزادے سید علی اور سید علی کے صاحبزادے سید زید ہیں۔ اس طور سے وہ سید زید اور سید علی عراقی کے درمیان دو کڑی کا اضافہ کرتے ہیں: ۱-سید حسن ۲-سید علی

علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب ''شجرۂ طیبہ'' میں بھی اپنے نانا حضرت میر عبدالجلیل نامی کے ساتھ اتفاق کیا ہے اور اس کے لئے وہ کتاب ''عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب'' کو دلیل میں پیش کرتے ہیں:

''اما محمد بن عیسیٰ مؤتم الاشبال فلہ عقب کثیر منتشر و جمھور عقبہ مرجع الیٰ علی العراقی بن الحسین بن علی بن محمد المذکور ورد العراق واقام بھا فعرف عنداھل الحجاز بالعراقی واعقب من خمسۃ رجال بین مقل ومکثر والبقیۃ الان من ولدہ رجلین.''

حضرت محمد بن عیسیٰ مؤتم اشبال کی کثیر اولاد مختلف ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔

آپ کی ساری اولاد کا سلسلہ مذکورہ بالا سید علی عراقی کی طرف لوٹتا ہے جو حسین بن علی بن محمد کے صاحبزادے ہیں۔سید علی عراق تشریف لائے اور وہاں طرحِ اقامت ڈالی،اس لئے اہل حجاز کے نزدیک عراقی کی نسبت سے مشہور ہوگئے۔آپ نے اپنے بعد اپنی پانچ اولاد یادگار چھوڑی۔ان میں بعض کثیر الاولاد تھے اور بعض کی اولادیں کم تھیں۔ابھی جو آپ کی نسل رواں ہے،وہ دو صاحبزادوں کے ذریعہ ہے۔اس کی تفصیل کتاب ''مختصر عمدۃ المطالب''میں یہ درج ہے:

''وھما ابو الحسین احمد الدعکی وھو اکثر ھما عقبا وابو محمدن الحسن بن العراقی فاعقب من رجلین وھما علی وابو الطیب عبد الوھاب یقال لہ ھبۃ و لعلیّ اولاد بالاھواز فی اخوۃ لہ و لعبد الوھاب ولد قتل.''

جن دو صاحبوں سے آپ کی نسل رواں ہے،ان میں ایک ابوالحسین احمد دعکی ہیں جو کثیر الاولاد تھے اور دوسرے ابومحمد حسن بن عراقی ہیں۔ان کے دو صاحبزادے تھے:۱-علی ا،۲-ابوالطیب عبدالوہاب جنہیں ہبہ بھی کہتے ہیں۔علی عراقی کی اولادمیں چند بھائی مقام اہواز میں تھے۔عبدالوہاب کے ایک صاحبزادے تھے جو شہید ہوگئے۔

''جنیدیہ'' کے مصنف نے حضرت زید کو علی اور زید کے درمیان حذف کر کے عمر کو علی عراقی کا صاحبزادہ قرار دیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم.

حضرت سید زید بن عمر کے ایک صاحبزادے تھے:سید یحییٰ۔سید یحییٰ کی کان ہی کے گوہر شب تاب ہیں سید حسین جو واسط میں اقامت پذیر تھے اور سید حسین کے صاحبزادے ہیں سید داؤد اور سید داؤد ہی کے صاحبزادے ہیں سید ابوالفرح واسطی۔

حواشی

﴿۱﴾ حضرت علامہ آزاد بلگرامی کے نانا اور استاذ حضرت علامہ سید عبدالجلیل نامی بلگرامی

نے بہت ہی دلکش پیرائے میں حضرت فاتح بلگرام کے نسب نامے کو نظم کیا ہے۔الفاظ استعمال فرمائے ہیں،لگتا ہے نگینے جڑ دیئے ہیں۔اسلوب کی روانی کوثر و سلسبیل کے مزے دیتی ہے۔

علامہ نامی فرماتے ہیں:

۱- مائیم نخل سبز ریاض پیمبری ۔ احسان ماست بر ہمہ از سایہ گستری

۲- نخلے کہ اصل ثابت اوختم انبیا است ۔ فرعش گذشتہ است ازیں چرخ چنبری

۳- آں ختم انبیا کہ بتول ست دخترش ۔ آرائش منصّۂ پاکیزہ گوہری

۴- آں دختر نبی کہ بود زوجِ او علی ۔ دریائے فیض،ساقیِ صہبائے کوثری

۵- فرزند اوست خامس آل عبا حسین ۔ ایں شش جہت زطلعتِ اویافت زیوری

۶- سجاد آں کہ آدم آل حسین بود ۔ ایزد نصیب دشمن او کرد ابتری

۷- زید شہید مصحف اسرار اہل بیت ۔ پیداست از مناقب او شان حیدری

۸- عیسیٰ کہ شد بہ موتم اشبال مشتہر ۔ کردے شکار شیر زروئے دلاوری

۹- سید محمد آں کہ جہاں را زخلق او ۔ پیچیدہ در دماغ نسیم معطری

۱۰- سید علی کہ بر در عالم پناہ او ۔ کیواں ستادہ است بعنوان قنبری

۱۱- سید حسین شمسۂ ایوان مکرمت ۔ روح الامیں کند بہ رواقش کبوتری

۱۲- سید علی عراقی کہ از فیض مقدمش ۔ خاک عراق یافتہ از عرش برتری

۱۳- سید حسن کہ اختر اوج سیادت است ۔ کسب سعادت از نظرش کرد مشتری

۱۴- سید علی کہ دشمن شوریدہ بخت را ۔ سازد کباب آتش خورشید محشری

۱۵- شادابیِ بہار گلستانِ خلق زید ۔ می کرد در تحفظ دلہا صنوبری

۱۶- سید عمر کہ سرور عالی مقام بود ۔ در بزم او ہمیشہ فلک گرم مجمری

۱۷- زید سوم کہ خسرو اقلیم فقر بود ۔ کردے زروئے آئینۂ دل سکندری

۱۸- یحییٰ کہ در ریاض صفات کمال او ۔ یک شہر چشم حیر تیاں کرد عبہری

۱۹- سید حسین منتخب دودۂ شرف ۔ باشد چراغ انجمن افروز مہتری

۲۰- داؤد آنکہ دشمن فولاد جسم را | چوں موم نرم ساخت زدست بہادری
۲۱- والا گہر ابو الفرح واسطی کہ شست | از آب ذوالفقار بسے نقش کافری
۲۲- سید ابو الفراس کہ ہنگام کارزار | آمد زدست او ہمہ کار غضنفری
۲۳- ثانی ابوالفرح کہ بہ آئین جدّ خویش | روز نبرد شیر نیستان صفدری
۲۴- سید حسین صاحب شمشیر خونچکاں | باقلب دشمناں نکہش کرد خنجری
۲۵- سید علی کہ صارم خارا شگاف او | چوں ذوالفقار دم زدہ از فتح خیبری
۲۶- جدّ کلاں محمد صغریٰ کہ تیغ او | بر بلگرام یافتہ فتح ومظفری
۲۷- مفتوح گشت در زمن شاہ التمش | تاریخ آں ز لفظ ''خداداد'' بشمری
۲۸- درسال شش صدو چہل و پنج فوت کرد | آسود بر بساطِ معلاّ ئے عبقری
۲۹- شعبان روز چار دہم ضحوۂ ثنین | کرد از جہاں بہ ملک مقدس مسافری
۳۰- باشد بہ بلگرام مزار مبارکش | بر مرقدش کنند ملائک مجاوری
۳۱- سید عمر فروغ جبین محمدی | او راست برسپہر شرف شان اختری
۳۲- سید حسین ازنظر التفات او | میناز مردی کندو سنگ گوہری
۳۳- سید نصیر آنکہ بمصد نام خود | بازمرۂ ستم زدگاں کردیاوری
۳۴- سید حسین کان سخا معدن صفا | از گوہرش جمال شرف یافت زیوری
۳۵- سالار از فروغ ضمیر منیر | دریوزہ شعاع کند مہر خاوری
۳۶- لطف اللہ آں کہ قطب سپہر ولایت است | مردان راہ رابخدا کردرہبری
۳۷- دادن کہ نام اوست خدا داد از پدر | صاحب کر امتست تعریف مادری
۳۸- جدقبیلہ حضرت محمود دیں پناہ | کردند جن وانس بہ کمش مسخری
۳۹- عالی جناب سید نوح آنکہ عرف او | باشد پیارہ سروگلستان سروری
۴۰- سید حسین خلق مجسم کہ ذات او | خورشید ساں مثال شدہ ذرہ پروری
۴۱- محمود درفضائل کسبی و موہبی | ہمتائے او نہ زادہ زار حام عصری

۴۲- عبداللطیف آنکه زابنائے روزگار ممتاز بوده درعمل فیض گستری
۴۳- احمد که صاحب قلم وسیف قاطع است بہرام و تیر بردراو کرد چاکری
۴۴- عبدالله آں برادر عبدالطیف کو احمد پسر گرفت زلطف برادری
۴۵- عبدالجلیل از پس احمد منم که هست وصفے زمن فصاحت سحبان و انوری
۴۶- آنجاکه نغمۂ نے کلکم شود بلند آرند سرفرو متبنی و بحتری
۴۷- مقصود من تفنن طبع است ازسخن ورنه سزائے رتبہ من نیست شاعری
۴۸- دریائے موج خیز علوم که می کند بامن خطاب جو ہر اول زمخشری
۴۹- ایزدمرابه علم و عمل امتیاز داد شانم بلند کرد دگراز تونگری
۵۰- باوصف ایں فضائل صوری و معنوی گویه به نفس خویش که از جمله کمتری
۵۱- دریک ہزارویک صدویک کلک واسطی افشاند ایں لآلی بحر سخن وری

[مآثرالکرام فارسی، ص ۲۶۹-۲۷۱ مطبع مفید عام آگرہ، ۱۹۱۰ء/ ۱۳۲۸ھ]

۱- ہم گلستان محمدی کے سرسبز وشاداب درخت ہیں۔ ہمارا احسان سایہ کی مانند سب کو محیط ہے۔

۲- ایسے درخت جس کی مضبوط جڑ سیدنا خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور جس کی مبارک شاخیں اس نیلگوں گول آسمان سے بھی پرے پھیلی ہوئی ہیں۔

۳- وہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شاہزادی حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جن کا مبارک وجود نسلی طور پر بزم تقدس کی آبرو ہے۔

۴- ہمارے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مقدس شاہزادی کے شوہر مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو فیض کا دریا اور صہبائے کوثر کے ساقی ہیں۔

۵- انہیں مولائے کائنات کے شاہزادے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو پنجتن پاک حضرات اہل بیت میں پانچویں ہیں اور جنہوں نے دریائے شہادت میں غوطہ لگایا ہے۔

۶- حضرت امام زین العابدین سجاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسینی سادات کے بابائے آدم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن کے دشمن کے حق میں تباہی مقدر کر رکھی ہے۔

۷- حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود حضرات اہل بیت کے خاندانی اسرار کا گنجینہ ہے۔ان کے فضائل ومناقب سے شان حیدری ٹپکتی ہے۔

۸- حضرت سید عیسیٰ جو موتم الاشبال کے لقب سے مشہور ہوئے، وہ اپنی فطری بہادری کی وجہ سے شیر کا شکار کرتے تھے۔

۹- حضرت سید محمد جن کے پاکیزہ اخلاق کی خوشبو سے ایک جہان کا دماغ معطر تھا۔

۱۰- حضرت سید علی جن کے عالم پناہ آستانے پر ستارہ زُحل دست بستہ غلامانہ حاضر رہتا ہے۔

۱۱- حضرت سید حسین جو ایوان عظمت وکرامت کے سرمایۂ افتخار کلس ہیں جس کے بالائی حصہ پر حضرت جبرئیل روح الامین پیغام رسانی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

۱۲- حضرت سید علی عراقی جن کے قدوم میمنت لزوم کے فیضان سے سرزمین عراق کو عرش پر فضیلت حاصل ہوئی۔

۱۳- حضرت سید حسن جو بام سیادت کا روشن ستارہ ہیں، جن کی نگاہ کرم سے مشتری ستارے نے سعادتیں حاصل کی ہیں۔

۱۴- حضرت سید علی جو بدنصیب دشمن کو محشر جیسے تپتے ہوئے سورج کی آتش حسد میں جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

۱۵- گلستان انسانیت کے موسم بہار کی شادابی کا نام حضرت سید زید دوم ہے، جو دلوں کی حفاظت میں صنوبری کا کردار ادا کرتے ہیں۔

۱۶- حضرت سید عمر عالی مرتبت سردار تھے جن کی بزم میں فلک اپنی انگیٹھی ہمیشہ گرم رکھتا تھا یعنی فتوحات کا دور قائم تھا۔

۱۷- حضرت سید زید سوم مملکت فقر کے تاجدار تھے جنہوں نے اپنے شفاف دل کے ذریعہ دلوں پر حکومت کی۔

۱۸- حضرت سید یحییٰ جن کی باکمال صفات کے باغ میں پورا شہر محو حیرت کھڑا ہے، مارے حیرت کے ان کی آنکھیں زرد نرگسی ہو چکی ہیں۔

۱۹- حضرت سید حسین خاندان شرف کا انتخاب تھے۔آپ کا وجود سب سے زیادہ روشن اور ممتاز چراغ تھا جو انجمن میں اجالا کر دیا کرتا تھا۔

۲۰- حضرت داؤد فولادی جسم رکھنے والے دشمن کو بھی اپنے بہادر ہاتھوں سے موم کی طرح نرم کر دیا کرتے تھے۔

۲۱- عظیم المرتبت حضرت سید ابوالفرح واسطی نے اپنی شمشیر آبدار سیف ذوالفقار کے ذریعہ ایک جہان سے کفر وشرک کے نقوش مٹا دیئے۔

۲۲- حضرت سید ابوالفراس میدان کارزار میں شیرانہ حملے کیا کرتے تھے۔

۲۳- حضرت سید ابوالفرح ثانی اپنے جد کریم کی روایت کے مطابق میدان میں صفدر وصف شکن شیر کی طرح ثابت قدم رہتے۔

۲۴- حضرت سید حسین جن کی تلوار ہمیشہ دشمنوں کے خون سے تر رہا کرتی تھی۔ان کی نگاہ بھی دشمنوں کے دل میں خنجر کی طرح چبھتی تھی۔

۲۵- حضرت سید علی جن کی خاراشگاف تلوار سیف ذوالفقار کی مانند تیز اور کاٹ دار حملے کیا کرتی تھی۔

۲۶- ہمارے جداعلیٰ سید محمد صغریٰ جنھوں نے بزور شمشیر بلگرام فتح کیا۔

۲۷- یہ سرزمین سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں فتح ہوئی،اس کی تاریخ فتح،لفظ ''خداداد'' [۶۲۴] سے برآمد ہوتی ہے۔

۲۸- حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ نے ۶۴۵ھ میں وفات پائی اور جنت کے اعلیٰ تخت پر آرام فرما ہوئے۔

۲۹- جب آپ نے مملکت قدس [آخرت] کا سفر اختیار فرمایا تو پیر کا دن تھا،دوپہر کا وقت تھا اور شعبان المعظم کی چودہ تاریخ تھی۔

۳۰- آپ کا مزار مبارک بلگرام شریف میں ہے۔فرشتے آپ کے مقدس مرقد کی مجاوری کیا کرتے ہیں۔

۳۱۔ حضرت سید محمد عمر محمدی پیشانی کی تابش ہیں جنہیں فلک شرف وکمال پر ستاروں کی سی شان نصیب ہوئی ہے۔

۳۲۔ حضرت سید حسین جن کی نگاہ کرم مینا کو زمرد اور پتھر کو گوہر کی آب وتاب عطا کر دیتی ہے۔

۳۳۔ حضرت سید نصیر جو اپنے مبارک نام کی معنویت کے اعتبار سے مظلومین کی مدد کرتے آئے

۳۴۔ حضرت سید حسین سخاوت کی کان اور صدق وصفا کا سرچشمہ ہیں۔آپ کی کان کے نکلے ہوئے موتیوں کے زیور سے تو شرف وکمال کو خوبصورتی نصیب ہوتی ہے۔

۳۵۔ حضرت سید سالار جن کے روشن ضمیر کی آب وتاب سے آفتاب روشنی کی خیرات مانگتا ہے

۳۶۔ حضرت سید لطف اللہ آسمان ولایت کا ستارۂ قطب ہیں جنہوں نے راہ سلوک کے جوانمردوں کی بارگاہ الٰہی کی جانب رہنمائی فرمائی ہے۔

۳۷۔ حضرت سید دادن جن کا خاندانی نام سید خداداد ہے [عرف میں انہیں سید دادن کہتے ہیں] وہ مادرزاد صاحب کرامت بزرگ ہیں۔

۳۸۔ حضرت سید محمود جو سادات قبیلہ بھتہا کے جداعلیٰ ہیں،ان کی ذات دین کی پناہ گاہ ہے۔جن وانس دونوں آپ کے حکم کے باندھے ہوئے ہیں۔

۳۹۔ عالی جناب حضرت سید نوح جن کی عرفیت سید پیارہ ہے۔وہ گلستان سروری کے سرو خراماں ہیں۔

۴۰۔ سراپا اخلاق حضرت سید حسین ،جن کی ذات گرامی ذرہ پروری میں آفتاب جیسی شہرت رکھتی ہے۔

۴۱۔ حضرت سید محمود، خداداد اور خود سے حاصل کئے ہوئے فضائل وکمالات میں ایسے بے مثل ہیں کہ آج تک کسی ماں نے ویسی اولاد نہیں پیدا کی۔

۴۲۔ حضرت سید عبداللطیف اپنی فیض مآبی میں سارے ہمسروں سے ممتاز تھے۔

۴۳۔ حضرت سید احمد صاحب قلم بھی تھے اور صاحب سیف بھی۔بہرام اور تیر دونوں ان کے در کی چاکری کرتے ہیں۔

۴۴- حضرت سید عبداللطیف کے بھائی حضرت سید عبداللہ ہیں جنھوں نے حضرت سید احمد کو ازراہ محبت وکرم اپنا منھ بولا بیٹا بنالیا۔

۴۵- میں حضرت سید احمد کا صاحبزادہ سید عبدالجلیل ہوں ۔عرب کے سحبان بن وائل اور ایران کے انوری شاعر کی فصاحت میرے اوصاف کا ایک حصہ ہے۔

۴۶- جب میرے چوبی قلم سے علم وفن کا نغمہ بلند ہوتا ہے تو متنبّی اور بحتری جیسے مایۂ ناز عربی شاعر بھی میری محفل نغمہ طراز میں سرخمیدہ حاضر ہوتے ہیں۔

۴۷- مشق سخن سے بس تفنن طبع مقصود ہوتا ہے، ورنہ شاعری میرے مزاج اور رتبہ سے میل نہیں کھاتی۔

۴۸- میرے علوم کا دریا ہمہ دم ایسا موجزن رہتا ہے کہ زمخشری مجھے کائنات علم وفن کا ''جوہر اول'' کہہ کر پکارتا ہے۔

۴۹- اللہ تعالیٰ نے مجھے علم وعمل کے ممتاز مراتب عطا کئے ہیں اور دنیاوی مال ودولت دے کر بھی میری شان بلند فرمائی ہے۔فالحمدللہ۔

۵۰- ان تمام خدادادظاہری اور باطنی فضائل وکمالات حاصل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتا ہوں۔

۵۱- ۱۰۰۱ھ میں عبدالجلیل واسطی کے قلم نے شاعری کے سمندر کی یہ موتیاں بکھیری ہیں

حضرت سید ابوالفرح واسطی قدس سرہ

حضرت سید ابوالفرح واسطی عالم باعمل، باکمال عارف، برکات کا سنگم، فیوض کا سرچشمہ تھے۔اس علاقے کے سارے لوگ آپ کے آستان جلال پر عقیدت کی پیشانی خم کرتے اور آپ کے حکم کو بسروچشم تسلیم کرتے تھے۔شہر واسط کے حکمراں سے ایک دن

ایک چیز شریعت کے خلاف سرزد ہو گئی۔ حضرت سید ابوالفرح اپنے عقیدت کیشوں اور مریدوں کے ساتھ حکمراں کے پاس گئے اور اسے غیر شرعی معاملے سے باز رکھا۔ وہ ہنگامے کے خوف سے باز آ گیا۔ حکمراں کے وزیروں نے کہا کہ اگران کی حکمرانی یونہی چلتی رہی تو آپ کی سلطانی حکومت کا تو بس خدا حافظ ہے۔ بادشاہ نے یہ آیت کریمہ لکھ کر حضرت واسطی کے پاس بھیجی: "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" اور دریافت کرایا کہ یہ آیت کریمہ ناسخ ہے یا منسوخ؟ صاحب عرفان حضرت واسطی نے جواباً فرمایا: یہ آیت ناسخ ہے، منسوخ نہیں۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ اس آیت کی رو سے اُولوا الامر[صاحب حکومت] کی اطاعت واجب ہے اور ہم صاحب اولوا الامر کی حیثیت سے حکم دیتے ہیں کہ یہ لوگ میری سلطنت سے باہر چلے جائیں، ہمارے ملک میں نہ رہیں۔ سید واسطی صاحب اپنے قبیلوں اور خاندان، چار بیٹوں، دو بیٹیوں اور ان کے شوہروں اور بیویوں کے ہمراہ واسط سے نکل کر منزل بہ منزل مکمل آرام کے ساتھ غزنین پہنچے، اور وہیں سکونت اختیار کی، آپ کے ساتھ اس سفر میں عزیز و اقارب کے علاوہ آپ کے مریدین و معتقدین کا بھی ایک جم غفیر ساتھ تھا۔ ایک مدت تک غزنین میں رہے، پھر اپنے عزیز و اقارب اور ارادت مندوں کے لشکر کے ساتھ آپ نے غزنی سے روانہ ہو کر جنت نشان ملک ہندوستان کا رخ کیا۔ جب ہندوستان کی سرحد کے قریب پہنچے تو اس زمانے میں موجود اس علاقے کے حاکم کو آپ کی بابرکت ذات گرامی کی تشریف آوری کی اطلاع پہنچی۔ اس نے کمال عقیدت سے مکمل اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور ہمراہ لا کر بہت تواضع کے ساتھ خاطر مدارات کی اور ہندوستان کی سرحد پر واقع چار گاؤں آپ کے چار صاحبزادوں کو نذر کیے۔ چنانچہ موضع کنڈلی بڑے صاحبزادے سید معزالدین کے نام کیا جو سید نندو کے نام سے ہندوستان میں مشہور تھے۔ موضع جاجنیر دوسرے صاحبزادے سید ابوالفراس کو نذر کیا۔ موضع چھاترود تیسرے صاحبزادے سید

فضیل کو پیش کیا اور موضع تھن پور حضرت کے چوتھے صاحبزادے سید داؤد کو نذر کیا۔ ان حضرات نے ایک زمانے تک ان مواضعات میں قیام فرمایا۔ چنانچہ سید معز الدین کی اولاد کنڈلی وال کہلائی، سید ابو الفراس کی اولاد جاجنیری کہلاتی تھی، سید فضیل کی اولاد چھاتری کی نسبت سے جانی جاتی تھی اور سید داؤد کی اولاد کو تھنپوری کہتے تھے اور ان سب کو صاحبان بارہہ چار کھانپ یعنی چار قاش کہتے ہیں۔ ہم لوگ چونکہ سید ابو الفراس کی اولاد ہیں، اس لئے جاجنیری کہتے ہیں۔

واسط کا حکمراں اپنے فرمان پر شرمندہ ہوا اور پھر حضرت والا کو بلانے کے لئے ایک خط لکھا۔ حضرت سید ابو الفرح واسطی اپنے بڑے صاحبزادے سید معز الدین کے ساتھ واسط واپس تشریف لے گئے اور مکمل آسائش و آرام کے ساتھ باقی زندگی وہیں گذاری اور اسی جگہ وفات پائی اور مدفون ہوئے۔ مملکت عراق میں کوفہ اور بصرہ کے درمیان دریائے دجلہ کے کنارے واسط نام کا ایک شہر ہے۔ لب دریا واقع ہونے کی وجہ سے اسے واسط کہتے ہیں۔ اس شہر کو حجاج بن یوسف ثقفی نے ۶۰ھ میں آباد کیا۔ بیت اللہ شریف کی موجودہ عمارت بھی حجاج بن یوسف کی تعمیر کردہ ہے۔ اس شہر واسط کو واسط القصب بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہاں کا بانس بہت عمدہ ہوتا ہے۔ ﴿۱﴾

حضرت سید معز الدین اپنی اولاد کے ساتھ موضع کنڈلی چھوڑ کر واسط واپس تشریف لے گئے تھے۔ باقی تینوں صاحبزادوں کی اولادیں اپنے مواضعات میں ٹھہری رہیں اور وہاں سے ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں پھیل گئیں۔ چنانچہ بارہہ کے ساٹھ مواضع وقصبات جن میں بارہ بڑے قصبے تھے، بلگرام، دھرسو، قنوج کے بعض محلے، سنڈیلہ وغیرہ کے بعض قصبات انہیں تین صاحبزادوں کی اولاد سے آباد ہیں۔ ہندوستان کے دیگر صحیح النسب سادات باہر سے ہندوستان تشریف لائے اور ہندی عورتوں سے عقد کیا جن کے بطن سے ان کی اولادیں پیدا ہوئیں اور باقی رہیں۔ حضرت سید ابو الفرح

واسطی قدس اللہ سرہٗ کے سوا اپنے اہل وعیال کے ساتھ وارد ہندوستان نہ ہوا، کیونکہ حضرت واسطی اپنے قبائل،عشائر، بہوؤں، بیٹیوں، ان کے شوہروں، اپنے رفقاء، مریدین ومعتقدین کے جم غفیر کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ان کی ساری اولادیں عم زادوں کے ساتھ منسوب ہوئیں۔شریف ونجیب خاندان عرب ہندوستانی عورتوں کے ساتھ عقد نہیں کرتے اور جہاں عقد ہوا بھی تو ان کی اولادوں کو سریّہ [کنیز] کی اولاد کہتے ہیں۔

الغرض سادات بلگرام کا سلسلۂ نسب سید ابوالفراس بن سید ابوالفرح واسطی تک منتہی ہوتا ہے۔حضرت سید ابوالفراس دلاوری،شجاعت، بہادری اور مردانگی میں اسم بامسمّٰی تھے۔ ابو الفِر اس شیر کی کنیت ہے جیسا کہ قاموس میں ذکر ہے۔سید ابو الفراس کے نامور صاحبزادے سید ابوالفرح ثانی ہیں اور سید ابوالفرح ثانی کے صاحبزادے سید حسین ہیں۔سید حسین اپنی حسبی فضیلتوں اور نسبی جلالتوں میں اپنے خاندان کا خلاصہ اور شان تھے۔حدیث پاک ”اَمَّا الْحَسَنُ فَلَهُ هَيْبَتِي وَسُوْدَدِيْ وَ اَمَّا الْحُسَيْنُ فَلَهُ جُرْأَتِي وَجُوْدِيْ“ [الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم،۱/۲۹۹،المعجم الکبیر للطبرانی،۲۲/۴۲۳][حسن کو میری ہیبت اور سرداری اور حسین کو میری جرأت اور سخاوت ملی ہے] آپ کے قد زیبا پر پورے طور سے صادق آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ خاندان واسطی میں سب سے پہلے آپ ہی نے قصبہ بلگرام کا رخ کیا۔آپ جب مضافات بلگرام میں پہنچے تو موضع اٹھولی کی بلند جگہ پر اپنا خیمہ نصب کرایا۔اس جگہ ایک مسلمان بندہ کافروں کے نرغے میں پھنس گیا تھا، وہ کسی طرح حضرت سید حسین کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس کے پاس ایک گائے تھی۔حضور رسول مقبول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی نذر کے طور سے وہ گائے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضرت سید حسین نے وہ گائے ذبح کی اور اپنے رفقائے سفر کے ہمراہ اسے تناول فرمایا۔جب یہ خبر بلگرام کے راجہ تک پہنچی تو اس نے موضع سانڈی کے راجہ کے حضور فریاد کی کہ مسلمانوں نے آکر یہاں گائے کاٹی اور ہمارے

مذہب کا ستیاناس کر دیا ہے۔ سانڈی کے راجہ نے قنوج کے راجہ ٹوڈرمل کے ساتھ مل کر ایک کثیر فوج اکٹھا کی اور سید حسین سے جنگ کے لئے آ گئے۔ سید حسین نے ایک عظیم جنگ لڑی اور کافروں کو شکست دی، لیکن ہمراہیوں کے کم ہونے کی وجہ سے بلگرام کی تسخیر کا ارادہ موقوف کر دیا۔ حضرت میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب ''شجرۂ طیبہ'' میں یہ واقعہ سید حسین سے منسوب کیا ہے اور سید جنید محمد نے اپنی کتاب ''جنیدیہ'' میں یہ واقعہ سید ابوالفرح واسطی کا بتلایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت سید حسین کے صاحبزادے سید علی ہیں۔ انہوں نے اپنے ہم نام جد بزرگوار امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وراثت میں سخاوت و شجاعت پائی تھی اور ہمیشہ اپنی توجہ کافروں کے ساتھ جنگ کرنے میں مبذول رکھتے تھے۔

حضرت سید علی کے چار صاحبزادے تھے:

۱-سید محمد ۲-سید جعفر ۳-سید احمد ۴-سید معز الدین

سید محمد بلگرام میں، سید جعفر موضع بڈولی میں، سید احمد موضع دھرسو میں اور سید معز الدین جاجنیر میں اقامت پذیر ہوئے۔ اس ہار کا سب سے قیمتی موتی حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ ہیں۔

....

حواشی

﴿۱﴾ ظالموں کے ظلم سے تنگ آ کر حضرت عیسیٰ موتم الاشبال کی چوتھی نسل میں حضرت سید علی عراقی کوفہ اور بصرہ کے وسط میں لب دجلہ شہر واسط میں قیام پذیر ہوئے جسے حجاج بن یوسف ثقفی نے ۶۰ھ میں آباد کیا تھا۔ یہاں کا قلم بہت شہرت رکھتا تھا، اسی لئے اسے واسط القصب بھی کہتے ہیں۔ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

چیست برائے ماز نویسی خوش کہ دانی

مائیم واسطی وقلم نیز واسطی ست

اب شاید واسط نام کا کوئی قصبہ لب دجلہ نہیں ملتا۔ دریا کے رخ بدلنے سے شہروں کی حدیں تبدیل ہو جاتی ہیں اور بہت سے علاقے اس تبدیلی کی نذر ہو جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے واسط کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہو۔ البتہ تاریخ کے صفحات میں یہ علاقہ ایسا محفوظ ہے کہ نسلیں واسطی کے عنوان سے پہچانی جاتی ہیں۔

سید محمد صغریٰ قدس سرہ

حضرت سید محمد صغریٰ قدس اللہ سرہٗ عارف باللہ اور راہ خدا کے مجاہد تھے۔ سیدنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس اللہ سرہٗ سے بیعت وخلافت کا شرف رکھتے تھے۔ اپنے مرشد حضرت خواجہ قطب کے حکم کے مطابق ۶۱۲ھ میں سلطان شمس الدین التمش کی مدد سے کفار بلگرام سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ عزیز واقارب، رفقاء ومعاونین، سلطانی فوج بھی تھی۔ بلگرام کے کفار کا قلع قمع، ان کے ساتھ جہاد کرنے اور پرچم اسلام بلند کرنے کے ارادے سے ایک جم غفیر کے ساتھ بلگرام، سانڈی اور قنوج کے راجاؤں اور ان کے معاونین کے ساتھ جنگ کے لئے دہلی سے آئے۔ یہ کفار آپ کے دادا سید حسین کے ساتھ جنگ کے لئے آئے تھے۔ آپ نے ان راجاؤں اور ان کے حواریوں کو شکست فاش دی اور بلگرام کے راجہ کو قتل کر کے فتح کا شادیانہ بجاتے ہوئے سر زمین بلگرام کو کفر کی تاریکی سے نکال کر اسلام کے نور سے منور فرمایا اور پھر یہیں اقامت اختیار کر لی۔ اس کے بعد دہلی جا کر اس فتح عظیم کی خوشخبری سلطان التمش کو دی۔ اپنے مرشد کی اعانت وامداد سے بطور انعام، بلگرام کا عُشر [پیداوار کا دسواں حصہ] بطور لگان وصول کرنے کا فرمان سلطان شمس الدین التمش سے حاصل کر کے واپس آ گئے اور بلگرام

میں رہنے لگے سلطان ابراہیم بن سکندر لودی کے زمانے تک یہ خراج معاف رہا اور عہدۂ بابر شاہ سے امیر تیمور گورگانی کی آمد کے بعد اس میں تھوڑی تبدیلی ہوئی۔ چنانچہ میر غلام علی آزاد ''شجرۂ طیبہ'' میں لکھتے ہیں:

بلگرام کے دس پرگنہ کے عُشر سے متعلق محمود شاہ ولد محمد شاہ ولد فیروز شاہ تغلق فرماں روائے دہلی کا فرمان راقم الحروف [علامہ آزاد بلگرامی] نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو گذشتہ سلاطین کے فرامین کے مطابق ہے۔ اس فرمان کی عبارت یہ ہے:

''چنانچہ در عہد سلاطین ماضیہ عُشر عین غلّہ دادہ ہم براں جملہ بدہند''

جس طرح گذشتہ بادشاہوں کے زمانے کے لوگوں نے غلے کا عُشر دیا ہے، آج بھی لوگ اسے دیتے رہیں گے۔ فرمان کے اخیر میں یہ عبارت خط ثلث قدیم میں درج ہے:

"اَلْوَاثِقُ بِتَائِیْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُوْ الْمُجَاهِدِ محمود شاه بن محمد شاه بن فیروزشاه السلطان فی السابع والعشرین من ربیع الآخر ۸۰۵ھ خمس وثمان مائة."

ترجمہ: اللہ کی نصرت وتائید پر بھروسہ رکھنے والے ابوالمجاہد محمود شاہ بن محمد شاہ بن فیروز شاہ سلطان نے یہ فرمان ۲۷ ربیع الآخر ۸۰۵ھ میں تحریر کیا۔

چنانچہ حضرت سید محمد دعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ نے فتح کے بعد سلطان شمس الدین التمش کے نام کا طغر نہایت خوشخط انداز میں ایک پتھر پر کندہ کرا کے بلگرام کے قلعہ کے دروازے پر نصب کر دیا تھا۔ دروازہ منہدم ہونے کے بعد وہ پتھر زمین پر گر پڑا اور سید موصوف نے اس کو محلّہ سید واڑہ کی مسجد کی شمالی دیوار پر ایک چبوترے سے متصل یہ سنگی کتبہ لگا دیا تھا۔ اب جبکہ دیوار گر چکی ہے، وہ پتھر اسی جگہ پڑا ہوا ہے۔ اس پتھر پر یہ عبارت تحریر ہے، جو چاہے، دیکھ سکتا ہے:

"حَامِیُ الْبِلَادِ رَاعِی الْعِبَادِ ذِی الْاَمَانِ لِاَهْلِ الْاِیْمَانِ وَارِثُ مُلْکِ سُلَیْمَانَ صَاحِبُ الْخَاتَمِ فِی مِلَلِ الْعَالَمِ ظِلُّ اللّٰهِ فِی الْخَافِقَیْنِ ابو المظفر ایلتمش السلطان

الناصر امیر المؤمنین اَدَامَ اللّٰہُ تَمۡکِیۡنَہٗ فی شھور سنۃ سبع وعشرین وست مائۃ۔"

مملکت ہند کے پشت پناہ، بندگان خدا کے نگہبان، مومنین کی پناہ گاہ، مملکت سلیمانی کے وارث، جن کا سکہ دنیا کی قوموں میں رواں ہے، جو ساری کائنات میں رحمت الٰہی کا سایہ ہیں، جن کا اسم گرامی ابوالمظفر ایلتمش ہے، جو مومنوں کے امیر اور دستگیری کرنے والے سلطان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے وقار و تمکنت کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ انہوں نے ۶۲۷ھ کے مہینوں میں یہ قلعہ تعمیر کرایا۔

۶۴۵ھ میں حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ نے اس جہان فانی کو الوداع کہا اور شہر کے شمال میں سید مبارک دستار کلاں کے باغ میں مدفون ہوئے۔ ابھی سید مبارک دستار کلاں کی نسل سے سید علی میاں کی اولاد آپ کے آستانے پر قابض ہے۔﴿۱﴾

منقول ہے کہ سب سے پہلے بزرگ حضرت خواجہ عمادالدین چشتی قدس سرہٗ ہیں جنہوں نے بلگرام تشریف لاکر یہاں پرچم اسلام نصب کیا۔ آپ کی آمد حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ سے چند سال پہلے ہوئی۔ آپ نے بلگرام تشریف لاکر ملعون دیو بیل کو اپنے باطنی تصرف سے جلا کر خاک کر دیا جو بلگرام میں ہی رہتا تھا اور کسی کو یہاں اسلام کی شمع روشن نہیں کرنے دیتا تھا اور اگر کبھی کسی نے یہاں اسلام کا چراغ روشن کیا بھی تو یہ ملعون اسے چکر دے کر مار ڈالتا تھا۔ اس دیو کے مرنے کی خبر جب راجۂ بلگرام کو پہنچی تو بوکھلا کر حضرت خواجہ عمادالدین چشتی قدس سرہٗ سے مقابلے کی ٹھان لی۔ اس کے وزیروں نے منع کیا اور کہا کہ ہم نے اپنی مذہبی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ اخیر زمانے میں سارا ملک مسلمانوں کے زیر تصرف آجائے گا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ایسے مضبوط دیو کو جس کی مدد سے آپ یہاں ٹھہرے ہوئے تھے، ایک لمحے میں اس مسلمان نے جہنم رسید کر دیا۔ بہتر یہ ہے کہ ان کے معاملے میں دخل نہ دو۔ اس کے بعد راجہ کے دوستوں میں سے ایک جادوگر نے خواجہ صاحب سے ملاقات کی اور سحر و ساحری کے شعبدے دکھلائے۔ حضرت

خواجہ عماد الدین چشتی قدس سرہٗ نے اپنی قوت باطنی سے اس کے سحر کو باطل کر دیا۔ وہ جوگی حضرت کے دست اقدس پر اسلام لے آیا اور اس نے واپس جا کر راجہ کو دعوت اسلام دی۔ راجہ نے غیض و غضب میں بھر کہا کہ پرانی دوستی آڑے آ رہی ہے ورنہ میں تجھے جان سے مار ڈالتا۔ میرے سامنے سے چلا جا۔ جوگی نے جواباً کہا: تیری کیا اوقات تو مجھے مار ڈالے۔ میں نے اس ہستی کا دامن تھاما ہے جس کے سامنے تجھ جیسے نہ جانے کتنے ایک تنکے کے برابر بے قدر ہیں۔ پھر جوگی نے آ کر راجہ کی شدت کفر کا حال حضرت خواجہ سے بیان کیا اور عرض کی کہ حضور ان کافروں پر جہاد فرمائیں۔ حضرت خواجہ عماد الدین چشتی قدس سرہٗ نے جواباً ارشاد فرمایا: اس ملعون دیو کا مار ڈالنا اس فقیر کے ہاتھ پر مقدر تھا۔ اس کافر کو مار ڈالنا بھی آسان ہے لیکن ایک سید عرب سے عربی مسلمانوں کی فوج کے ساتھ آئے گا اور سلطان دہلی کے حکم سے یہاں آ کر ان کافروں کو قتل کرے گا۔ چنانچہ تھوڑی مدت کے بعد ویسا ہی واقعہ پیش آیا کہ حضرت سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف لا کر اس کافر راجہ کو قتل کیا اور اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ ﴿۲﴾ ان شاء اللہ حضرت خواجہ عماد الدین چشتی قدس سرہٗ کے تفصیلی حالات آخری فصل میں بیان ہوں گے جس میں بلگرام میں قدیمی اقامت رکھنے کے دعویداروں کے جوابات دیئے جائیں گے۔ [یہ فصل پوری دستیاب نہ ہوئی ۱۲-ساحل]

حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کی اولاد کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ سید جنید نے اپنی کتاب ''جنیدیہ'' میں آپ کے صرف ایک صاحبزادے سید محمد سالار کا تذکرہ کیا ہے جو سید واڑہ کے چار قبیلوں اور محلہ میدانپورہ سادات پچ بھیا کے جد اعلیٰ ہیں۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے کا تذکرہ نہیں کیا، حالانکہ مصنف کی عادت ہے کہ مورث کی ساری اولاد کو بیان کرتے ہیں اور یوں لکھتے ہیں کہ فلاں کے دو بیٹے یا فلاں کے چار یا پانچ بیٹے تھے۔ لگتا ہے کہ شاید ان کے نزدیک حضرت سید صغریٰ کے دوسرے بیٹے کی اطلاع نہ تھی۔

قبیلہ بدلے زئی کے جداعلیٰ سید عبد النبی کے بھتیجے سید حسن جو باکمال فاضل تھے، انہوں نے بھی اپنے نسب نامے کی کتاب میں سید صغریٰ کے صرف ایک صاحبزادے کا تذکرہ کیا ہے۔ سید حسن کی یہ کتاب علامہ میر غلام علی آزاد کی کتاب ''شجرہ طیبہ'' کا ماخذ ہے اور وہ اس کتاب سے سند لاتے ہیں۔ سید حسن نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ سید واڑہ کے سارے قبائل، سلہڑہ والوں کے خاندانی بھائی نہیں ہیں۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ مولوی سید فضل رسول بدلے زئی نے ابھی ابھی ایک رسالہ نسب کے بارے میں لکھا ہے جو ابھی مسودے کی صورت میں ہے، اس میں بھی انہوں نے حضرت سید محمد صغریٰ کے صرف ایک صاحبزادے کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن میر غلام علی آزاد بلگرامی اپنی کتاب ''شجرہ طیبہ'' میں لکھتے ہیں کہ سید مبارک محدث اپنے نسب نامے میں لکھتے ہیں کہ سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے تھے: ا-سید محمد سالار جو سید واڑہ کے چاروں قبیلوں اور سادات پچ بھیہ کے جداعلیٰ ہیں اور ۲-دوسرے سید عمر جو سلہڑہ وغیرہ کے سادات کے جداعلیٰ ہیں۔ لیکن سید مبارک محدث کا نسب نامہ مشہور و معروف نہیں ہے اور میر غلام علی آزاد کے علاوہ کسی اور سے اس کتاب کی روایت نہیں سنی گئی لیکن حضرت میر سید عبد الواحد سلہڑوی کے منظوم نسب نامے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید محمد صغریٰ کے ایک اور صاحبزادے تھے سید محمد عمر جو مصنف کے جداعلیٰ ہیں۔ میر سید عبد الواحد سلہڑوی عارف کامل اور محقق عادل تھے اور نیز نسب نامۂ سادات باڑی سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میر سید محمد صغریٰ کے دو صاحبزادے تھے۔ سادات باڑی، میر عبد الواحد کے یک جدی ہیں، یہ نسب نامہ ہمارے والد کی قدیم کتابوں کے ذخیرے میں برآمد ہوا۔ زمانۂ قدیم سے صاحبان سلہڑہ اور قبائل پچ بھیہ و سید واڑہ کے درمیان قرابتی رشتوں کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور یہ نہیں ہوسکتا ہمارے بزرگ اپنے بچے بچیوں کا رشتہ اپنے قبیلے کے علاوہ کسی خاندان میں کرتے ہوں [اس لئے سادات سلہڑہ اور سادات سید واڑہ و میدان پورہ یک جدی ہیں] واللہ تعالیٰ اعلم ﴿۳﴾

حواشی

﴿۱﴾ فاتح بلگرام حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کی تدفین بلگرام کے شمال مشرقی گوشے پر سید مبارک دستار کلاں کے باغ میں عمل میں آئی۔ سید مبارک دستار کلاں، حضرت سید محمد صغریٰ کے بھانجے سید ابو طاہر کی اولاد میں آتے ہیں جو اپنے ماموں سید محمد صغریٰ کی وجہ سے بلگرام آکر آباد ہوئے، ان کی اولاد بھی بلگرام میں موجود ہے۔ ''امام بلگرام وادیٔ عقبیٰ پیمودہ'' [۶۴۵ھ] کے جملے سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے [اصح التواریخ، ص ۱۷۵]

حضرت سید محمد قادری بانی دائرۂ قادریہ کے والد ماجد حضرت علامہ حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی فرماتے ہیں ۔

۱-جدّ ماسید محمد کش بود صغریٰ لقب — اوبذکر وفکر دیں، فارغ زفکرِ روز و شب
۲-دربقاعِ اہل کفر وشرک بعداز قتل عام — او نہاد ازحکمِ قطب الحق بنائے بلگرام
۳-شرح آں حکم آں کہ سیدرہ بجوید درمراد — تانہ او موزوں شود از حضرت خواجہ عماد
۴-درسنونِ ہفت صد کسرے کم از ہجر رسول — عامر ایں بقعہ شدآں سید عالی اصول
۵-مرقد او درشمالِ شہر درارضے ست کاں — ہست اکنوں مقبر سید مبارک سب کلاں

[روضۃ الکرام قدیم، ص ۲۷]

۱- ہمارے جد اعلیٰ سید محمد ہیں جن کا لقب صاحب الدعوۃ الصغریٰ تھا۔ آپ کو یاد الٰہی اور دین مصطفوی کی فکر نے زمانے کے افکار سے بے نیاز کر دیا تھا۔

۲- کفار ومشرکین کے علاقے میں جنگ کرنے کے بعد آپ نے اپنے مرشد برحق خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے حکم سے شہر بلگرام کی بنیاد رکھی۔

۳- تاسیس بلگرام دراصل حضرت سید خواجہ عماد الدین چشتی قدس سرہٗ کے اس فرمان کی تعمیل تھی کہ ایک سید زادے طلب مقصود کے سلسلے میں آتے ہیں، [وہی بلگرام فتح فرمائیں گے، ایسا ہی تقدیر الٰہی میں ہے] اس لئے فتح بلگرام حضرت خواجہ عماد قدس

سرۂ کے ہاتھوں نہ ہوئی۔

۴- اس سید عالی نسب نے یہ خطہ ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں آباد فرمایا۔

۵- آپ کا مزار مبارک شہر کے شمالی حصے میں واقع اس باغ میں ہے، جہاں اب سید مبارک دستار کلاں کا مزار پاک بھی ہے۔

حضرت کا مزار مبارک گنبد بے در میں یعنی آسمان تلے ہے۔زمانہ قدیم میں مزار مبارک پر پتھر کی ایک تختی تھی جس پر آیت الکرسی اور حضرت کی تاریخ وفات منقوش تھی۔زمانے کی گردش سے وہ پتھر خراب ہوگیا۔سید محمد محسن عرف سید روشن نے ۱۱۵۱ھ میں دوبارہ مزار مبارک کی نئے سرے سے مرمت کرائی اور قبر مطہر کو اینٹ اور چونے سے چبوترے دار بنوایا۔سید محمد محسن، سید محمود اکبر کے خاندان سے ہیں جو سید محمد عمر بن سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ کی نسل میں آتے ہیں۔سید محمد محسن، نواب برہان جنگ ۱۱۵۱ھ میں شہید ہوئے۔[مآثر الکرام اردو، ص ۳۵۶]

۱۹۱۲ء میں سید حمید الحسن بن سید وزیر الحسن نے مزار مبارک کی از سر نو تعمیر کرائی۔یہ سید مبارک دستار کلاں کی نسل میں ہیں جو سید محمد صغریٰ کے بھانجے اور داماد سید ابو طاہر کے پوتے ہیں سلسلۂ نسب یہ ہے: سید حمید الحسن بن سید وزیر حسن بن سید طاہر حسن بن سید علی بن سید دلاور علی بن سید محمد باقر بن سید سیف اللہ بن سید لطف اللہ بن سید شاہ محمد بن سید مصطفیٰ بن سید مبارک دستار کلاں بن سید قطب الدین بن سید اجمل بن سید تاج الحسن بن سید ابو طاہر قدست اسرارہم۔

موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا حافظ قاری سید شاہ اویس مصطفیٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ نے مزار پاک کے اردگرد کی زمین از سر نو خرید کر مزار مبارک پر شاندار گنبد کی تعمیر کا آغاز ۱۳؍جنوری ۲۰۱۰ء، بروز بدھ فرما دیا ہے۔اور ایک منزل تک اس کی تعمیر ہو چکی ہے لیکن ابھی گنبد کا مرحلہ باقی ہے۔خدا کرے یہ تعمیری مرحلہ جلد تکمیل کو پہنچے۔آمین!

﴿۲﴾ مضافات اودھ کے قصبات میں بلگرام شریف اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔قنوج اور ہردوئی کے درمیان واقع یہ خطہ گنگا کے قرب اور زمین کی سر سبزی کی بدولت عجب شاداب رونقیں رکھتا ہے۔اس کا طول بلد [Longtitude] 80.o2.E اور عرض البلد

[Latitude]27.11.on ہے۔کفر وشرک کے اس گڑھ میں اسلام کی برکتیں دوسری صدی ہجری کے آغاز میں ظاہر ہونے لگی تھیں، حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ ''مآثر الکرام'' میں رقم طراز ہیں:

''ملک ہندوستان ولید بن عبد الملک کے دور حکومت میں محمد بن قاسم ثقفی کے ہاتھوں فتح ہوا۔۹۲ھ کے وسط سے ۹۵ھ کے آغاز تک اسلامی جھنڈے ولایت سندھ کی حدود پار کر کے قنوج کے ارد گرد تک لہرانے لگے تھے''۔[مآثر الکرام اردو،ص ۶۸]

لیکن باضابطہ اسلام کی اشاعت حضرت فاتح بلگرام سید محمد صغریٰ قدس سرہٗ کے مبارک قدموں کی دین ہے۔اس کے بعد تو یہ قصبہ قُبّۃُ الاسلام میں تبدیل ہو چکا تھا۔یہاں کی خاک سے ایک سے ایک ناموران اسلام پیدا ہوئے جنہوں نے ہمہ جہت اسلام اور مسلمین کی رونقوں میں اضافہ کیا۔بلگرام کی یہی مردم خیزی اور فکر کی سرسبزی وشادابی دیکھ کر صاحبان دل پکار اٹھے۔

۱- سبحان اللہ چہ بلگرامے کوثر مئے ،آفتاب جامے
۲- خاکش گل نو بہار عشق است آبش مئے بے خمار عشق است
۳- از عشق سرشتہ ایزد پاک در روز ازل خمیر ایں خاک
۴-ہر گل کہ دمیدہ است زیں خاک خونیں جگرے ست، پیرہن چاک

[مثنوی امواج الخیال،علامہ عبد الجلیل نامی بلگرامی،سرو آزاد،ص ۲۶۵]

[۱] سبحان اللہ!سرزمین بلگرام کی کیا بات ہے۔یہاں کی شراب کوثر کی اور جام آفتاب کا ہے۔

[۲] اس کی خاک، عشق کا گل نو بہار معلوم ہوتی ہے،اور اس کے پانی میں شراب عشق کا مزہ آتا ہے،جس میں بدمستی نہیں ہوتی۔

[۳] اللہ رب العزت نے روز ازل اس سرزمین کا خمیر عشق سے گوندھا تھا۔

[۴] اس خاک میں جو پھول بھی کھلتا ہے،وہ سوز عشق سے جگر خون اور پیراہن چاک رکھتا ہے۔

❁

سیر باید کرد یاراں ،نو بہار بلگرام برزمرد ناز دارد،سبزہ زار بلگرام

ہر نفس عطر گلستانِ یمن بو می کند خوش دماغاں از نسیم مشک بار بلگرام
شش جہت تنگ ست بر جولانِ رخش ہم نشیں بر فراز عرش تازد شہسوار بلگرام
خواجۂ کامل عمادالدین قطب الاولیا حلقۂ بابِ حریم او حصارِ بلگرام

[میر سید محمد شاعر بلگرامی ولد میر عبدالجلیل بلگرامی، اصح التواریخ،۱/۹۲]

[۱] دوستو! جب بہار کا موسم ہو تو بلگرام کی سیر کرنی چاہیئے، یہاں کے سبزہ زار، زمرد پر فخر کا اظہار کرتے ہیں۔

[۲] یہاں کے خوش ذوق افراد کی ہر سانس میں یمن کے باغات کی خوشبو بسی ہوتی ہے اور یہ خوشبو بلگرام کی نسیم مشک بار کی دین ہوتی ہے۔

[۳] یہاں کے شہسواروں کی تیز چال کے سامنے تو ساری جہتیں تنگ معلوم ہوتی ہیں۔ بلگرام کا شہسوار تو فراز عرش کو بھی پائمال کرتا نظر آتا ہے۔

[۴] خواجۂ کامل عمادالدین قطب اولیا، آپ کے مزار پاک کی حریم کا دائرہ، بلگرام کا حصار ہے۔

❁

اللہ اللہ عزوشان واحترام بلگرام عبدواحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
آسماں عینک لگا کر مہر ومہ کی دیکھ لے جلوۂ انوارحق ہے صبح وشام بلگرام
یادگاراب تک ہیں اس گل کی بہارفیض کے خندہ ہائے گل رُخانِ لالہ فام بلگرام

[اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی، حدائق بخشش حصہ سوم]

﴿۳﴾ حضرت مصنف نے یہ بحث صرف اس لئے چھیڑی ہے کہ بعض قدیم اور معاصر مصنفین بلگرام نے حضرت عمر بن سید محمد صغریٰ قدس سرہما کے وجود کا انکار کیا ہے، یہاں حضرت مصنف نے اس کی وضاحت فرمادی کہ ان کا یہ بیان حقیقت کے خلاف ہے اور اپنے اس موقف کو حضرت مصنف نے متعدد دلائل اور شواہد سے تقویت فراہم کی ہے۔ بعد کے اقتباسات جس کے بہترین شاہد ہیں۔ حاشا ان کا مقصود ہرگز یہ نہیں کہ وہ خود صغروی عمری

سادات بلگرام کے واقعی وجود میں کسی قسم کے تذبذب کا شکار ہیں۔

حضرت میر محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ کے چھوٹے صاحبزادے سید محمد عمر قدس سرہٗ کے حالات بھی دستیاب نہیں، یہاں تک کہ تاریخ وصال اور مدفن بھی نامعلوم ہے۔باقی رہے نام اللہ کا۔ صفیر بلگرامی اپنی مثنوی معراج الخیال میں لکھتے ہیں

۱- سید عمر آں بقدر اعلیٰ — بودے دوم جناب صغریٰ
۲- علم وفضل وکمال واجلال — از نسلش یافت حسن اکمال
۳- از کثرت منصب گرامی — اولاد پاک اوست نامی
۴- اشہر شرف جلیلۂ اوست — بھتھہ لقب قبیلۂ اوست
۵- زاولاد اوست میر محمود — کش اکبر ہست مدح مسعود
۶- کامل بودہ بعلم تسخیر — ازوے شدہ لفظ بھتھا تشہیر

[تاریخ بلگرام،ص ۱۷]

ترجمہ:

۱- حضرت سید عمر، فاتح بلگرام حضرت سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ کے دوسرے عالی مرتبت شاہزادے ہیں۔
۲- آپ کی مقدس نسل سے علم وفضل، کمال اور بزرگی کو عظمتوں کا حسن نصیب ہوا۔
۳- آپ کی پاک اولاد عالی منصب پر فائز اور نامور رہی۔
۴- آپ کی نسل میں سب سے زیادہ شہرت وشرف اس قبیلے کو نصیب ہوا جسے بھتھہ کہتے ہیں۔
۵- یہ قبیلہ بھتھہ میر محمود اکبر کی نسل سے ہے۔
۶- حضرت میر محمود اکبر تسخیر اجنہ کے علم میں بہت باکمال تھے، اسی وجہ سے آپ کی نسل کو سادات بھتھہ کہنے لگے۔

حضرت سید عمر کے خاندان میں بھی مقربان بارگاہ الٰہی اور اساطین فضلیت وروحانیت کا ایک تسلسل رہا ہے۔ سید محمود کلاں [م ۹۳۲ھ] میر عبدالواحد بلگرامی [م ۱۰۱۷ھ]، میر طیب [۱۰۶۲ھ] میر عبدالجلیل بلگرامی [م ۱۰۵۷ھ] میر سید لطف اللہ شاہ لدھا [م ۱۱۴۳ھ] صاحب

البرکات سید شاہ برکت اللہ قادری[م۱۱۴۲ھ]،علامہ عبدالجلیل نامی بلگرامی[م۱۱۳۸ھ]سید شاہ آل محمد[م۱۱۶۴ھ]سید شاہ نجات اللہ[م۱۲۹۰ھ]سید شاہ حمزہ عینی[م۱۱۹۸ھ]سید شاہ محمد حقانی[م۱۲۱۰ھ]سید امام معروف بہ شاہ گدا[۱۲۰۵ھ]سید مقبول عالم معروف بہ شاہ سوندھا[۱۲۱۳ھ]سید آل احمد اچھے میاں[م۱۲۳۵ھ] سید آل برکات ستھرے میاں[م۱۲۵۱ھ] سید صاحب عالم[م۱۲۸۸ھ]سید شاہ آل رسول احمدی[م۱۲۹۶ھ]سید شاہ ابوالحسین احمد نوری[۱۳۲۴ھ]اسی عمری شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی سے لے کر حضرت سید ابوالحسین احمد نوری اوران کے اخلاف قدست اسرارہم کی تفصیلات تاج العلما کی تصنیف:''تاریخ خاندان برکات''اور ناچیز کی تالیف''خاندان برکات کی علمی اورادبی خدمات''میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سید سالار قدس سرہٗ

حضرت،سید سالار﴿۱﴾بن سید محمد صغریٰ کے ایک صاحبزادے تھے:سید مسعود جو سخاوت وشجاعت میں اپنے جد کے وارث اور اسم بامسمّٰی تھے۔ان کے بھی ایک صاحبزادے تھے:سید ناصر اور سید ناصر کے بھی ایک صاحبزادے تھے:سید ابراہیم۔سید ابراہیم کے دو صاحبزادے تھے:۱-سید جمال الدین،سید واڑہ کے سارے قبیلے انہیں کی نسل سے ہیں اور۲-دوسرے سید علاء الدین،میدان پورہ کا قبیلۂ پچ بھیہ انہیں کی نسل سے ہے۔چنانچہ سید جنید محمد اپنے''رسالۂ جنیدیہ''میں لکھتے ہیں:

''سید ابراہیم کے دو صاحبزادے تھے:۱-سید جمال الدین،۲-سید علاء الدین تو بڑا قبیلہ سید واڑہ سید جمال الدین کی اولاد ہیں اور چھوٹا قبیلۂ میدان پورہ سید علاء الدین کے فرزند ہیں۔''سید جنید محمد اس کتاب کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

''پچ بھیہ'، یہ پانچ بھائی تھے جو سید علاء الدین کی اولاد ہیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ سید علاء الدین کے بیٹے، بیٹیاں کل گیارہ تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سید ابراہیم کے تین صاحبزادے تھے: ا-سید جمال الدین ۲-سید علاء الدین اور ۳-سید بہاء الدین جو قصبہ اُنام میں رہتے تھے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ سید ناصر، اپنے بیٹے سید ابراہیم کی پیدائش کے بعد جنوبی ہند کے کسی علاقے میں تشریف لے گئے تھے اور سکونت اختیار کرلی اور وہیں شادی کرلی جس سے ان کی نسلوں کا سلسلہ دراز رہا۔ انتہی ۱

....

حواشی

﴿۱﴾ سید محمد سالار بن محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ قدس سرہٗ والد ماجد کا عکس جمیل تھے۔ بلگرام شریف میں آپ کو مخدوم صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ افسوس کہ آپ کے حالات زندگی گردش ایام کی تہوں میں روپوش ہیں۔ سپہ گری آپ کا پیشہ تھا لیکن فقر محمدی کے تمام لوازمات اپنے پورے وجود پر حاوی رکھتے تھے۔ زبان ونگاہ میں عجب تاثیر تھی۔ آج بھی حضرت کے مزار مقدس سے تقدس اور قرب الٰہی کا جلال برستا ہے۔ آسیب وغیرہ کے مریض حضرت کی نگاہ فیض سے خوب شفا پاتے ہیں۔ علامہ عبدالجلیل نامی بلگرامی نے مثنوی ''امواج خیال''، لکھی جس میں بلگرام کی تہذیبی تاریخ کو نظم کا پیکر دیا۔ افراد خاندان میں سے کئی ایک نے اس مثنوی کا تکملہ بھی لکھا۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے مثنوی ''معراج الکمال''، لکھی جس کا ایک نسخہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں موجود ہے۔ صفیر بلگرامی نے بھی اس کے تکملے میں ایک مثنوی لکھی اور اس کا نام ''معراج الخیال'' رکھا۔ اس مثنوی میں صفیر صاحب، سید محمد سالار کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

۱- سالار کہ اولیں پسر بود ہم سلسلہ بند صد گہر بود

۲- زو یافتہ باہمہ فضائل ترصیع گونا گوں قبائل

۳- جاری شدہ نہہ قبیلہ از وے شد سلسلہ را وسیلہ از وے

۴- صدرنگ شگفتہ نوجواناں بر نہہ چمن آستیں فشاناں
۵- جمعیت ہر قبیلہ چوں شہر واز کثرت خود چو بانہر
۶- بدلے زئی و نبی زئی نیز تاجوزئی وعلی زئی نیز
۷- عثمان زئی از نژاد سالار حاتم زئی از نہاد سالار
۸- دیگر دو کمال وہم خلیل است بالفظ زئی کہ بے عدیل است
۹- پچ بھیا قبیلہ نہم داں اخوان خمسہ شد لقب شاں

[تاریخ بلگرام،صفیر بلگرامی،ص۱۷] ترجمہ:

۱- حضرت سید سالار، فاتح بلگرام کے بڑے صاحبزادے تھے جو سینکڑوں قیمتی موتیوں کے سلسلہ بند یعنی جد بزرگوار بھی تھے۔
۲- سارے فضائل وکمالات کے ساتھ آپ کے دم قدم سے ہی گونا گوں قبائل کی صفیں آراستہ ہوئیں۔
۳- آپ سے نو بڑے قبیلے جاری ہوئے۔اس سلسلے کے ذریعہ آپ ہی ہیں۔
۴- سینکڑوں قسم کے شگفتہ رو جوانان رعنا، چمن سے آزادی کے ساتھ آستین جھاڑتے ہوئے اٹھتے ہیں۔
۵- ہر قبیلے کی جمعیت ایک شہر جیسی ہے،ان کی کثرت ایسی جیسے نہریں رواں ہوں۔
۶- بدلے زئی، نبی زئی، تاجوزئی،علی زئی۔
۷- عثمان زئی، حاتم زئی یہ سبھی قبائل سید محمد سالار کی نسل اور اصل سے ہیں۔
۸- کمال زئی،خلیل زئی بھی سالاری قبیلے ہیں جن کے ساتھ لفظ زئی کا بے مثل لاحقہ لگا ہوا ہے۔
۹- سالاری قبائل میں پچ بھیا،نواں قبیلہ ہے جنہیں عرب میں اخوان خمسہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

آپ کی تاریخ وصال ۴؍رجب المرجب ہے۔سال وصال محفوظ نہ رہ سکا۔افراد خاندان حضرت مخدوم صاحب کا قل ۲؍بجے دن میں کرتے آئے ہیں۔بلگرام شریف میں آپ

مرجع انام بزرگ ہیں، جہاں کثرت سے لوگ حاضری دیتے ہیں۔

حضرت سید محمد سالار قدس سرہٗ معروف بہ مخدوم صاحب کی نسل میں کثرت سے اولیا،علما،ادبا،شعرا، صاحبان ذوق اور حفاظ، والیان جاہ واقتدار پیدا ہوئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مآثر الکرام اور روضۃ الکرام۔ان میں سید محمد اجمل [م ۹۷۵ھ] سید عمر بلگرامی [۹۸۷ھ] سید حسین دہلی وال عرف دادا پیر [م ۱۰۰۰ھ] سید تاج الدین حجرہ نشین، سید مبارک محدث [م ۱۱۱۵] سید محمد قادری [م ۱۱۴۵ھ] سید محمد بلگرامی [۱۱۴۱ھ میں روپوش ہوگئے] سید اسمٰعیل بلگرامی ثم مسولوی [م ۱۱۶۴ھ] روحانیت اور فضیلت کے امام گذرے ہیں۔

فصل: سید علاء الدین عالی کی اولاد کا بیان

سید علاء الدین اور ان کے بھائی وغیرہ سید واڑہ میں ایک ساتھ رہتے تھے۔ جب سید علاء الدین کثیر العیال ہو گئے تو اس جگہ گنجائش نہ دیکھ کر قلعہ کی مغربی جانب ایک خالی میدان میں مکانات تعمیر کر کے رہنے لگے اور اس جگہ کا نام ''میدان پورہ'' رکھا۔ جب بلگرام کا عشر موقوف ہو گیا اور کھیتی باڑی اور نوکری کی نوبت آئی تو ہمارے معزز بزرگوں نے جو روزگار پیشہ تھے، حکومتی کارندوں کی اطاعت قبول نہیں کی اور اس معاملے سے دست بردار ہو گئے اور اسے سید جمال الدین کی اولاد کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ ان کی اولادیں اب تک اس عہدے پر فائز ہیں۔ سید غلام علی آزاد نے اپنی کتاب ''شجرۂ طیبہ'' میں اپنے زمانے تک کے افراد خاندان کے انساب بیان کئے ہیں۔ یہ ناتواں اُس زمانے سے لے کر موجودہ سال ۱۲۷۰ھ تک کے حالات سپرد قلم کرتا ہے۔ ۱۲۷۰ھ کے جو اولادیں ہوں گی، وہ اس کتاب میں شامل نہ ہوں گی۔

سید علاء الدین کے گیارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے پانچ بیٹے جوان ہوئے اور ان

کی شادیاں ہوئیں، اس لئے ہمارے قبیلہ کو پچ بھیہ کہتے ہیں۔ان پانچ بھائیوں میں سے تین یہ ہیں: ا-سید فضل اللہ،۲-سید حسام الدین عرف سید گدائی،۳-سید ابوالفرح

سید فضل اللہ کے دو صاحبزادے تھے: ا-سید محمد،۲-سید احمد عرف اوچھے۔سید احمد کے ایک صاحبزادے سید اشرف تھے جو اپنے زمانے کے بزرگ شمار ہوتے تھے۔ ان کا زمانہ ۹۷۵ھ کا ہے۔ بعض قدیم دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ سید اشرف کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا عقد سید عبد الغفار بن سید تاج الدین تاجوزئی کے ہمراہ ہوا۔سید اشرف نے سید عبد الغفار کو منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ان کی اولاد کا تذکرہ، سید محمد کی اولاد کے بعد آئے گا، کیونکہ سید محمد کی اولاد کا تذکرہ ہی خاص مقصود ہے۔

سید محمد بن سید فضل اللہ کے ایک صاحبزادے تھے: سید فضل اللہ جو اپنے دادا کے ہم نام تھے۔سید فضل اللہ بن سید محمد کے پانچ صاحبزادے تھے:

ا-سید حسین ،۲-سید حسن ،۳-سید محسن وغیرہ

سید حسین کے زمانے سے ہی پچ بھیہ کا لقب پھر سے تازہ ہوگیا۔سید فضل اللہ کی اولاد میں صرف سید حسین کی اولاد باقی رہی، باقی چاروں بیٹے لاولد ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔

سید حسین کی اولاد تو بہت ہوئی لیکن صرف چار صاحبزادے باقی رہے:

ا-سید اجمل ،۲-سید عالم ،۳-سید بدلے ،۴-سید کمال

سید حسین بہت ہی متقی، پرہیزگار اور صاحب زہد و ورع تھے۔محلہ میدان پورہ میں ان کا گھر اس ناتواں کے زمانے تک ویسا ہی موجود تھا۔آپ کی اولاد میں سید نیاز حسن خان بہادر نے کچھ اور زمین خرید کر اس قطعۂ مکان میں شامل کر کے ایک بڑا مکان تعمیر کیا ہے

سید حسین نماز فجر ادا کرنے کے لئے محلہ کی مسجد میں آتے تھے۔اپنے بڑے بھائی سید حسن کی اہلیہ کو دیکھا کہ اپنے بیٹے کے فوت ہو جانے کی وجہ سے گریہ وزاری کر رہی ہیں۔یہ گریہ وزاری سن کر سید حسین اپنے گھر آئے اور اپنے ایک بیٹے کو ساتھ لیا اور بھائی

کی اہلیہ کی گود میں ڈال دیا اور فرمایا: یہ تمہارا ہی بیٹا ہے۔ اسے اپنی گود میں پرورش کرو اور گریہ وزاری نہ کرو۔ بھاوج خاموش ہو گئیں۔ سوئے اتفاق کہ وہ بچہ بھی وفات گیا۔ پھر آہ وفغاں بلند ہوئی۔ سید حسین نے اپنے دوسرے بیٹے کو ان کے سپرد کیا۔ اس طرح سے سید حسین کے چند بیٹے بھاوج کی آغوش میں فوت ہو گئے۔ سید حسین نے اپنے بیٹے سید کمال کا ہاتھ پکڑ کر چاہا کہ انہیں بھی لے جا کر بھاوج کے سپرد کر دیں تو آپ کی اہلیہ نے کہا: وہ بد بخت ہے۔ اس کی ساری اولاد بھی فوت ہو گئی اور آپ نے میرے چند بیٹے جو اس کو دیے، وہ بھی وفات پا گئے۔ اب میں اپنا کوئی بیٹا نہیں دوں گی۔ سید حسین نے جواباً فرمایا کہ اگر میرے دو بیٹے ہی بچ رہیں تو میں ایک اپنے بھائی کی اہلیہ کے سپرد کر دوں گا۔ آخر کار سید کمال کو لے جا کر بھاوج کی گود میں ڈال دیا۔ اس بار اللہ کے فضل سے سید کمال زندہ بچ رہے اور اپنے چچا کے متبنیٰ بن کر پرورش پائی اور چچا کے ترکہ پر قابض اور متصرف رہے۔ سید حسین کے ترکہ میں سید کمال اور ان کی اولاد کا قطعاً کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ سید حسین سلطان نعمت خاں کے داروغہ تھے۔ سلطان کے پاس اس کے زیر تصرف تمام علاقوں اور ممالک سے بذریعہ ڈاک تحفے میں پودے آیا کرتے تھے۔ وہ سارے پودے سید حسین، سلطان کے باغ میں لگا دیتے۔ جب وہ دو سال کے ہو جاتے تو سلطان کی اجازت سے انہیں شاہ جہان آباد سے اٹھا کر بذریعہ بہلی بلگرام بھیج دیتے جو سید حسین کے باغ میں لگا دیئے جاتے۔ ان کے درخت اس زمانے تک موجود ہیں۔ ان درختوں کے آم سید اجمل، سید عالم اور سید بدلے کی اولاد آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، سید کمال کی اولاد کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ انہیں ایک آم بھی نہیں ملتا۔

حضرت سید اجمل بن سید حسین علیہ الرحمہ

سید اجمل بن سید حسین زمانے کے کامل ترین بزرگ اور زبردست فاضل تھے۔ باعمل عالم، درویش کامل جن کی بزرگی اور کمالات پر سب کا اتفاق ہے اور یہ روایت تواتر کے ساتھ مسلسل چلی آرہی ہے۔ آپ کا زمانہ قدیم کاغذات کی روشنی میں ۹۷۵ھ معلوم ہوتا ہے۔ یہ سعادت مآب بزرگ سات مرتبہ زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے اور مناسک حج ادا کئے۔ مدینہ طیبہ میں طویل قیام فرمایا، عقد مسنون کیا، اولادیں ہوئیں پھر وہاں سے واپس بلگرام آئے اور یہیں وفات پائی اور لونار کنویں سے متصل قبرستان میں آسودۂ خواب ہوئے۔ آپ کی ہم قبیلہ اہلیہ سے ایک بیٹے سید عبدالوہاب ہیں اور ایک صاحبزادی تھیں جن کا عقد میر سید طیب بن میر عبدالواحد سلہڑوی کے ہمراہ ہوا۔ اس عقد کا ایک تاریخی پس منظر ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ میر عبدالواحد سلہڑوی کے اجداد میں سید ماہرو سلہڑہ چھوڑ کر مضافاتی دیہات سرہ تشریف لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ وہاں کے زمین دار کا ایک بیٹا آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آیا جس کی وجہ سے سارے کواریوں نے اتفاق کر کے ہنگامہ برپا کیا اور غریب سید کو شہید کردیا۔ سید ماہرو کی اولاد اس بلوے کی وجہ سے منتشر ہوگئی۔ بعض نے پہلے چوری چھپے پھر علانیہ موضع باڑی میں سکونت اختیار کی۔ ان کی اولادیں اب تک باڑی میں رہتی ہیں اور سید عبدالواحد کے جد نے قنوج کو وطن بنالیا۔ عرصۂ دراز تک وہیں رہے۔ دوسوسال کے بعد میر سید عبدالواحد محلہ سلہڑہ بلگرام آئے اور اپنے آبائی وطن کو آباد کیا اور سادات بلگرام سے قرابت داری کی درخواست کی لیکن کسی نے یہ درخواست قبول نہ کی۔ سید اجمل اس زمانے کے بہت نامور، معزز اور معتبر بزرگ تھے۔ میر سید عبدالواحد نے ان کے سامنے صورت حال رکھی۔ سید اجمل نے جواب دیا کہ میں سارے قبیلے کے خلاف تن تنہا آپ سے قرابت داری قائم

کروں گا تو سب لوگ مجھے ہدف ملامت بنائیں گے اور برادری سے خارج کر دیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ سید واڑہ اور پچ بھیہ کے سارے قبیلوں کو اکٹھا کر کے صورت حال ان کے سامنے رکھیں۔ میں اس وقت انہیں سمجھا لوں گا۔ چنانچہ سید عبد الواحد نے سبھوں کو جمع کر کے ان سے قرابت داری قائم کرنے کی درخواست کی۔ سبھوں نے بے کار کا عذر پیش کیا اور کسی نے تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ آخر کار سید اجمل صاحب نے جملہ حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا کہ آیا یہ تمہارے یک جدی ہیں کہ نہیں؟ سبھوں نے جواب دیا: بلاشبہ یہ ہمارے یک جدی ہیں۔ سید اجمل صاحب نے پھر پوچھا کہ قنوج میں رہنے کے دوران ان کی نسبتیں برادری سے باہر ہوئیں اور نسل خراب ہو گئی یا ایسا نہیں ہے؟ سبھوں نے جواب دیا کہ ان کی نسبتیں کفو میں ہوئی ہیں، برادری سے باہر نہیں، اس لئے نسل خراب نہیں ہوئی۔ اس وقت آپ نے سوال کیا کہ پھر یہ لوگ قرابت داری قائم کرنے کے سلسلے میں عذر و تکرار کیوں کر رہے ہیں؟ سبھوں نے جواب دیا کہ ہمارے گھروں میں کوئی لڑکا یا لڑکی ایسی نہیں ہے جو برادری کی ضرورت سے زائد ہو۔ سید اجمل صاحب نے فرمایا: اگر تمہارے کہنے کے مطابق سید عبد الواحد میں کوئی کمی یا نقص واقع نہیں ہوا تو میں اپنی بیٹی ان کے بیٹے کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ میری قرابت داری قائم کرنے کے بعد یہ لوگ اپنے ساتھ قرابت قائم کرنے میں عذر پیش کریں اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں؟ سبھوں نے جواب دیا: بہت بہت مبارک ہو۔ ہمیں ان کے ساتھ قرابت داری قائم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ چنانچہ سید اجمل نے اپنی صاحبزادی کا نکاح سید عبد الواحد کے صاحبزادے میر سید طیب کے ہمراہ کر دیا پھر میر سید طیب کی صاحبزادی یعنی اپنی نواسی کا عقد اپنے پوتے خواجہ معین الدین بن سید عبد الوہاب کے ہمراہ کر دیا۔ اسی وقت قدیمی قرابت داریوں کی تجدید ہو گئی۔ یہ قرابت داری ابھی تک سید واڑہ کے بعض خاندان میں موجود ہے۔

حضرت سید عبدالوہاب علیہ الرحمہ

حضرت سید عبدالوہاب بن سید اجمل کے دو صاحبزادے تھے:

۱-خواجہ قطب الدین ۲-خواجہ معین الدین

خواجہ قطب الدین کا عقد مسنون سید حسام الدین گدائی کی اولاد میں سے سید بدلے بن سید حسن بن سید عبدالشکور کلاں کی صاحبزادی بی بی صحبن کے ہمراہ ہوا۔ خواجہ قطب الدین کے ایک صاحبزادے سید طیب عرف سید بساون اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ سید بساون کا نکاح دکھنی قبیلے کے سید رفیع بن سید فرخ کی صاحبزادی کے ہمراہ ہوا۔ ان سے دو صاحبزادے تولد ہوئے: ۱-سید امان اللہ ۲-سید برہان اللہ

سید امان اللہ کا عقد میر ہدایت اللہ [ساکن بھتہہ] کی صاحبزادی آمنہ کے ہمراہ ہوا۔ سید امان اللہ کی صرف ایک صاحبزادی حیات فاطمہ تھیں جن کا عقد سید اسد علی بن سید خلیل الرحمٰن کے ہمراہ ہوا۔ سید برہان اللہ کا نکاح سید عبدالوہاب بن سید طاہر بن خواجہ معین الدین کی صاحبزادی عاصمہ بی بی کے ساتھ ہوا جن سے دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں:

۱-نثار فاطمہ ۲-عنایت فاطمہ

نثار فاطمہ کا عقد، سید عثمان احمد بن سید عبدالرسول کے ساتھ ہوا اور عنایت فاطمہ کا نکاح سید غلام بندگی بن سید باقر کے ہمراہ ہوا۔

سید عبدالوہاب بن سید اجمل کے صاحبزادے سید خواجہ معین الدین کا عقد میر سید طیب سلہڑوی کی صاحبزادی بی بی اچپی کے ہمراہ ہوا جن سے دو صاحبزادے ہوئے: ۱-سید فرید الدین عرف بدلے ۲-سید طاہر عرف طٰہٰ

سید فرید الدین بدلے بہت بزرگ شخصیت تھے۔ دلکش عادات، لطیف فضیلتوں کے حامل زبردست علم والے متبحر فاضل تھے۔ آپ کا شمار ملا احمد جیون امیٹھوی اور مولانا غلام علی نقشبندی لکھنوی کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ سید بدلے حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور ابدی سعادتوں سے سرفراز ہوئے۔ وہاں سے واپس آکر سورت کی بندرگاہ میں اقامت اختیار کر لی اور ملک دکن میں جنت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ سید فرید الدین عرف بدلے کا عقد مسنون نکاح سید جعفر بن سید کمال کی صاحبزادی بی بی پھول کے ہمراہ ہوا جن سے دو صاحبزادے تھے:

۱-سید حسن ۲-سید عبدالرسول

سید حسن نے عالم شباب میں عربی علوم تحصیل مکمل کر کے فارغ ہوئے۔ محلہ کی مسجد میں عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ گوشت کے سلسلے میں جب محلہ سید واڑہ اور محلہ میدان پورہ کے لوگوں کے درمیان لڑائی خون ریزی کی حد تک پہنچی تو اس لڑائی میں سید حسن مارے گئے جو میدان پورہ کے لوگوں کے ساتھ تھے۔ یوں انہوں نے جنت کی راہ لی۔

سید عبدالرسول کا عقد سید خلیل بن سید عبدالکریم کی صاحبزادی بی بی صحبی کے ہمراہ ہوا۔ ان سے تین صاحبزادے تھے: ۱-سید نذر علی، ۲-سید سبحان احمد، ۳-سید عثمان احمد اور ایک صاحبزادی رحم فاطمہ تھیں۔

سید نذر علی بہت نڈر، بہادر اور سپاہی پیشہ تھے۔ زندگی بھر نجیب خاں کے شہسواروں میں ملازم کی حیثیت سے رہے۔ سات مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ اپنے تمام رفقائے سفر کے درمیان سے نواب نجیب الدولہ کو اٹھا کر کٹاری اس کے پیٹ پر رکھ کر اپنی محافظانہ ذمہ داری پوری کی۔ اس بہادری اور مردانگی کی وجہ سے نواب مذکور انہیں بہت تعظیم وتکریم کے ساتھ اپنی رفاقت میں رکھتا تھا اور ان حرکات سے کبھی بے دل نہیں ہوا۔

سید نذر علی نے پہلے سید محمد تقی بن سید باقر کی صاحبزادی دان بی بی کے ہمراہ

عقد کیا جن کے بطن سے ایک صاحبزادے سید محمد علی پیدا ہوئے ،اس کے بعد یہ اہلیہ انتقال کر گئیں تو پھر سید حیدر علی بن سید حبیب اللہ نبی زئی کی اولاد میں سید غازی کی صاحبزادی بنیادو بی بی کے ساتھ دوسرا عقد کیا۔ان کے بطن سے سید نیاز حسین اور سید نیاز حسن دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔سید نیاز حسین نے کم عمری میں ہی فارسی زبان سیکھ لی اور فن شعر میں مہارت پیدا کر لی تھی۔عنفوان شباب میں فوت ہو گئے۔سید نذر علی کی دو اولاد: سید محمد علی اور سید نیاز حسن زندہ باقی رہیں۔سید محمد علی شجاعت اور سخاوت کے مرد میدان تھے۔سپہ گری اور حرب وضرب کے فنون میں کامل مہارت رکھتے تھے اور استادانہ مہارت کے ساتھ گھڑ سواری اور جنگ کرتے تھے۔ایک زمانہ تک حیدر بیگ خاں کے ہمراہ ترک سواروں کے رسالہ دار کی حیثیت سے رہے۔اس دوران بلگرامی بھائیوں میں سے جو کوئی بھی ان کے پاس پہنچتا،اس کے ساتھ بہت تواضع اور خاطر مدارات سے پیش آتے۔ بہت نیک نامی کے ساتھ زندگی گذاری۔سید محمد علی کا عقد مسنون سگی چچازاد بہن راحت فاطمہ بنت سید عثمان احمد کے ہمراہ ہوا۔سید عثمان کی یہی ایک صاحبزادی تھیں۔ان کے بطن سے صرف ایک صاحبزادی اکھانی بی بی تولد ہوئیں جن کا عقد سید ثابت حسین بن سید فضل اللہ کے ہمراہ ہوا۔اس کے بعد سید محمد علی رسالہ داری چھوڑ کر بلگرام آ گئے۔یہیں سالہا سال گذار کر اپنی بیٹی کے عقد سے فارغ ہوئے اور پھر دکن کی جانب چلے گئے۔ ابھی ملازمت کی نوبت نہ آئی تھی کہ پونہ کی جنگ مسلط ہو گئی۔لوگوں نے بہت کہا کہ یہ ملازم نہیں ہیں، بھلا ابھی انہیں جنگ سے کیا سروکار؟ لیکن شنوائی نہیں ہوئی۔بالآخر آپ بھی جنگ کے لئے اس شان سے روانہ ہوئے کہ پوری بہادری، جرأت اور مردانگی کے ساتھ سارے لوگوں سے آگے تھے۔دشمن کی جانب سے توپ کا پہلا گولہ جب سر ہوا تو میر سید محمد علی کے سر پر لگا جس سے یہ وفات پا گئے۔

سید نیاز حسن خان بہادر

ابتدائی عمر میں اپنے بھائی سید محمد علی کے ساتھ نواب آصف الدولہ کے دربار میں ملازمت کرتے تھے۔اسی زمانے میں اپنی پھوپھی زاد بہن بینابی بی کے ہمراہ جو پہلے سید ذوالفقار حیدر ابن سید اسد علی کی منکوحہ تھیں،نکاح کیا جن سے ایک صاحبزادی بی بی جینی تولد ہوئی۔جب یہاں کی ملازمت ختم ہوگئی تو دکن کا رخ کیا اور جسونت رائے ہلکر کے لشکر میں ملازمت اختیار کرلی۔اس کے بعد ہی ان کی اہلیہ وفات پاگئیں۔چودہ سال بعد واپس آکر میر دلدار حیدر بن سید ذوالفقار حیدر کی بڑی بیٹی چاندابی بی کے ہمراہ عقد کیا۔ چند دن وطن میں رہ کر پھر واپس چلے گئے۔ایک سال بعد نوکری چھوڑ دی اور میر احمد اور میر فضل علی کے ساتھ واپس آکر ایک زمانے تک نواب سعادت علی خان بہادر کے دربار میں ملازمت کے امیدوار رہے پھر سوار فوجوں کے لئے چھوٹی عدالت والی نوکری قبول کی۔اپنے تین گھوڑے سامان سے بھرے اور لکھنؤ آکر خانہ نشین ہوگئے۔اسی زمانے میں بیس پچیس بلگرامی افراد کو اپنے گھر میں ٹھہرایا اور ان کی خبر گیری کرتے اور سب کے ساتھ مل بیٹھ کر جو کچھ میسر ہوتا تناول فرماتے۔اسی دوران سید نیاز حسن کے دو بیٹے:۱-سید اجمل اور،۲-سید ابن حسن تولد ہوئے۔سید اجمل تین سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ صرف پہلی زوجہ سے ایک بیٹی اور دوسری اہلیہ سے ایک بیٹا ابن حسن حیات رہے۔بیٹی حسینی بی بی کا عقد مسنون میر نثار علی بن میر غلام علی کے ہمراہ ہوا جس سے ایک نواسہ تولد ہوکر انتقال کرگیا۔اسی عرصہ میں نواب سعادت علی خان بہادر بھی انتقال کر گئے اور نواب صاحب کے بڑے بیٹے غازی الدین حیدر اپنی آبائی ریاست کے مالک ہوگئے اور سید نیاز حسن کے قدیم دوست معتمد الدولہ مختار الملک سید محمد خان بہادر ضیغم جنگ نائب امیر

مملکت کے عہدے پر فائز ہوئے اور مذکورہ بالا القاب و خطابات سے ممتاز و مشرف ہوئے۔ایک سال تک اس عہدے پر قائم رہے پھر عہدے سے معزول ہو کر قید خانے پہنچے۔اسی زمانے میں سید نیاز حسن خان نے قید خانے میں ان کے پاس آمد و رفت رکھی اور اپنے اثر رسوخ کو استعمال میں لاتے ہوئے کوشش کی تو ۱۲۳۲ھ میں نواب معتمد الدولہ نے قید سے رہائی پائی اور پھر عہدۂ نیابت پر بحال ہو گئے۔سید نیاز حسن خان پہلے سو روپئے مشاہرے پر ملازم رہے۔چند دنوں کے بعد دیوان خانے کے داروغہ بن گئے اور دن بہ دن ترقی کرتے گئے۔اس کے بعد ابوالمظفر معز الدین غازی الدین حیدر شاہ زین بادشاہ غازی تختِ سلطنت پر بیٹھے اور ان کا سکہ جاری ہو گیا اور تخت و تاج سے لے کر سارے امور سلطنت درست ہو گئے تو نواب معتمد الدولہ مختار الملک سید محمد خان بہادر وزیر اعظم ضیغم جنگ یار وفادار سپہ سالار رستم ہند فدوی بادشاہ غازی کے خطابات سے سرفراز ہوئے اور وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہوئے۔پھر ایسی شان و شوکت، جود و سخا، داد و دہش سے وزارت کے منصب کو نبھایا کہ اس خوش اسلوبی کے ساتھ کسی نے بھی کارِ وزارت انجام نہ دیا۔سید نیاز حسن کو بھی بارگاہ سلطانی سے مجد الدولہ، دبیر الملک، قائم جنگ سید نیاز حسن خان بہادر کے خطاب اور سترہ پارچہ کی خلعت سے نوازا گیا اور وزیر الممالک کے دربار سے پانچ سو روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا، ہاتھی اور پالکی ہو گئے اور وزارت کے رکن خاص مقرر کئے گئے اور آپ کے احباب و اقارب کو بھی خلعت، گھوڑا اور نوکری سے نواز کر ان کی خوشی کا سامان کیا گیا۔الغرض ایسا بھائی، دوست اور کنبہ پرور نہیں دیکھا گیا۔میں کہاں تک تعریف کروں، جتنا بھی لکھوں، کم ہے۔اسی بلندی اقبال اور جاہ و حشمت کے زمانے میں وزیر الممالک بہادر کے تعاون سے ایک لاکھ بائیس ہزار روپے خرچ کر کے اپنے صاحبزادے سید ابن حسن کا نکاح اپنے بھائی میر محمد علی کے داماد سید ثابت حسین بن سید حسین فضل اللہ کی صاحبزادی کے ہمراہ کیا اور سوہلہ اور سہاگ جیسی

زمانۂ قدیم کی مٹی ہوئی رسمیں پھر زندہ کیں۔ اگر میں اس شادی کی شان وشوکت تحریر کروں تو کئی دفتر چاہیے۔ اس تفصیل کا اجمال اور طویل کا اختصار عرض کرتا ہوں۔

دوسرے مصارف کیا بیان کروں، صرف ہار گوٹہ لچکا میں دس ہزار روپے خرچ ہوئے اور چوٹی کے انعام میں بارہ ہزار، روشنی بارات میں دس ہزار اور بلگرامیوں کو کھانا کھلانے میں اس ناتواں کے ہاتھ سے دس ہزار روپے خرچ ہوئے۔ بلگرام میں معزز سے لے کر کمتر تک ہر ایک کو فی کس دیہاتی رسم کے مطابق چھ اثار کی پکی ہوئی دو روٹی، ایک اثار پولا، اسی کے برابر گوشت، پاؤ بھر گھی، تین پاؤ زعفرانی شکر [جس میں زعفران اور شکر برابر برابر ہوتے ہیں] مزید میوہ، زعفران، آدھ سیر گوشت کا تار بند قورمہ جس میں پانی بہت کم استعمال ہوتا ہے، تقسیم ہوا۔ کوئی شخص باقی نہ رہا۔ بھاٹ، نجومی وغیرہ ہندو قوموں کو ان کے حصہ کا جنس، گوشت، شکر، چاول، میدہ بھی اسی طور سے تقسیم ہوا۔ اس کے بعد خالص گھی میں پکی ہوئی آدھے سیر کی قیمے اور دال بھری روٹی [بدہی] ہر ایک کو چار عدد دی گئی۔ نور پوڑی شکر جس کی نئی رسم ایجاد کی گئی تھی، بہت زیادہ تعداد میں تقسیم کی گئی۔ اس کے بعد کچا چاول ڈھائی سیر پختہ اور چار بتاشہ سہاگ کی رسم میں سبھوں کو تقسیم ہوا۔ لکھنؤ میں شہر کے سبھی امراء اور وہاں موجود قبیلے کے سارے افراد کو توڑہ بندی کا خوان تقسیم ہوا۔ ایک توڑہ میں کھانے کے نو خوان بہت ہی پر تکلف اور لذیذ کھانوں سے سجے ہوتے تھے۔ اس تقریب کی لطافت اور کثرت کیا بیان کی جائے۔ ایک دن سید نیاز حسن خان بہادر صاحب نے پچیس افراد کو بٹھا کر ایک توڑہ کا کھانا کھلایا، سبھی سیر ہو گئے اور کھانا ختم نہ ہوا۔ اسی سے اندازہ لگانا چاہیے کہ کس قدر اخراجات ہوئے ہوں گے؟ جب کہ اس زمانے میں مہنگائی اس قدر تھی کہ دیہاتوں میں ایک روپیہ میں دس بارہ سیر گیہوں فروخت ہوتا تھا اور لکھنؤ میں اس سے بھی کم مقدار ملتی تھی۔ اسی پر دوسری اجناس اور چیزوں کی گرانی کو قیاس کر لو۔ شادی کی محفل میں بادشاہ کے علاوہ چھوٹے وزیر سے لے کر وزیر اعظم تک

کوئی بھی ایسا نہ تھا جو موجود نہ ہو۔ سہیلہ کی رسم بھی ادا کی گئی۔ اس رسم میں زرتار خلعت، دوشالہ، رومال سال، مروارید کا ہار، ساز و سامان سے آراستہ گھوڑا، توبڑہ، سارے مغنّی کو دو دو سو روپیہ اور پانچ پانچ اشرفی عطا کی جاتی ہے۔ محفل کی آراستگی اور کوٹھی ظہور بخش میں زنان خانہ کی سجاوٹ کیا بیان کی جائے؟ ہر جگہ زربفت کی مسندیں، مسہریاں، سونے اور چاندی کے پلنگ لگے ہوئے تھے اور ساری رات شیشے کے بلوری جھاڑ فانوس، مخروطی فانوس، کٹورا نما فانوس، دیواری لیمپ میں مومی شمعیں روشن تھیں۔ رقص و سرود، بلگرامی برادران جو لکھنؤ میں تھے، ان کی خاطر تواضع بیان سے باہر ہے۔ شادی کے کچھ حالات نوک قلم پر آ گئے، کہاں تک بیان کیا جائے۔ مغنّیان جو سہیلہ گا رہے تھے، وہ معروف و مشہور ہے۔ مولوی احسان اللہ ممتاز نے اس تقریب شادی کے سلسلے میں یہ تاریخی قطعہ کہا ہے۔

۱- از ابن حسن کہ عین عمرش   افزوں باد از شمارۂ عین
۲- اندوختہ بزم طوی نوری   کس نور طوی بگفت من این
۳- بزمے نشنید ایں چنین سمع   نورے کم دید ایں چنیں عین
۴- مطرب بدوگاہ تہنیت خواند   از لطف احد مبارک اثنین
۵- ناہید طراز زد کہ بودہ   از روز نخست برمن ایں دین
۶- از بہر نثار ایں عروسے   گشتہ مہ و مہر فضہ و عین
۷- احباب دعا کہ باد ایں وصل   تا حشر مباد درمیاں بین
۸- یمن و شرفے بہ اختر آں بود   ایں عقد بیافت رونق و زین
۹- تاریخش ازاں منجمے گفت   بایمن و شرف قِرانِ سعدین

۱- ابن حسن کی ٹھیک عمر سورج کی گردش سے زیادہ ہو۔
۲- شادی کی بزم نوری سجائی گئی کسی نے اس شادی کی رونق کو دیکھ کر کہا کہ

ایسی رونق بھری جگمگاہٹ کہاں سے آئی۔

۳- ایسی بزم سنی نہ گئی اور ایسا نور آنکھوں نے کم کم دیکھا۔

۴- اسی وقت گویّے نے تہنیت پڑھی اللہ کی مہربانی سے جوڑا مبارک ہو۔

۵- زہرہ/ ناہید نے بھی دلکش صدا لگائی کہ یہ مبارک بادی تو مجھ پر روز اول سے قرض تھی۔

۶- اس نوشہ پر تو چاند سورج، سونا چاندی کی مانند نثار ہو گئے۔

۷- احباب نے دعا دی کہ یہ ملن سلامت رہے۔ خدا کرے قیامت تک، ان کے درمیان جدائی نہ ہو۔

۸- برکت و شرافت اس ستارے کے سبب تھی جس سے اس عقد نے رونق اور زینت پائی۔

۹- ایک منجم نے اس عقد مسنون کی یہ تاریخ کہی: "بایمن و شرف قرانِ سعدین" برکت و شرف کے ساتھ یہاں سعدین کا قران ہے۔

یہ دوسرا قطعہ بھی انہیں کا ہے۔

۱- لعل باروئے شرف ابن حسن　　کتخدا شد بہ در درج جیب

۲- بہر این عقد خوش آمد تاریخ　　"گشتہ ہم سلک در و لعل بزیب"

۱- ابن حسن کے عز و شرف والے چہرۂ زیبا کے سامنے لعل اور موتی باہم رشتے میں بندھ کر ہم آغوش ہو گئے۔

۲- اس عقد مسنون کے لئے ایک عمدہ تاریخ برآمد ہوئی: "گشتہ ہم سلک در و لعل بزیب"، موتی اور لعل ایک لڑی سے منسلک ہو کر زیب گلو ہو گئے۔

آخر کار ایک سال اور چند مہینے بعد سلطان غازی الدین حیدر دنیا سے رخصت ہوا اور اس کی جگہ نصیر الدین حیدر تخت نشین ہوا۔ اس نے پہلے معتمد الدولہ وزیر الممالک کو

اپنا وزیر اعظم بنایا۔ چونکہ سلطان نصیر الدین حیدر کو معتمد الدولہ کے ساتھ بغض و عدوات اور کینہ تھا، اس لئے تھوڑی مدت کے بعد وزیر مذکور کو انگریز بہادر کی کمپنی کے لئے قید کرا دیا اور نواب معتمد الدولہ تین سال تک عزت کے ساتھ انگریزوں کی حراست میں رہتے ہوئے اپنے گھر میں نظر بند رہا۔ آخر کار انگریز بہادر کی ضمانت میں انگریزوں کی تلنگہ اور گورہ بڑی فوج کانپور کے کیمپ سے آ کر نواب معتمد الدولہ کو ان کے اہل وعیال اور قبیلوں اور اہل خاندان، خدام اور درباریوں اور مملکت کے خزانے کے ساتھ لکھنؤ سے کانپور لے گئی۔ ملکۂ برطانیہ کی جانب سے سارے بڑے انگریز افسر، جرنل و کرنل، خدام اور درباریوں کے باحشمت گروہ کے ساتھ نواب معتمد الدولہ کو سوار کرا کے جو ہی میدان میں لائے جہاں عظیم الشان لشکر موجود تھے اور ان کے بڑے بڑے خیمے میدان میں نصب تھے۔ انگریز افسروں نے ملکۂ برطانیہ کی جانب سے یہ پیغام سنایا کہ نواب معتمد الدولہ یہ اختیار رکھتے ہیں کہ انگریزی حکومت کے زیر انتظام جس علاقے میں چاہیں، قیام کریں اور اپنے معاملات کے وہ خود مختار ہیں۔ آخر کار نوبت، نقارہ اور نشان و علم کے ساتھ یہ جلوس وزارت اسی میدان میں ٹھہرا رہا اور نواب معتمد الدولہ بخشی بنگلہ کی نہایت عظیم الشان، وسیع اور قیمتی عمارت میں آ کر قیام پذیر ہوئے جو خود نواب موصوف کا زر خرید تھا۔ اس جلوس میں سو ہاتھی زنجیر کے ساتھ شامل تھے۔ اسی سے جلوس کی عظمت اور وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ نواب موصوف کے قید کے زمانے میں سید نیاز حسن خان بہادر ان کے ہمراہ تھے۔ موضع دولت پورہ میں سید نیاز حسن خان بہادر کے یہاں ایک لڑکی ظہور فاطمہ پیدا ہوئی۔ نواب معتمد الدولہ کے کانپور چلے جانے کے بعد ایک صاحبزادے سید حسین پیدا ہوئے۔ اس کے کچھ دن بعد ہی خان بہادر سید نیاز حسن کے صاحبزادے سید ابن حسن کے یہاں فرزند نرینہ کی ولادت ہوئی جس کا تاریخی نام اس ناتواں نے "خورشید حسین" رکھا اور مولوی اسلم نے خان بہادر کی بیٹی کا نام ظہور فاطمہ رکھا اور صاحبزادے سید حسین کا

تاریخی نام "اظہار الحق" تجویز کر کے لکھ بھیجا تھا۔ آخر کار نواب معتمد الدولہ چھ مہینے کے بعد انتقال کر گئے اور سید نیاز حسن خان بہادر خفقان قلب کے عارضے میں گرفتار تھے۔ دو سال بعد یہ بھی دنیا سے رخصت ہو کر جنت کو سدھارے۔ سید نیاز حسن خان بہادر کا انتقال ۱۲۴۹ھ میں ہوا جسے مولوی احسان اللہ ممتاز نے چار تاریخی قطعات میں نظم کیا ہے۔

۱- سید مستند نیاز حسن — خان بہادر خطاب و بحر سخا
۲- ہاتفے سال انتقالش گفت — یافت صدر از جہان مقام صفا

۳- سید مستند نیاز حسن — خان بہادر بجود حاتم طی
۴- ہاتفے سال ارتحالش گفت — نوشدہ مسند بہشت از وے

۵- سید مستند نیاز حسن — کش زخان بہادر است خطاب
۶- ہاتفے سال فوت اوگفتہ — دادیزداں بوے زخلد ثواب

۷- سید مستند نیاز حسن — ہر یکے خاں بہادرش بشفت
۸- ہاتف غیب سال رحلت او — یافتہ جا بہ صدر جنت گفت

۱- مستند سید نیاز حسن جن کا خطاب خان بہادر تھا اور وہ خود سخاوت کا سمندر تھے۔

۲- ایک ہاتف نے ان کی تاریخ وصال کہی: "یافت صدر از جہاں مقام صفا" دنیا سے رخصت ہو کر انہوں نے مقام صفا کی شہ نشین پالی۔

۳- مستند سید نیاز حسن خان بہادر جو سخاوت میں حاتم طائی تھے۔

۴- ہاتف غیب نے ان کا سال وصال کہا: "نوشدہ مسند بہشت از وے" ان کے دم سے جنت کی شہ نشین نئی نویلی ہو گئی۔

۵- مستند سید نیاز حسن جن کا خطاب خان بہادر ہے۔

٦- ایک غیب سے صدا دینے والے نے ان کا سال وصال یہ کہا: ''داد یزداں بوے زخلد ثواب'' اللہ تعالی نے انہیں ان کے اعمال حسنہ کے بدلے میں جنت عطا کی۔

۷- مستند سید نیاز حسن جنہیں ہر ایک نے خان بہادر کے لقب سے پکارتے سنا۔

۸- ہاتف غیب نے ان کا سال وصال یہ کہا: ''یافتہ جا بہ صدر جنت'' انہوں نے جنت میں نہایت اعلیٰ مقام پایا۔

سید نیاز حسن خان بہادر کے انتقال کے بعد ان کے قبائل کچھ دن کانپور میں رہے، پھر اپنے وطن بلگرام آکر قیام پذیر ہو گئے۔

سید حسین

سید نیاز حسن خان بہادر کے دوسرے صاحبزادے سید حسین کا عقد مسنون سید عنایت علی کی صاحبزادی اولاد فاطمہ کے ہمراہ ہوا جن سے چند صاحبزادے اور صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ان میں سے ایک صاحبزادی اللہ رکھی اب تک حیات ہے، باقی سب فوت ہو گئے۔سید ابن حسن کے صاحبزادے سید خورشید حسین کے علاوہ بلگرام میں ان کی بہت سی اولاد پیدا ہوئی۔ان میں سے ایک صاحبزادی عزت فاطمہ کا نکاح سید نصیر احمد ابن سید احمد کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید حسن اب تک موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں لمبی عمر تک زندہ رکھے اور دوسری اولادیں بھی عطا فرمائے۔

سید ابن حسن کے بڑے صاحبزادے سید خورشید حسین کا عقد مسنون ان کی خالہ زاد بہن ذریت فاطمہ کے ہمراہ ہوا جو سید واسطی کی بیٹی ہیں۔ان سے ایک ڈھائی سال کی

بیٹی فضل فاطمہ موجود ہے۔

سید نیاز حسن خان بہادر کی بیٹی ظہور فاطمہ کا عقد سید احمد کے بڑے بیٹے امیر احمد کے ساتھ ہوا۔ اس کے بعد ہی سید نیاز حسن خان کی اہلیہ چاندابی بی انتقال کر گئیں۔ اس ناتواں نے ایک عربی اور دو فارسی زبان میں تاریخی قطعات کہے۔

قَدْدَخلَتِ الْجِنَانَ لَا فَرْقَ فِيهِ   وَقَدْ دَخلَتْ فِرْدَوْساً لَارَيْبَ بِهِ

مرحومہ جنت کے ایسے باغات میں داخل ہو گئیں جہاں کوئی امتیاز نہیں ہے اور ایسی فردوس میں جا بسیں جس کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

۱-زوجۂ خان نیاز حسن آں   کوشرف داشت چوں خور در انجم
۲-زیں جہاں رخت اقامت بربست   شد بہ مغرب چوں مہِ چاردہم
۳-وارشد از عدمش بے سردار   از جہاں رفت بجنت بیگم

۴-مادر ابن حسن خاں راس نسوان وطن   چوں ازیں دار فنا خلد بریں کردہ مقر
۵-بے سر اندیشہ تاریخش خرد بنگاشتہ   یک ہزار و دو صد و ہفتا دوبُد ماہ صفر

۱- سید نیاز حسن خان بہادر کی اہلیہ جنہیں ایسا شرف وامتیاز حاصل تھا جیسے خورشید کو ستاروں کے درمیان مرتبۂ امتیاز حاصل ہے۔

۲- وہ دنیا سے رخصت ہوئیں اور ایسے گئیں جیسے چودھویں کا چاند غروب ہوتا ہے۔

۳- ان کے جانے سے گھر سرپرست سے محروم ہو گیا۔ بیگم دنیا چھوڑ کر جنت میں جا بسیں۔

۴- ہندوستانی عورتوں کی سردار سید ابن حسن خان بہادر کی ماں جب اس جہان فانی سے رخصت ہوئیں اور خلد بریں کو اپنا آشیانہ بنایا۔

۵- تو عقل نے بے تکلف ان کے وصال کی یہ تاریخ کہی: ۱۲۷۰ھ تھی اور مہینہ صفر کا تھا۔

حضرت سید سبحان علیہ الرحمہ

حضرت سید سبحان بن سید عبد الرسول حد درجہ بہادر، سخی ،نوازش پیشہ، باعمل، عملیات کے ماہراور کلام اللہ کے حافظ تھے۔ ہمیشہ اپنے دوستوں کے ساتھ پلاؤ تناول کرتے اور روٹی وغیرہ تفنن طبع اور ذائقہ کی تبدیلی کے لئے کھاتے۔ آخری دنوں میں موضع مونجی میں مکمل آسائش وآرام سے گذر بسر کرتے جسے سید نور الحسن خان نے اپنی جاگیری مواضعات میں سے اس موضع کو سید سبحان کی رفاقت اور حق خدمت گذاری کے اعزاز میں حق مالکانہ کے طور سے انہیں عطا کر دیا تھا۔ اسی جگہ انتقال فرمایااور موضع کواتھ [ضلع آرہ، بہار] میں نور الحسن خان کے مقبرہ کے پاس دفن ہوئے۔

سید سبحان کا پہلے سید محمد مسیح بن سید محمدی کی صاحبزادی سلامت فاطمہ کے ہمراہ عقد مسنون ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید نیاز احمد تولد ہوئے۔ اہلیہ اور صاحبزادے دونوں فوت ہو گئے تو پھر خیرن طوائف کو گھر میں بٹھالیا جس سے چار لڑکے پیدا ہوئے:

۱- احمد علی ۲- فضل علی ۳- نثار احمد ۴- گلزار احمد

گلزار احمد کا نکاح سادات سانڈی میں سے سید صمصام علی کی صاحبزادی وجیہن کے ہمراہ ہوا جس سے ایک بیٹا سید احسان احمد پیدا ہوا لیکن گلزار احمد، اس کی اہلیہ اور بیٹا سبھی فوت ہو گئے۔

میر احمد علی بہت جری، بہادر اور فن سپہ گری میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ بارودی ہوائیاں چھوڑنے میں میر علی شہرۂ آفاق تھے۔ نیزہ بازی اور کشتی میں طاق تھے، گھڑ سواری بہت عمدہ کرتے تھے۔ بے مثل شہسوار تھے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کا عقد بھتیہ کے سید حسین کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادی اللہ رکھی اور ایک

صاحبزادے سید رؤف احمد پیدا ہوئے۔رؤف احمد کا عقد اپنے ماموں کے گھر میں ہوا تھا لیکن میر احمد علی کے انتقال کے بعد صاحبزادے رؤف احمد بھی دنیا سے رخصت ہوئے۔صاحبزادی اللہ رکھی کا نکاح سادات سانڈی میں سید بدلے بن سید صمصام علی کے صاحبزادے سید محمد نقی کے ہمراہ ہوا۔

میر فضل علی

سید سبحان کے دوسرے صاحبزادے میر فضل علی بہت جری، بہادر، عابد وزاہد، متقی وپرہیز گار، بلند ہمت اور حد درجہ سخی انسان تھے۔شادی نہیں کی، تجردانہ زندگی بسر کی۔اپنی تحصیل داری کے زمانے میں ایک ڈاکہ زنی کی واردات میں کمال جرأت و مردانگی سے تن تنہا ڈاکوؤں کی ایک جماعت پر حملہ کر دیا تھا۔عین لڑائی کے وقت گولی پیشانی پر لگی اور دوسرے زخم بھی اٹھائے جس سے شہید ہو گئے۔یہ معرکہ رفعت گنج میں ہوا تھا۔سید نثار احمد غیر شادی شدہ فوت ہو گئے۔

سید طاہر عرف سید طاہا بن خواجہ معین الدین کا نکاح سید عبد الکریم بن سید طیب بن میر عبد الواحد سلہڑوی کے ہمراہ ہوا تھا جن سے ایک صاحبزادے سید عبد الوہاب عرف سید میراں پیدا ہوئے۔سید میراں کے ایک صاحبزادے سید ابو الخیر اور ایک صاحبزادی بی بی عاصمہ تھیں۔سید ابو الخیر عالم شباب میں غیر شادی شدہ فوت ہوئے۔بی بی عاصمہ کا نکاح سید برہان اللہ بن سید بساون کے ساتھ ہوا جن کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

حضرت سید عالم بن سید حسین علیہ الرحمہ

حضرت سید عالم بن سید حسین زبردست فاضل اور مرد کامل تھے۔ درسی کتابیں شیخ ابوالمعالی سے پڑھیں۔ جب فارغ التحصیل ہونے کا وقت آیا تو سید حسین نے چاہا کہ کوئی جوڑا استاذ کی نذر کریں۔ شیخ ابوالمعالی نے فرمایا: میں جو طلب کروں، تم وہ چیز نذر کرو۔ سید حسن نے عرض کی کہ میں جن چیزوں کا مالک ہوں، ان میں سے جو چاہیں لے لیں۔ شیخ ابوالمعالی نے قطعۂ اڑھیہ کا باقی ماندہ حصہ طلب کیا جو موضع شریف آباد کے قطعات زمین کے عوض سید شریف سے بطور معاوضہ ملا تھا۔ سید حسین نے خوشی خوشی وہ قطعۂ زمین شیخ ابوالمعالی کو نذر کر دیا۔ حضرت شیخ نے اس پر اپنا مکان، مسجد اور اپنی خانقاہ تعمیر کی اور اپنی رعیت کو آباد کر کے اس جگہ کا نام شیخ معالی ٹولہ رکھا۔

سید عالم کے دو صاحبزادے: سید پیارا اور سید حبیب تھے۔ سید حبیب کے دو صاحبزادے: سید رحم اللہ اور سید مصطفیٰ تھے۔ سید رحم اللہ کے ایک صاحبزادے سید سالار تھے جن کا عقد سید محمد بن سید پیارا کی صاحبزادی کے ہمراہ ہوا تھا جن سے ایک صاحبزادے سید غلام اشرف عرف سید راہو تولد ہوئے۔ سید راہو کے بھی ایک صاحبزادے سید حسین الدین تھے۔ سید حسین الدین کا عقد پہلے سید کمال احمد کی صاحبزادی بخشی بی بی کے ہمراہ بہت شان وشوکت کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ میر کمال احمد نے اپنی صاحبزادی کو پانچ ہزار روپے، چاندی کے برتن، تانبہ کی چیزیں، کنیز، غلام، بڑا پلنگ، چھپر کھٹ مکمل ساز وسامان سے آراستہ اور دیگر بے شمار ساز وسامان جہیز میں دیئے تھے۔ اس کے علاوہ بارات کو ٹھہرا کر بہت کشادہ قلبی اور خندہ پیشانی کے ساتھ رسم جواسہ ادا کی تھی اور بے شمار اقسام کے کھانے تقسیم کئے تھے۔ پوری شادی میں ستر ہزار روپے خرچ ہوئے تھے۔ اس اہلیہ کے انتقال کے بعد سید دوست دار علی بدلے زئی کی صاحبزادی مہر فاطمہ کے ساتھ عقد ہوا لیکن

ان سے کوئی اولاد نہ رہی۔اس لئے اپنے ترکہ کو اپنی اہلیہ کے بھائی میر فیض علی کے صاحبزادگان عقیدہ حسین اور زوار حسین کو ہبہ کردیا۔عقیدہ حسین اور زوار حسین دونوں بھائیوں کے انتقال کے بعد میر عقیدہ حسین کے بیٹے ابن حسین نے یہ ترکہ فروخت کردیا۔

سید مصطفےٰ بن سید حبیب کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا عقد سید بدیع الدین بن سید تاج الدین قدس سرہٗ کے ہمراہ ہوا۔

سید پیارہ بن سید عالم کے دوصاحبزادے تھے:۱-سید کمال ۲-سید محمد

سید کمال کا عقد اپنے چچا سید حبیب کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا اور سید محمد کا نکاح سید طیب بن سید بدلے کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔

سید کمال بہت بزرگ، متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔سلاطین دہلی کے دربار میں سپہ گری آپ کا پیشہ تھا۔جب آپ کی عمر سو سال ہوئی تو دربار سلطانی سے پینشن لے کر گھر آگئے۔مزید بیس سال زندہ رہ کر عمر طبعی کو پہنچے اور وفات پائی اور سید حسین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

سید کمال کے دوصاحبزادے تھے:۱-سید خضر عرف سید بدلے اور،۲-سید جعفر اور ایک صاحبزادی بی بی چاندا تھیں جن کا عقد سید اشرف بن سید ضیاء اللہ کے ساتھ ہوا۔

سید محمد کی سات بیٹیاں تھیں۔سید محمد نے ساتوں بیٹیوں کی شادی میں جہیزی تقسیم کی۔جہیزی اس ٹوکری کو کہتے ہیں جس میں شیرینی رکھتے ہیں۔اس شیرینی کا کم سے کم حصہ پانچ سیر ہے، متوسط سات سیر اور زیادہ سے زیادہ نو سیر ہے۔جہیزی فی کس تقسیم ہوتی ہے۔ اشراف وارذال، پیروجواں، اور بچے سب کو برابر دی جاتی ہے۔ان سات صاحبزادیوں میں سے چار کی اولاد باقی رہی۔پہلی صاحبزادی سید شاہ میر بن سید نعمت اللہ کی زوجہ تھیں، دوسری صاحبزادی سید سالار بن سید رحم اللہ کی اہلیہ تھیں، تیسری صاحبزادی بی بی امتا، حافظ سید ضیاء اللہ کی اہلیہ تھیں، چوتھی صاحبزادی سید جعفر بن سید کمال کی زوجہ تھیں۔

اپنے بھتیجے اور داماد سید جعفر ہی کو سید محمد نے اپنا متبنّٰی بنالیا تھا۔ سید جعفر کی شادی سوہلہ اور سوہاگ کی رسم کے ساتھ ہوئی تھی۔ چنانچہ میں نے وہ رسم ادا ہوتے خود دیکھی ہے اور بوتہا میں سوہلہ رائے گھسیٹے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس کے پوتے رائے ہر پرشاد سے میں نے خود سنا ہے۔

سید جعفر کے دو بیٹے: سید ابوالقاسم عرف سید کاسو اور سید صادق او۔ تین بیٹیاں: بی بی نور، بی بی پھول، اور بی بی فاتا تھیں۔ سید کاسو کے ایک صاجزادے، سید نذر محمد تھے جن کا عقد سید محمدی بن سید بدیع الدین کی صاجزادی کے ہمراہ ہوا جن سے ایک صاجزادی مینڈا بی بی پیدا ہوئیں۔ مینڈا بی بی کا نکاح سید محمد مسیح بن سید محمدی کے بڑے صاجزادے سید محمد فاضل کے ہمراہ ہوا۔

سید محمد صادق کا نکاح اپنی چچازاد بہن بی بی اجیالی بنت سید خضر کے ہمراہ ہوا۔ اس اہلیہ سے سید صادق کے یہاں ایک صاجزادے سید مربی اور ایک صاجزادی بی بھوٹی تولد ہوئیں۔ بی بھوٹی کا عقد سید محمد مسیح بن سید محمدی کے ہمراہ ہوا۔

حضرت سید محمد صادق علیہ الرحمہ

حضرت سید محمد صادق بظاہر سپاہی پیشہ سلطانی ملازم تھے اور بادشاہی دربار سے آپ کو ابوالمفاخر خاں کا خطاب عطا ہوا تھا۔ دربار سلطانی سے موضع جلالپور آپ کی جاگیر مقرر ہوا تھا۔ وزیر اعظم نواب قمرالدین خاں کی رفاقت میں رہتے تھے لیکن باطن میں آپ مرد کامل تھے۔ نواب قمرالدین خان وزیر اعظم کی بیگم شعلہ پری کے ہونٹ پر مرض برص کے آثار نمایاں ہوگئے تھے۔ وزیر ہونے کے باوجود بہت سی تدبیریں کی گئیں، خوب علاج

کیا گیا، کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر لوگوں نے فقراء کی طرف رجوع کیا۔ ایک فقیر جو اس زمانے میں خوب شہرت رکھتے تھے، انہوں نے نواب صاحب کے متعلقین سے فرمایا کہ مجھے اس مرض کے ازالے کی قدرت نہیں ہے مگر میں تمہیں ایک درویش کا پتہ دیتا ہوں ۔ ایک بلگرامی سید ہیں جن کا نام سید محمد صادق ہے۔ وہ نواب قمرالدین خان کی رفاقت میں سلطانی ملازم ہیں۔ وہ یقیناً ولی کامل ہیں۔ وہ اس مرض کے ازالے کی طاقت رکھتے ہیں۔ نواب شعلہ پری نے یہ بات سنی اور اگلے دن صبح تڑکے سید صادق کے مکان پر جا پہنچیں۔

سید محمد صادق صاحب کا معمول تھا کہ وہ صبح کے وقت مونگ کی کھچڑی کھا کر وزیر موصوف کی ہم رکابی کے لئے جایا کرتے تھے۔ وہ کھانا کھانے کے لئے دسترخوان پر بیٹھے ہی تھے کہ بیگم صاحبہ پردہ کرا کے حاضر ہو گئیں۔ سید صاحب نے دریافت کیا کہ خلاف دستور بیگم صاحبہ کے تکلیف فرمانے کا باعث کیا ہے؟ بیگم صاحبہ نے اپنا حال بیان کیا۔ سید صاحب نے جواباً فرمایا: میں ایک سرفروش سپاہی آدمی ہوں۔ مجھ سے سپہ گری کا جو کام لینا چاہیں، لے لیں۔ آپ کا معاملہ کاملین کے بس کا ہے۔ بیگم صاحبہ نے جواباً کہا کہ بغیر شفایابی کے میں آپ کے پاس سے نہیں جاؤں گی۔ سید صاحب نے فرمایا: اچھا! کھانا تناول فرمایئے۔ بیگم صاحبہ نے سید صاحب کے ہمراہ کھچڑی کھائی، بلکہ تبرکاً سید صاحب کا پس خوردہ بھی کھایا۔ بعد فراغت طعام ہاتھ دھوئے۔ سید صاحب نے بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں آئینہ دیا اور کہا دیکھئے۔ بیگم صاحب نے جو آئینہ دیکھا تو ایک داغ بھی لبوں پر برص کا نہ تھا۔ بیگم صاحبہ قدموں پر گر پڑیں۔ سید صاحب نے فرمایا کہ میرا راز فاش نہیں ہونا چاہئے۔ جس وقت بھی یہ راز ظاہر ہو گا تو میرا دانہ پانی اس جگہ سے اٹھ جائے گا۔ بیگم صاحبہ نے کہا: میں ہرگز اس راز کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دوں گی۔ نواب قمرالدین خان اپنی بیگم پر فدا تھے۔ ہر دن ان کے پاس حاضر ہوتے لیکن اس مرض کی وجہ سے مجبور تھے۔ اس دن جب آئے تو بیگم کو دیکھا تو ان کے ہونٹوں پر مرض برص کے آثار بالکل نہ تھے۔ بیگم صاحبہ

سے صورت حال دریافت کی۔ بیگم صاحبہ نے اس راز کو بہت چھپانا چاہا لیکن نواب صاحب نے ایک نہ سنی۔ آخر کار بیگم صاحبہ نے یہ پختہ عہد لینے کے بعد کہ یہ معاملہ سید صاحب پر ظاہر نہ ہوگا، صورت حال بیان کردی۔ نواب صاحب کو سید صاحب سے بہت عقیدت پیدا ہوگئی مگر بظاہر ان سے اس طرح پیش آتے کہ دل کی کیفیت میر صاحب پر نمایاں نہ ہو۔

سید مربی

سید مربی مخبوط الحواس اور عقل و دل سے بے گانہ تھے۔ سید محمد صادق صاحب اور ان کی اہلیہ نے بہت چاہا کہ صاحبزادے کا عقد سید ارشد بن سید خضر کی صاحبزادی کے ساتھ کردیں لیکن سید ارشد کی اہلیہ نے اس پیش کش کو قطعاً قبول نہ کیا۔ کہتی تھی کہ اس سے بہتر ہے کہ میں جان بوجھ کر اپنی بیٹی کی گردن ماردوں یا زہر دیدوں۔ آخر کار سید محمد صادق شیخ عصر شاہ محمد یٰسین کو لے کر آئے۔ شاہ صاحب نے دامن پھیلا کر فرمایا کہ فقیر گدائی کے لئے آیا ہے اور سید ارشد سے درخواست کرتا ہے کہ اپنی صاحبزادی کو سید محمد صادق کے صاحبزادے سے منسوب کردیں۔ سید ارشد کی اہلیہ ڈر گئیں کہ صاحب مقام باطن مجذوب فقیر کی بات کو رد کروں تو کہیں بد دعا نہ دے دیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی بات ماننے میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے لیکن اس بیکس غریب بچی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ سید محمد صادق اور ان کی اہلیہ نے متفقہ طور سے کہا کہ جو کچھ میری ملکیت اور ترکہ ہے، وہ میں اس بچی کے مہر میں دیتا ہوں۔ چنانچہ سید مربی کی شادی سید ارشد کی صاحبزادی رحمت النساء کے ہمراہ ہوگئی۔ نکاح کے دن دلہن کے پلنگ پر بیٹھے اور پلنگ پر ہی پیشاب پاخانہ کردیا اور شرم و غیرت کے مارے باہر بھاگ گئے اور پھر مفقود الخبر ہوگئے۔ ان کا کچھ پتہ

نہ چلا کہ کیا ہوا؟ رحمت النساء پوری زندگی اپنی ماں اور بھائی کے گھر رہیں۔ چنانچہ اس بات کی واقعیت پر پیر میاں [شیخ یٰسین کے صاحبزادے] اور شیخ یٰسین کے پوتوں حیدر میاں اور ہادی میاں کی گواہی موجود ہے۔

سید صادق نے اپنی پہلی اہلیہ کی اجازت سے شاہ جہان آباد [دہلی] میں دہلی کے عزیزوں کی موجودگی میں امرائے دہلی میں سے ایک امیر کی صاحبزادی کے ہمراہ دوسرا عقد کیا جس سے تین صاحبزادے: ۱- سید احسن اللہ، ۲- سید احمد اللہ اور، ۳- سید شجاعت اللہ پیدا ہوئے۔ سید شجاعت اللہ کنوارے فوت ہوئے۔ میر سید صادق شاہ جہان آباد [دہلی] میں رحلت کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ اس کے بعد سید احسن اللہ اور سید احمد اللہ اپنی والدہ کے ہمراہ لکھنؤ آ گئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ چنانچہ نواب شجاع الدولہ بہادر نے گنگا کے کنارے ایک قطعۂ آراضی سید احسن اللہ کے نام معافی لکھ دی۔ اسی زمین پر انہوں نے اپنی حویلی اور تکیہ تعمیر کیا۔ اب بھی وہ محلّہ، تکیہ شاہ احسن اللہ کے نام سے مشہور ہے۔ سید احسن اللہ، شاہ بندگی میاں کی اولاد میں شاہ یٰسین امیٹھی سے بیعت وخلافت کا شرف رکھتے تھے اور علم دعوت وتکسیر اور عملیات میں بے مثل مہارت رکھتے تھے۔ لکھنؤ کے سارے امراء حتیٰ کہ نواب آصف الدولہ بہادر کی اہلیہ معروف بہ بہو بیگم جو وزیر اعظم نواب قمر الدین خان بہادر کی پوتی تھیں اور خود نواب آصف الدولہ سید احسن اللہ کا بے حد معتقد تھا۔

نواب آصف الدولہ بہادر نے دریائے گومتی کا پل فوج دار خان کی نگرانی میں تعمیر کرایا۔ جب پل کی تعمیر مکمل ہونے کے قریب پہنچی تو فوج دار خان نے میر احسن اللہ کو کہلا بھیجا کہ کل پل صاف ہوگا اور آپ کا تکیہ جو پل کے مقابل ہے، اکھاڑ پھینکا جائے گا۔ آج آپ کو مہلت دی جاتی ہے کہ اپنا سامان وغیرہ اٹھا کر کہیں لے جائیں۔ مریدوں نے میر احسن اللہ صاحب سے آ کر عرض کیا کہ فوج دار خان بہت جری اور بدذات ہے، کل تکیہ ضرور کھودوا ڈالے گا۔ اگر آپ فرمائیں تو سامان وغیرہ اٹھا کر لے جائیں۔ میر صاحب نے

فرمایا کہ دیکھو! خدا تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ مریدین خاموش ہو گئے۔ فوج دار خان نے دوسری صبح بیلداروں کو بھیجا کہ سید صاحب کی نشست گاہ والا چبوترہ جو پل کے سامنے واقع ہے، کھودنا شروع کر دیں۔ جب غبار بلند ہونا شروع ہوا اور میر صاحب کی آنکھ میں پڑا جو وظیفہ پڑھنے میں مصروف تھے تو انہوں نے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ فوج دار خان کے آدمی ہیں جو اس کے حکم سے آپ کا تکیہ کھود رہے ہیں۔ میر احسن اللہ نے کہا: کیا فوج دار خان اندھا ہے؟ فوج دار خان فوراً اندھا ہو گیا۔ آخر کار اس نے نواب آصف الدولہ سے ماجرا عرض کیا۔ نواب صاحب نے کہا: مردود! تو نے جو کیا، تجھے اسی کی سزا ملی ہے، میں کیا کروں؟ میر صاحب کے پاس جا کر التجا کر اور ان کے تکیہ کو کھودنے کا سلسلہ بند کر، پھر میں سمجھ لوں گا۔ آخر کار نواب نے سہ پہر کے وقت میر صاحب کے پاس آ کر عرض کی: یہ میرے پل کی حد اور یہ میر صاحب کے تکیہ کی حد، راستہ دونوں جانب سے مقرر ہو جائے، اگر درست نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں [جیسا آپ کہیں گے، ویسا ہی ہوگا] فوج دار خان آ کر میر صاحب کے آستانے پر پڑ رہا اور میر صاحب کی دعا سے شفا پائی۔

میر احسن اللہ کا عقد مسنون ہو چکا تھا لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حرم کا ایک بیٹا [دوسرے شوہر سے] قطب الدین تھا لیکن اس کی اولاد بھی نہیں ہے۔ میر احسن اللہ کا انتقال لکھنؤ میں ہوا اور اپنے بنگلے میں پل کے شمالی جانب حد کے عین مقابل اپنی نشست گاہ والے چبوترے پر املی کے درخت کے نیچے مدفون ہیں۔

سید احمد اللہ، حضرت میر اسمٰعیل بلگرامی کے مرید ہیں جنہوں نے مسولی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ سید احمد اللہ حد درجہ جذب و مستی رکھتے تھے۔ جو کہہ دیتے ہو جاتا تھا۔ سید احمد اللہ نے بھی لکھنو میں ہی انتقال کیا اور وہیں اپنے بھائی میر احسن اللہ کے بغل میں دفن ہوئے۔ سید احمد اللہ کے ایک صاحبزادے سید کمال الدین تھے۔ سید کمال الدین کے دو صاحبزادے: ۱- سید چراغ علی اور ۲- سید مراد اللہ عرف میر نواب تھے۔ میر نواب

کا نکاح اس ناتواں سید محمد بن مولوی سید غلام نبی کی صاحبزادی صفیہ کے ہمراہ ہوا جو میری دوسری اہلیہ کے بطن سے ہے۔اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس کے دادا کے نام پر سید احسن اللہ رکھا گیا۔ یہ بچہ ابھی ایک سال ہی کا تھا کہ اس کے والد میر نواب قضا کر گئے۔میں نے ان کی تاریخ رحلت ''دخل خلد'' [۱۲۶۸ھ] کہی۔اس بچے احسن اللہ کو اللہ تعالیٰ حیات دے،اس ناتواں کے پاس ہی پرورش پا رہا ہے۔

سید جعفر کی بڑی بیٹی بی بی نور کا عقد مسنون سید محمدی بن سید بدیع الدین کے ساتھ ہوا اور دوسری بیٹی بی بی پھول کا نکاح سید فرید الدین بن خواجہ معین الدین کے ہمراہ ہوا اور تیسری بیٹی بی بی فاتا کا عقد سید عبدالکریم بن سید شاہ میر کے ساتھ ہوا۔

سید خضر بن سید کمال کا عقد قاضی بدلے فرشوری کی صاحبزادی شہر بانو کے ساتھ ہوا۔قاضی فرشوری نے محلّہ سے متصل مغربی جانب کا ایک قطعۂ زمین قدیم رسم کے مطابق داماد کو دیدیا جس کی حدود اربعہ یہ ہے کہ اس کی مشرقی جانب عام راستہ ہے جو اس قطعۂ زمین اور میر مظہر علی کی حویلی کے درمیان واقع ہے۔اس قطعۂ زمین کی مغربی سرحد میں قاضی بدلے کی سرائے ہے اور عالم معمار کی دیوار واقع ہے۔شمالی جانب کھلی گلی ہے اور جنوبی جانب بھی گلی ہے جو آگے جا کر بند ہو جاتی ہے۔چونکہ یہ قطعۂ زمین قاضی بدلے کے بیٹے قاضی میکو کی خریدی ہوئی تھی،اس لئے قاضی میکو اس زمین کو دینے پر راضی نہ ہوئے،اس لئے یہ معاملہ یونہی رہ گیا۔بالآخر اس ناتواں نے قاضی بدلے کی اولاد سے کہا کہ جو زمین قاضی بدلے دے چکے ہیں،اسے مان لو یا میری دادی کا حصہ جو قاضی بدلے کی سرائے میں ہے،تقسیم کر کے دیدو۔آخر کار شیخ حیات النبی کی اہلیہ اس قطعۂ زمین کو دینے پر راضی ہو گئی اور اس زمین کا قبالہ اس ناتواں کے سپرد کیا اور اس کے دعوے سے دستبردار ہو کر بازنامہ لکھ کر دے دیا جو اس عاجز کے پاس موجود ہے اور وہ قطعۂ آراضی بھی اس بندۂ عاصی کے قبضے میں ہے۔اس اہلیہ سے سید خضر کے یہاں ایک صاحبزادہ سید

ارشداور ایک صاحبزادی بی بی اُجیالی پیدا ہوئی جس کے حالات ابھی گذر چکے۔

سید ارشد حد درجہ وجیہ وشکیل اور خوبصورت تھے۔ سید عبد الرسول بن سید فرید الدین بدلے کہتے تھے کہ میں نے سارا سلطانی لشکر دیکھا ہے اور خوب سیر کی ہے لیکن ایک شخص بھی ارشد جیسا وجیہ وشکیل اور خوبصورت نظر نہ آیا۔ ایک دن میں سیر کرتے ہوئے جا رہا تھا کہ دیکھا ایک صاحب جمال شخص خیمے کے اندر بیٹھا ہے۔ دل میں آیا کہ آج یہ شخص ارشد بھائی کا ہم شکل نظر آیا۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہ خود ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ سید ارشد سپاہی پیشہ تھے۔ نواب مبارز الملک سربلند خان کی ہم رکابی میں احمد آباد گجرات میں دوسو روپئے کے مشاہرے پر ملازم تھے لیکن باطنی قوت ایسی رکھتے تھے کہ ان کا عقد خلاف جنس پری کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ ایک دن مبارز الملک کے ساتھ جنگ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جنگ نے طول پکڑا۔ سبھی بھوکے تھے اور گھوڑے بھی بے آب ودانہ تھے۔ تیسرے دن جنگ میں فتح ملی تو سب واپس ہوئے۔ راستہ میں ربیع کی فصل کے پاس سے گذر ہوا، لوگ گھوڑوں سے اتر آئے اور سبز پھلی کھانے لگے اور گھوڑوں کو بھی کھلا چھوڑ دیا تا کہ کھیتی چرلیں۔ سید ارشد اپنے گھوڑے پر سوار کھڑے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ متقی ہیں، گھوڑا متقی نہیں ہے۔ اس کی لگام چھوڑ دیں تا کہ کچھ کھالے۔ سید صاحب نے کہا: یہ گھوڑا بھی نہیں کھائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ تین دن کا بھوکا ہے۔ اگر آپ اس کی لگام چھوڑ دیں گے تو یہ ضرور کھائے گا۔ سید ارشد نے غصے میں آکر دہانہ گھوڑے کے منہ سے نکال لیا۔ گھوڑا فصل کے پاس گیا، اسے سونگھا اور یونہی کھڑا رہا اور کچھ بھی نہیں کھایا۔ سید ارشد نے لوگوں سے کہا کہ اب تو میں نے اس کے منھ سے دہانہ بھی نکال لیا ہے، اب بھی یہ کیوں کچھ نہیں کھاتا؟ لوگوں نے کہا: آپ بھی متقی ہیں، آپ کا گھوڑا بھی متقی ہے۔

آخر کار ربیع الآخر ۱۱۴۳ھ میں نواب مبارز الملک کی راجہ اَبَے سنگھ کے ساتھ جنگ ہوئی۔ سید ارشد نے عالم شباب میں شیخ اللہ یار خاں کلاں اور دوسرے کثیر بلگرامی

سپاہیوں کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔ اس ناتواں نے ان کی تاریخ وفات آیت کریمہ:
"وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ" [البقرۃ: ۱۵۴-۱۵۵] سے بطور تعمیہ یوں برآمد کی ہے کہ "اموات" کے عدد ۴۴۸ رہیں، ان کو "يُقْتَلُ" کے اعداد ۵۴۰ سے منہا کر دیا تو ۹۲ بچیں گے۔ ان پر "أَحْيَاءٌ" کے اعداد کا اضافہ کیا جو ۲۱ ہے۔ "تَشْعُرُونَ" نفی کے باطل ہو جانے کی وجہ سے اثبات ہو جاتا ہے۔ اس کے اعداد ۱۰۲۶ ر ہیں، وہ اس میں شامل کر دیئے کل ایک ہزار ایک سو چالیس ہوئے۔ لفظ خوف اور جوع میں جوع قلیل الاعداد ہے تو 'بشیٔ' کی رعایت کرتے ہوئے لفظ جوع کی جیم کا عدد بڑھا دیا تو کل عدد ایک ہزار ایک سو تینتالیس ہو گئے۔ تاریخ برابر ہو گئی۔

سید ارشد کا عقد سادات باڑی کے معزز فرد قاضی سید حسن کی صاحبزادی بی بی عاصمہ کے ہمراہ ہوا جس سے ایک صاحبزادے مولوی سید غلام نبی اور ایک صاحبزادی رحمت النساء تھیں۔ رحمت النساء کے حالات بیان ہو چکے ہیں جن کا عقد سید مربی بن سید صادق کے ہمراہ ہوا۔

حضرت مولوی سید غلام نبی علیہ الرحمہ

سید غلام نبی نے ابتداء مدرسہ ملا قطب، گوپا مئو میں مختصرات کی تعلیم حاصل کی۔ ملا نظام الدین فرنگی محلی کے جلیل الشان شاگرد ملا کمال الدین فتحپوری جو علم و فن اور کمالات میں نصف النہار کے سورج کی طرح مشہور و معروف تھے، ان کے نام حضرت میر اسمٰعیل قدس اللہ سرہٗ کا سفارشی خط حاصل کرنے کے لئے سید غلام نبی براہ راست مسولی پہنچ کر

میر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت میر اسمٰعیل نے غور سے دیکھ کر فرمایا: غلام نبی آؤ! یہ حیرت میں پڑ گئے کہ میر صاحب نے نہ مجھے کبھی دیکھا اور نہ کبھی میرے آنے کی اطلاع پائی تو وہ مجھے کس طرح جانتے ہیں۔ میر صاحب نے فرمایا: سید ارشد کے بیٹے! میں نے کشف باطنی کے ذریعہ پہچانا۔ سید غلام نبی وہاں چند دن ٹھہرے اور سفارشی خط لکھنے کی درخواست کی۔ میر صاحب نے فرمایا کہ ملا کمال کے پاس فاضلین حصول برکت کے لئے سبق پڑھتے ہیں۔ ابھی صاحبزادے مبتدی درجات کے طالب علم ہیں لیکن میں سفارشی خط ضرور لکھوں گا۔ چنانچہ اپنی قرابت داری کا تذکرہ کرتے ہوئے بہت خوش اسلوبی کے ساتھ خط تحریر فرمایا جسے لے کر سید غلام نبی ملا کمال کی خدمت میں پہنچے۔ ملا کمال نے میر صاحب کے احترام اور لحاظ میں معمول کے خلاف ان کی تدریس اپنے ذمہ مقرر کر لی جبکہ ملا صاحب مختصرات بلکہ متوسطات کی کتابوں کا بھی درس نہیں دیتے تھے۔ بہت ہی توجہ اور مہربانی کے ساتھ سید غلام نبی کو پڑھایا۔ چنانچہ سید غلام نبی آخری درجات کی درسی کتابیں بھی ملا کمال الدین صاحب سے پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے اور خیر آباد کے مشہور محدث اور باکمال محقق حاجی صفت اللہ محدث سے سند حدیث حاصل کر کے گھر واپس آئے اور سید غلام اشرف عرف سید راہو کی صاحبزادی کرامت فاطمہ کے ساتھ نکاح کر کے دکن چلے گئے اور نواب والا جاہ کے صاحبزادے خیر الدین خاں کو تعلیم دینے کے لئے تین سو روپیہ مشاہرے کے عوض وہاں ملازم ہو گئے۔ ایک زمانے تک وہاں رہے پھر وطن واپس آ گئے۔ کرامت فاطمہ کے بطن سے آپ کے آٹھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں لیکن سبھی فوت ہو گئے اور آپ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اپنی والدہ کی وصیت کے مطابق سید محمد مسیح بن سید محمدی کی صاحبزادی فرحت فاطمہ کے ہمراہ عقد کیا۔ پہلے راجہ بینی بہادر کے وسیلے سے نواب شجاع الدولہ نے موضع جلالپور کی معافی سید غلام نبی صاحب کے نام کر دی جوان کے چچازاد بھائی ابوالمفاخر خان بہادر کی

جاگیر تھی۔ اس معافی نامہ کی ضبطی کے بعد سید تفضّل حسین خان بہادر کے ذریعہ موضع بخشی پور پرگنہ سرہ کا معافی نامہ نواب آصف الدولہ بہادر کے دربار سے ان کے نام جاری ہوا۔

سید غلام نبی پرہیز گاری اور عبادت و ریاضت میں اس مرتبہ کو پہنچے ہوئے تھے کہ سن بلوغ سے لے کر اخیر عمر تک آپ کی نماز تہجد کبھی قضا نہ ہوئی۔ فرائض پنج گانہ کی پابندی کا کیا پوچھنا؟ پوری زندگی کبھی کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کیا اور اپنی بیویوں کے علاوہ کسی صنف نازک سے واقفیت نہ تھی۔ باطنی ریاضتیں اس طور سے کیں کہ آپ کا قلب سلیم جاری ہو گیا تھا۔ آخر کار ۱۲۱۲ھ میں مرض موت میں مبتلا ہوئے یہاں تک کہ آخری وقت آ پہنچا۔ اس وقت ان کے شاگرد محراب علی موجود تھے۔ جانکنی کا عالم دیکھ کر انہوں نے کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا۔ مولوی سید غلام نبی صاحب نکسیر کے عارضے میں گرفتار ہونے کی وجہ سے منہ چادر سے ڈھکے رہتے تھے تاکہ مکھیاں تکلیف نہ دیں۔ انہوں نے چادر سے چہرہ نکال کر محراب علی سے فرمایا کہ یہ کلمہ طیبہ کی تلقین کر رہے ہیں، یہ اپنی خبر لیں۔ میرا قلب جاری ہے۔ ان کی تلقین کی مجھے حاجت نہیں ہے اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جان حق تعالیٰ کو سپرد کر دی۔ اس ناتواں نے حدیث شریف: "مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ" [جس کی زندگی کا آخری کلام کلمۂ طیبہ ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا] سے بلا حساب تاریخ وصال یوں برآمد کی کہ آخر کلام "لا الٰہ الا اللہ" ہے۔ اس کے اعداد ایک سو پینسٹھ ہوتے ہیں، اور جزا "دخل الجنۃ" کے اعداد ایک ہزار ایک سو اٹھارہ ہوتے ہیں۔ دونوں کو ملا کر ۱۲۱۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔

مولوی سید غلام نبی صاحب کے، دوسری اہلیہ سے چار بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے تین وفات پا گئے۔ صرف یہ ناکارہ [حضرت مصنف] ننگ خاندان باقی رہا۔ اس ناچیز نے میزان سے مختصر المعانی تک ساری کتابیں مولوی ابراہیم دکھنی کی خدمت میں رہ کر پڑھیں جو مولوی امیر حسن کی تعلیم کے لئے تشریف لائے تھے۔ مولوی ابراہیم صاحب

باکمال فاضل اور باعمل عالم تھے۔خاص کر مبتدی کی تعلیم میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ جب وہ کلکتہ تشریف لے گئے تو اس عاجز نے ملا حسن کے جید شاگرد، مشہور اور زبردست عالم ملا مبین صاحب کی خدمت میں فرنگی محل حاضر ہوا۔ملا مبین، ملا حسن کے داماد بھی تھے۔ میں نے ملا مبین سے سُلّم کا متن پڑھنا شروع کیا۔ابھی تصورات کی بحث ہی مکمل کی تھی کہ ملا مبین راہی جنت ہوئے۔ان کی تصنیفات میں: شرح سلم،شرح مسلم الثبوت، زواہد ثلثہ کے حواشی اور دیگر قیمتی کتابیں یادگار ہیں۔اس سال ملا نظام الدین کے صاحبزادے مولانا عبدالعلی فرنگی محلی اور شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بھی انتقال ہوا۔ ناچیز نے ان تینوں باکمال شخصیات کی تاریخ وفات آیت کریمہ:"اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ" سے نکالی ہے جو ۱۲۲۵ھ ہوتی ہے۔ملا مبین کے بھتیجے اور جلیل الشان شاگرد مولانا ولی اللہ، فرنگی محل کے بڑے علما میں شمار ہوتے ہیں۔ان کی قوت حافظہ اور ذکاوت وذہانت کا عالم یہ ہے کہ ساری درسی کتابیں نوک زبان پر رہتی ہیں اور بہت ہی خوش بیان اور خوش تقریر ہیں۔میں نے ان سے شرح سلّم کی ابتدا سے لے کر مسلَّم تک کی کتابیں پوری پڑھیں۔جس دن نواب سعادت علی خان بہادر کا انتقال ہوا اور غازی الدین حیدر تخت نشین ہوا، اسی دن میں فارغ التحصیل ہوا۔مولانا ولی اللہ کی تصنیفات میں پانچ جلدوں میں قرآن حکیم کی تفسیر، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ صدرا، زواہد ثلثہ کے حواشی، شرح مسلم اور دیگر کتابیں بھی ہیں جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔اس ذات بابرکات کا سایۂ ہمایوں اللہ تعالیٰ صاحبزادوں اور شاگردوں کے سر پر سلامت رکھے۔

اس ناتواں نے پہلے اپنے ماموں حسین میاں صاحب کی صاحبزادی حبیب فاطمہ کے ہمراہ عقد کیا جن سے ایک صاحبزادہ سید احمد عرف سید عالم پیدا ہوا اور اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔اس کے بعد سید حسین ماموں کی دوسری صاحبزادی سیدۃ النساء سے عقد ہوا جن کے بطن سے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں۔وہ سب اپنی والدہ کے ساتھ اللہ

کو پیارے ہو گئے۔ آخر کار میں نے سریہ [غیر کفو] سے نکاح کیا جس کے بطن سے بھی چار بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ چاروں بیٹے اور ایک بیٹی فوت ہو گئی۔ ایک بڑی بیٹی صفیہ، میر نواب کو بیاہی گئی، موجود ہے۔ اس کا حال بیان ہو چکا۔

پندرہ سال کی عمر میں سید عالم کا نکاح سید ثابت حسین کی صاحبزادی رئیس فاطمہ کے ہمراہ ہوا۔ یہ رشتہ اس کے ماموں نے طے کیا۔ سید عالم کے دو بیٹے: ریاض احمد اور فضل احمد اور ایک بیٹی فرحت فاطمہ پیدا ہوئی۔ فضل احمد شیر خوارگی کے زمانے میں ہی فوت ہو گیا۔ سید عالم کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی باقی ہے۔ اس کی اہلیہ بھی وفات پا چکی ہے۔ سید عالم جوانی کے زمانے میں ہی مولوی عبد الرحمٰن پنجابی سے بیعت ہے جو لکھنؤ کے مشہور گوشہ نشین، مجرد اور متوکل شیخ طریقت ہیں۔ جادۂ استقامت پر مضبوطی کے ساتھ گامزن ہیں جو کرامت سے اونچا مرتبہ ہوتا ہے۔ مولوی عبد الرحمٰن پنجاب میں اپنے بزرگوں سے بیعت تھے لیکن اس دیار مشرق کے سارے مشائخ آستانہ سے بھی اجازت وخلافت رکھتے تھے جیسے شاہ کریم عطا سلونی، شاہ قدرت اللہ صفوی کے جانشین میاں پیر بخش، شیخ احمد ردولوی کے سجادہ نشین شاہ فقیر احمد اور حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی کے پوتے شاہ غلام علی وغیرہ مشائخ سے اجازت وخلافت کا شرف رکھتے تھے۔ لیکن اکثر لوگوں کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رزاقیہ میں بیعت کرتے تھے۔ سید عالم بھی ان سے اسی سلسلہ میں مرید ہے۔ ایک زمانے سے سید عالم، لباس ترک کر کے احرام پوش ہو کر مشائخانہ انداز میں زندگی گذارتا ہے۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے۔ سال میں تین مہینے رجب، شعبان اور رمضان کا روزہ پابندی سے رکھتا ہے۔ باقی سال پابندی کے بغیر اکثر وبیشتر روزہ دار رہتا ہے۔ چلہ کشی، اسماء کی دعوت اور ادعیہ و اذکار میں مصروف رہتا ہے۔ ابھی لکھنؤ میں ہے۔

اس کے بیٹے ریاض احمد کا عقد میر عنایت علی بن میر غلام علی کی صاحبزادی الطاف فاطمہ کے ساتھ ہوا مگر ابھی تک کوئی اولاد نہیں۔ سید عالم کی بیٹی فرحت فاطمہ کا عقد

میر عنایت علی کے بیٹے حسین علی کے ساتھ ہوا۔ریاض احمد عرف جیون بھی مولوی عبدالرحمٰن پنجابی کے مرید وخلیفہ حسین بخش خاں کا مرید ہے۔شیخی کی وضع اختیار کر رکھی ہے لیکن صوم و صلوٰۃ کا پابند نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے۔

سید بدلے بن سید حسین کے دو صاحبزادے تھے:سید ابراہیم اور سید طیب۔سید ابراہیم کی بھی کوئی اولاد نہیں ہے۔

سید طیب کا عقد مخدوم اللہ دیا خیر آبادی کے حقیقی بھتیجے سید مخدوم رکن الدین کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔سید واڑہ کے قبیلے بدلے زئی کے جد اعلیٰ سید بدلے کے بیٹے سید عمر،سید مخدوم رکن الدین سے ہی بیعت تھے۔کمال عقیدت کے ساتھ وہ اپنے شیخ کو ان کی اہلیہ اور بیٹی کے ساتھ خیر آباد سے بلگرام لے آئے اور یہیں سید مخدوم رکن الدین کے رہنے کے لئے حویلی اور دائرہ تعمیر کیا تھا۔سید طیب کے چار صاحبزادے تھے:۱-سید نعمت اللہ،۲-سید منعم،۳-سید خضر،۴-سید تاج الدین حجرہ نشین۔سید منعم اور سید خضر کی کوئی اولاد نہ رہی۔

سید تاج الدین

سید تاج الدین مادرزاد ولی تھے۔مخدوم رکن الدین نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور خود پرورش کی اور اپنی ساری جائداد اُن کے نام لکھ دی۔سید تاج الدین بچپن کے زمانے میں ایک دن اپنی نانی کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے۔مخدوم کی اہلیہ ان کو بہت شفقت سے دیکھ رہی تھیں کہ اچانک اپنے وفات یافتہ بچوں کی یاد میں ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس کے چند قطرے اس بچے کے چہرے پر گرے۔سید تاج الدین نے رونے کی وجہ پوچھی۔ان کی ستر سالہ نانی نے جواب دیا کہ کم نصیبی کی وجہ سے میری اولاد قضا کر گئی۔

اب دوسرے کی اولاد کو فرزندی میں لے رکھا ہے۔ ڈرتی ہوں کہ نحوست اس بچے میں نہ اثر کر جائے۔ سید تاج الدین نے کہا کہ آپ کو بیٹا ہوگا۔ ان کی نانی نے کہا: خاموش! بچے نے پھر وہی بات دہرائی۔ ان کی نانی نے کہا کہ میں ستر سال کی ہو چکی ہوں، سن ایاس رکھتی ہوں، میرا شوہر بوڑھا ہے۔ بھلا مجھے اولاد سے کیا سروکار؟ سید تاج الدین نے تیسری بار کہا کہ نانی آپ کو بیٹا پیدا ہوگا۔ ان کی نانی نے اپنا ہاتھ ان کے منہ پر رکھ دیا اور کہا: خاموش! جب مخدوم رکن الدین گھر آئے تو ان کی اہلیہ نے یہ واقعہ بیان کیا۔ آخرکار اللہ کے حکم سے جبکہ میاں بیوی ستر سال کے تھے، مخدوم کی اہلیہ حاملہ ہو گئیں۔ جب حمل نمایاں ہونے لگا تو مارے شرم کے وہ کسی کے سامنے کھڑی نہ ہوتیں اور چادر کی آڑ میں بیٹھی رہتیں۔ نو مہینے کے بعد ان کے یہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام شاہ محمد رکھا گیا۔ میاں ٹولہ کے سارے افراد شاہ محمد کی اولاد ہیں۔ جب شاہ محمد شعور کی عمر کو پہنچے تو سید تاج الدینؒ نے اپنے نام مخدوم رکن الدین کا تحریر فرمودہ ہبہ نامہ لوٹا دیا۔ مخدوم اسے کسی طور سے قبول نہیں کر رہے تھے تو سید تاج الدین نے عرض کی: میں اس زمانے میں مستحق تھا جب یہ نہیں تھے۔ اب جبکہ وارث پیدا ہو گیا تو میں مستحق نہیں ہوں۔ بفضلہٖ تعالیٰ میرے دادا کا ترکہ بہت ہے۔ آخر بہت کوشش سے ساری موہوبہ جائداد انہیں واپس کی۔ صرف خرقہ اور اوراد کی کتاب اپنے پاس رکھی۔ مخدوم نے فرمایا: میری زمینداری کی چند بسوہ زمین میری خاطر اپنے پاس رکھو۔ سید تاج الدین نے اسے قبول کر لیا۔

جب سید تاج الدین سن بلوغ کو پہونچے تو دنیاداروں سے دور رہتے تھے اور اکثر و بیشتر شہر کے باہر باغ میں اذکار و اوراد اور کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ اسی جگہ ایک مجذوب شاہ پیارے وارد ہوئے۔ سید تاج الدین ان سے بیعت ہو کر خود بھی مجذوب اور حواس سے بیگانہ ہو گئے۔ ایک زمانے تک جذب کی حالت میں رہے۔ جب سلوک کے مرتبے پر پہنچے تو اپنے باغیچہ میں اتر کی جانب ایک حجرہ تعمیر کرایا اور اس

میں گوشہ نشین ہو گئے۔ حجرے سے باہر نکلتے ہی نہیں تھے۔اسی لئے انہیں لوگ حجرہ نشین اور ہندی میں کوٹھریا کہتے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات گرم ہوا تھی، وہ اپنے احباب کے ساتھ شہر سے باہر آئے۔ ہوا جبکہ بہت گرم تھی، انہوں نے اپنے احباب سے کہا کہ شاید اس بڑے درخت کی چوٹی پر کوئی ٹھنڈی ہوا ہو جو سوزش کو دور کرے۔ فوراً اڑے اور درخت کے سرے پر جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر بیٹھے رہے پھر واپس آ گئے۔ان کی اس کرامت کا شور مچ گیا۔

سید تاج الدین کہا کرتے تھے کہ ہمارے پیر نے مجھے ایک جگہ بٹھایا اور پھر بھول گئے۔ ایک ہفتہ بعد آ کر پوچھا: کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی کہ حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں سے تنہائی کی وحشت دور رکھی ہے۔انہوں نے جب یہ بات سنی تو فرمایا: تمہارا کام مکمل ہو گیا۔قاسم اسرار جیسے نہایت عالی مرتبت مرد کامل، سید تاج الدین ہی کے مرید تھے۔قاسم اسرار کے مریدوں میں سانڈی کے صاحب ولایت بزرگ میر اللہ بخش معروف بہ زندہ پیر ہیں۔

سید تاج الدین کے ایک صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔صاحبزادے کا نام سید بدیع الدین عرف سید ننھا ہے جن کا عقد پہلے اپنے چچا سید نعمت اللہ کی صاحبزادی سے ہوا۔ان کے فوت ہو جانے کے بعد سید غلام مصطفیٰ بن سید حبیب کی صاحبزادی کے ہمراہ نکاح ہوا جن سے دو بیٹے: سید داراب اور سید حافظ محمدی اور تین بیٹیاں تولد ہوئیں۔ سید داراب کی پہلی اہلیہ سید شاہ میر بن سید نعمت اللہ کی صاحبزادی بی بی پتنی تھیں جن سے دو بیٹے: ۱-سید بھیکہ اور،۲-سید مبارک عرف سید مکھن پیدا ہوئے اور دوسری بیوی سے تین بیٹے:۱-سید محمد نعیم ،۲-سید محمد زماں اور،۳-سید روشن اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔ سید نعیم خانۂ کعبہ کی زیارت کو گئے تو پھر واپس نہیں آئے۔لیکن ان سبھوں کی اولاد میں کوئی بھی باقی نہ رہا۔

سید بھیکہ

سید بھیکہ بن سید داراب کا عقد سید ابراہیم بن سید شاہ میر کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ان کے تین بیٹے تھے:۱-سید غلام محی الدین،۲-سید عبدالحکیم اور،۳-سید مظہر علی اور تین بیٹیاں تھیں۔سید غلام محی الدین کا عقد سید اسمٰعیل کی بڑی بیٹی سے ہوا۔ان سے ایک بیٹی تھی جس کا نکاح سید نوازش علی بن سید خلیل الرحمٰن کے ساتھ ہوالیکن کوئی اولاد نہ چھوڑی۔سید عبدالحکیم کا نکاح سید سعد الدین ابراہیم کی بیٹی سے ہوا،اولاد نہ رہی۔سید مظہر علی کا عقد قاضی پٹن فرشوری کی صاحبزادی معصومہ بی بی کے ساتھ ہوا۔ان سے دو بیٹے :۱-سید سلامت علی اور،۲-سید دوست دار علی عرف چھیدا میاں اور ایک بیٹی نیازو بی بی تھیں۔سید سلامت علی کا عقد سید غلام علی کی بڑی صاحبزادی رعایت فاطمہ کے ساتھ ہوا جن سے دو صاحبزادیاں: بہار فاطمہ اور ہدایت فاطمہ تھیں۔دونوں شادی شدہ اور صاحب اولاد ہوکر دنیا سے رخصت ہوئیں لیکن نسل باقی نہ رہی۔سید دوست دار علی نے شادی نہیں کی۔بنارس میں تھے،وہیں وفات پائی۔

سید مبارک: سید مبارک عرف سید مکھن کی شادی محمد صادق بن عاقبت محمود بن شاہ رکن الدین کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جن سے تین بیٹے ہوئے:

۱-سید امان اللہ ۲-سید محمد ۳-سید غلام نبی

سید امان اللہ: سید امان اللہ کا نکاح مخدوم زادگان سنڈیلہ کے گھرانے میں ہوا جس سے ایک صاحبزادے سید غلام علی تھے۔سید غلام علی کا عقد سید طالب علی نبی زئی کی صاحبزادی لادی بی بی کے ہمراہ ہوا۔ان کے چار صاحبزادے تھے:

۱- سید ناد علی،۲- سید تراب علی،۳- سید عنایت علی،۴- سید نثار علی

اور دو بیٹیاں: رعایت بی بی اور گلزار بی بی تھیں۔

سید نادعلی کا عقد نثار و بی بی بنت سید مظہر علی کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید حافظ علی تھے جو عین جوانی میں انتقال کر گئے۔ سید تراب علی کا نکاح شیخ محمد تقی فرشوری کی بیٹی سے ہوا جس سے دو بیٹے ہوئے اور دونوں شیر خوارگی کے زمانے میں وفات پا گئے اور ان کی اہلیہ بھی فوت کر گئیں۔ سید تراب علی اٹھاسی سال کی عمر میں ابھی موجود ہیں۔ سید عنایت علی کا نکاح میر ریاست علی کی بیٹی حمایت فاطمہ کے ساتھ ہوا جن سے ایک بیٹا سید حسین علی اور چار بیٹیاں: ۱- محمدی، ۲- الطاف فاطمہ، ۳- اولاد فاطمہ اور، ۴- حسینی تھیں۔ سید حسین علی بن سید عنایت علی کا عقد سید عالم کی بیٹی فرحت فاطمہ کے ساتھ ہوا۔ ان سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن میں تین انتقال کر گئے اور دو بیٹے: سید محمد فاضل اور سید علی موجود ہیں۔ اللہ انہیں زندہ رکھے۔

محمدی کا نکاح سید مرتضیٰ بن حاجی سید باسط علی کے ساتھ ہوا جس سے ایک مردہ لڑکا پیدا ہوا۔ اسی صدمے میں محمدی کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد سید مرتضیٰ کے ساتھ حسینی کا نکاح ہوا۔ الطاف فاطمہ کا عقد سید عالم کے بیٹے سید ریاض احمد کے ساتھ ہوا۔ اولاد فاطمہ کا نکاح سید نیاز حسن خان بہادر کے چھوٹے بیٹے سید حسین کے ساتھ ہوا۔

سید نثار علی کا پہلا نکاح سید نیاز حسن خان کی بیٹی جینی بی بی کے ساتھ ہوا۔ اس سے ایک بیٹی امداد فاطمہ پیدا ہوئی جس کا عقد سید طفیل احمد بن سید کرم علی کے ساتھ ہوا۔ جینی بی بی کے فوت ہونے کے بعد سید کرم علی کی بیٹی زینب فاطمہ کے ساتھ سید نثار علی کا عقد ہوا۔ اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور دونوں میاں بیوی انتقال کر گئے۔

رعایت بی بی کا نکاح سید سلامت علی بن سید مظہر علی کے ساتھ ہوا اور گلزار بی بی کا نکاح میر امداد حسین بن غلام حسین قاضی کے ہمراہ ہوا۔ یہ واسطی بلگرامی سادات سے ہیں، فی الحال باڑی میں رہتے ہیں۔ رعایت بی بی کا تذکرہ آچکا ہے۔ گلزار بی بی کی اولاد باڑی میں ہے۔

سید محمد بن سید مبارک کا نکاح سید بھیکہ کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا جس سے

ایک بیٹا سید اولاد محمد ہے جس کا نکاح سید بہرہ مند علی حاتم زئی کی بیٹی کے ساتھ ہوا۔ سید اولاد محمد کا بھی ایک بیٹا سید بندہ علی تھا جس کا عقد شیخ چراغ نبی فرشوری کی بیٹی بسی بی بی کے ساتھ ہوا۔ اس سے دو بیٹے: سید عوض علی اور سید کرامت علی پیدا ہوئے۔

سید عوض علی کا نکاح سید حمایت علی کا کلی بدلے زئی کی بیٹی کے ساتھ ہوائے۔
اس کا ایک کم سن بیٹا سید اولاد علی اور ایک بیٹی حسینی موجود ہے جس کا نکاح سید مہدی علی بن سید علی احمد کے ساتھ ہوا۔

سید کرامت علی کا عقد شیخ امین الدین قدوائی کی بیٹی کے ساتھ ہوا جس سے ایک بیٹا سید احمد حسن موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے زندہ وسلامت رکھے۔ سید کرامت علی عین حالت شباب میں اسی سال فوت ہوا۔ اس ناتواں نے اس کی تاریخ وفات یہ کہی۔

کرامت علی چوں بعین شباب — شدہ راہ پیمائے خلد از جہاں
جہاں شد بچشم عزیزاں پیش — ہمہ تیرہ از ماتم نوجواں

۱- کرامت علی جب عین عالم شباب میں دنیا سے راہی جنت ہوا۔
۲- تو اس کے بعد ایک مرگ جواں کے ماتم کی وجہ سے عزیزوں کی نگاہ میں دنیا تاریک ہوگئی۔

سید غلام نبی بن سید مبارک کا نکاح سید عبدالعزیز بن سید محمدی کی بیٹی فضیلت فاطمہ کے کے ہمراہ ہوا جس سے ایک بیٹی فضل فاطمہ تھی جس کا عقد سید نہال احمد بن سید کمال احمد کے ساتھ ہوا۔

سید محمدی بن سید بدیع الدین زبردست فاضل، عارف کامل اور حافظ قرآن تھے۔ علم تصوف میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ خلوت اور گوشہ نشینی نہیں اختیار کی بلکہ شاہ عالم بہادر شاہ کے دربار میں خاص قرب رکھتے تھے۔ بادشاہ مرحوم آپ کی بہت عزت اور ادب کرتا تھا۔ ایک دن خلوت میں بادشاہ سے گفتگو ہو رہی تھی اور سید محمدی بادشاہ کے زانو پر ہاتھ مار کر گفتگو کر رہے تھے۔ وزیر نے ٹہوکا دیا کہ ادب ضروری ہے کہ بادشاہ ظل اللہ ہوتا ہے۔

بادشاہ نے کہا: کچھ مت کہو۔ یہ خدا رسیدہ درویش ہیں۔ سید محمدی بہت ہی بلند مشرب اور عالی حوصلہ تھے۔ جو درویش بھی ان کے ساتھ پھل کھالیتا، ان کا اطاعت گذار ہو جاتا۔

ایک دن ایک شیخ وقت سے ملاقات کی۔ دوران گفتگو اس بزرگ پہ رقت طاری ہو گئی۔ سید محمدی نے کہا: آپ سقائی کرر ہے ہیں۔ بزرگ نے کہا: یہ بات میں بھی جانتا ہوں۔ سید محمدی نے کہا: یہ نفس [کی بات] ہے۔ توحید میں من وتو کی گنجائش نہیں ہوتی۔ سید محمدی کا وصال ۱۱۲۳ھ میں ہوا۔ میر عبد الجلیل بلگرامی نے آپ کی تاریخ وفات ''رضوان اللہ'' سے برآمد کی ہے۔

سید محمدی کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ حافظ حاجی سید محمد کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ حافظ سید عبد العزیز کا نکاح سید فرید الدین عرف حاجی بدلے کی صاحبزادی عفیفہ کے ہمراہ ہوا۔ حافظ سید عبد العزیز بعد میں لاپتہ ہو گئے۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں: ۱- خیر النساء جس کا عقد سید محمد سجاد کے ساتھ ہوا۔ اس کے ایک صاحبزادے سید امداد حسین تھے جس کا نکاح میر محمد فاضل کی بیٹی پسندا بی بی کے ساتھ ہوا لیکن کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ حافظ سید عبد العزیز کی دوسری صاحبزادی فضیلت فاطمہ تھی جس کا نکاح سید غلام نبی بن سید مبارک کے ہمراہ ہوا۔

سید محمد مسیح کلام اللہ کے حافظ تھے۔ ان پر حد درجہ استغراق طاری رہتا تھا۔ اکثر امام کے ساتھ نماز باجماعت پڑھتے۔ یہ رکوع یا سجدے ہی میں پڑے رہتے اور امام نماز پوری کر لیتا تھا۔ جب ہوش میں آتے تو نماز دہراتے۔ آپ کی اہلیہ بھوٹی بی بی بنت سید محمد صادق سے آپ کے پانچ بیٹے تھے: ۱- سید محمد فاضل، ۲- سید غلام مصطفےٰ، ۳- سید رحم علی، ۴- سید حسین فضل اللہ، ۵- سید حسن علی اور دو صاحبزادیاں: ۱- سلامت فاطمہ، اور ۲- فرحت فاطمہ تھیں۔

سید محمد فاضل کا نکاح سید نذر محمد کی بیٹی مینڈا بی بی کے ساتھ ہوا جس سے ایک بیٹا میر ریاست علی اور ایک بیٹی پسندا بی بی تھی۔ میر ریاست علی کا نکاح چچازاد بہن علیمن

بی بی بنت میر رحم علی کے ہمراہ ہوا۔ اس سے ایک بیٹا سید محمد جعفر اور چار بیٹیاں: حمایت فاطمہ، حیات فاطمہ، امتیاز فاطمہ اور سادات فاطمہ تھیں۔ سید محمد جعفر کا نکاح صفت فاطمہ بنت میر ثابت حسین کے ساتھ ہوا۔ یہ دونوں میاں بیوی عالم شباب میں انتقال کر گئے۔ حمایت فاطمہ کا نکاح میر عنایت علی بن میر غلام علی کے ساتھ ہوا۔ حیات فاطمہ کا عقد حاجی سید باسط علی بن علی مرتضیٰ کے ہمراہ ہوا۔ امتیاز فاطمہ کا نکاح سید ابن حیدر بن غلام قادری کے ساتھ ہوا اور سادات فاطمہ کا نکاح اولاد احمد بن حاجی آل احمد کے ہمراہ ہوا۔ یہ سبھی موجود ہیں۔

سید غلام مصطفیٰ کا نکاح بھوٹی بی بی بنت سید جان نبی زئی کے ہمراہ ہوا۔ یہ لاولد فوت ہوئے۔

سید رحم علی صاحب دل اور رقیق القلب انسان تھے۔ ان کا نکاح غلام حسین بدلے زئی عرف کالیہ کی صاحبزادی سونی بی بی کے ساتھ ہوا۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں: علیا فاطمہ اور اصالت فاطمہ۔ علیا فاطمہ کا نکاح میر ریاست علی بن میر محمد فاضل کے ہمراہ ہوا اور اصالت فاطمہ کا نکاح سید کرم علی بن سید ذوالفقار حیدر کے ساتھ ہوا۔

سید حسین فضل اللہ بڑے صاحب باطن اور درویش کامل تھے۔ حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ شاہ عبد الرزاق صاحب سے مرید تھے۔ اس ناچیز نے ان کی بہت سی کرامتیں دیکھی ہیں۔ ان میں سے بعض کرامات درج ذیل ہیں:

[۱] سید حسین فضل اللہ کے خدام میں ایک مرزا ہینگا بیگ تھے جنہوں نے اولاد کی خواہش میں بڑھاپے میں شادی کی۔ اس زوجہ سے بھی کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی۔ ایک دن اس کی بیوی نے اس کو طعنہ دیا کہ ہر وقت میاں صاحب کی خدمت کرتے ہو اور میاں صاحب کے باطنی تصرف سے تمہیں ایک بیٹا بھی نصیب نہ ہوا۔ مرزا ہینگا بیگ معمول کے مطابق میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رخصت کے وقت میاں صاحب نے فرمایا: پیغام کا چھپانا مناسب نہیں۔ مرزا ہینگا بیگ نے عرض کیا کہ غلام کا قصور نہیں ہے۔

آپ کی کنیز نے حماقت کی وجہ سے جو کہا ہے، وہ آپ پر ظاہر ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا: ایک بیٹا ہوگا جس کا نام پیر بیگ، دوسرا بیٹا ہوگا جس کا نام اسد بیگ، تیسرا بیٹا ہوگا جس کا نام...... اس طریقے سے پانچ بیٹوں کا نام آپ نے زبان مبارک سے لیا پھر فرمایا: ایک بیٹی بھی پیدا ہوگی۔ اس کا نام بھی بیان فرمایا۔ چنانچہ میاں صاحب کے فرمانے کے مطابق پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئی اور ان کے وہی نام رکھے گئے جو میاں صاحب نے بیان فرمائے تھے۔ ابھی سب بچے بقید حیات ہیں۔

﴿۲﴾ میاں صاحب [حضرت سید حسین فضل اللہ] کے معتقد خادم میاں اسد اللہ بن میاں والی محمد تیر انداز کے دائیں شانے پر ایک پھوڑا نکل آیا اور عرصۂ دراز تک رہا، یہاں تک کہ ناسور کی صورت اختیار کر گیا۔ تین سال تک یہ پھوڑا بہتا رہا۔ ایک دن حسین میاں صاحب نے فرمایا کہ ہمارے اجداد میں ایک بزرگ جناب سید اسمٰعیل مسولوی قدس سرہٗ تھے، زبردست باطنی طاقت رکھتے، بڑے خدارسیدہ بزرگ تھے۔ ان کے صاحبزادے کی پیٹھ پر ایک بہت مہلک پھوڑا ہو گیا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ پوری پیٹھ پھوڑا ہو گئی۔ جراحوں نے جواب دے دیا۔ آخر میر اسمٰعیل صاحب تشریف لائے اور صاحبزادے کی پیٹھ پر اپنا دست مبارک پھیرا، زخم فوراً مندمل ہو گیا۔ حسین میاں صاحب فرماتے ہیں کہ جناب میر اسمٰعیل صاحب تو باکمال بزرگ تھے، میری کیا حقیقت؟ پھر بھی دیکھوں کہ ناسور کہاں ہے؟ ناسور کی جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو بفضلہٖ تعالیٰ شفائے کلی حاصل ہو گئی۔

﴿۳﴾ بازید خان افغانی خود کو درویش سمجھتا تھا اور اس زمانے کے سارے مشائخ پر طنز کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے سب کو دیکھا ہے اور ان سے توجہ لی ہے لیکن ہندوستانی مثل کے مطابق 'اونچی دکان، پھیکے پکوان' کا منظر پایا۔ اکثر و بیشتر حسین میاں صاحب کے پاس بھی آتا جاتا۔ میاں صاحب کی عادت تھی کہ رات کے پہلے پہر کھانا کھا کر سو جایا کرتے اور جب سب لوگ نیند میں ہوتے تو بیدار ہو کر تخت پر بیٹھ جاتے اور باقی رات

ذکرو شغل میں گذارتے۔ کبرسنی کے سبب جب ضبط کی طاقت کم ہوگئی تھی، صبح کے وقت ضبط کا یارانہ رہتا اور نعرے بلند کرتے تھے۔ ایک دن ناچیز بھی اسی جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ بازید خان آکر بیٹھ گیا اور توجہ دینے کی درخواست کی۔ میاں صاحب اولاً تو اسے لطیف حیلوں سے ٹالتے رہے۔ جب اس کا اصرار بڑھا تو میاں صاحب نے فرمایا: تو توجہ لے گا! اس نے عرض کی کہ اسی کی تو درخواست ہے۔ دو تین بار اسی قسم کے کلمات کا تبادلہ ہوتا رہا۔ تیسری بار فرمایا: تیار ہو جا اور تکیہ چھوڑ کر بیٹھ گئے اور ایک زور کا نعرہ لگایا۔ میں نے دیکھا کہ نعرہ کی آواز سننے سے ہی بازید خان لرزنے لگا اور جس مونڈھے پر بیٹھا تھا، وہ ہلنے لگا۔ میاں صاحب نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ چار گھڑی سے میرا دماغ کھا رہا ہے اور ایک نعرہ برداشت کرنے کی بھی طاقت نہیں۔ آخر میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں سرخ ہیں اور بے حواس ہو کر نشے کی سی کیفیت میں بیٹھا ہے۔ میں نے اس کے گھر اطلاع بھیجی تو اس کے غلام آئے اور اسے دونوں بغل سے پکڑ کر اپنی پیٹھ پر لادا اور کھینچتے ہوئے گھر لے گئے۔ ظہر کے وقت تک اسی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد میاں صاحب کا معتقد ہو گیا۔ کہتا تھا ایسی زبردست باطنی طاقت والا درویش میں نے نہیں دیکھا۔

حضرت سید حسین فضل اللہ ۲۹ رشعبان ۱۲۴۰ھ کو اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی جانب کوچ کر گئے۔ ناچیز نے آپ کی تاریخ وصال "نوراللہ مضجعہ" سے برآمد کی ہے۔

حضرت سید حسین فضل اللہ کا نکاح شاہ غلام غوث بن ہادی میاں کی صاحبزادی خیر النساء کے ہمراہ ہوا جن سے بہت سی اولاد پیدا ہوئیں لیکن دو صاحبزادے: ۱-سید ثابت حسین، ۲-سید بشارت حسین اور دو صاحبزادیاں: ۱-حب فاطمہ، ۲-سیدۃ النساء عالم شباب کو پہنچیں۔

سید ثابت حسین کا نکاح سید محمد علی بن نذر علی کی صاحبزادی اکھانی بی بی کے ہمراہ ہوا۔ سید ثابت کی اس اہلیہ سے بہت سی اولاد پیدا ہوئی لیکن چار بیٹیاں حد بلوغ کو پہونچیں: ۱-آل فاطمہ جس کا نکاح سید واسطی بن سید غلام قادری کے ساتھ ہوا، ابھی

حیات ہے۔ ۲-رئیس فاطمہ جس کا عقد ناچیز کے بیٹے سید عالم کے ساتھ ہوا۔ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئی۔ ۳-صفت فاطمہ جس کا نکاح سید محمد جعفر بن میر ریاست علی کے ساتھ ہوا تھا، انتقال کر گئی۔ ۴-صیانت فاطمہ کا عقد سید نیاز حسن خان بہادر کے صاحبزادے سید ابن حسن کے ساتھ ہوا۔ابھی زندہ اور قائم ہے۔

سید ثابت حسنین نے اولاد کی خواہش میں میٹھے مدار کی اولاد میں سے میر سخاوت علی کنتوری کی صاحبزادی زینب کے ساتھ شادی کی مگر کم نصیبی سے اس سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔سید ثابت اور ان کی دوسری اہلیہ دونوں فوت ہو گئے۔

سید بشارت حسین عنفوان شباب میں دکن کی جانب گئے اور وہیں انتقال کر گئے۔

سید حسین فضل اللہ کی دونوں صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ناچیز کے عقد میں آئیں۔سید حسن علی [سید محمد مسیح کے پانچویں صاحبزادے] جو قریب البلوغ تھا، اس پر دیوار گر پڑی اور وہ جاں بحق ہو گیا۔

سید محمد مسیح کی دونوں صاحبزادیوں سلامت فاطمہ اور فرحت فاطمہ میں سے پہلی سید سبحان احمد بن سید عبدالرسول کے ساتھ بیاہی گئی اور دوسری کا عقد سید غلام نبی بن سید ارشد کے ساتھ ہوا۔لحافظ سید محمدی کی بیٹی کا نکاح سید نذر محمد بن سید ابوالقاسم کے ساتھ ہوا جس کا حال گزر چکا ہے۔

سید نعمت اللہ بن سید طیب کے ایک صاحبزادے شاہ میر تھے جو ولی کامل اور صاحب دعوت عامل تھے۔ان کا نکاح سید محمد بن سید پیارہ کی صاحبزادی کے ہمراہ ہوا جن سے دو بیٹے: ۱- سید عبدالکریم ، ۲-سید ابراہیم اور ایک صاحبزادی تھیں۔

سید عبدالکریم زمانہ کے بہادروں میں شمار ہوتے تھے جن کا عقد سید جعفر بن سید کمال کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔گجرات میں نواب مبارز الملک سر بلند خان کی رفاقت میں اچھی زندگی بسر کر رہے تھے۔ربیع الثانی ۱۱۴۳ھ میں نواب مبارز الملک کی راجہ ابے

سنگھ کے ساتھ جنگ ہوئی۔ اسی جنگ میں سید عبد الکریم بھی شہید ہو گئے۔ ان کے ایک صاحبزادے سید خلیل الرحمن تھے جن کا عقد سید کمال بن سید حسین کے خاندان میں ہوا۔ ان کے دو صاحبزادے: سید اسد علی اور سید نوازش علی اور ایک صاحبزادی صحمی بی بی تھیں جن کا نکاح سید عبد الرسول کے ساتھ ہوا تھا۔

سید اسد علی کا عقد سید امان اللہ کی بیٹی حیات بی بی کے ہمراہ ہوا تھا جن سے ایک صاحبزادے سید ذوالفقار حیدر تھے۔

سید ذوالفقار حیدر کا نکاح سید عبد الرسول کی بیٹی رحم بی بی کے ساتھ ہوا جن سے پانچ بیٹے: ۱-سید دلدار حیدر، ۲-سید شرافت علی، ۳-سید کرم علی، ۴-سید آل محمد، ۵-سید آل احمد اور ایک بیٹی میناتھیں جو سید نیاز حسن خان بہادر کے عقد میں آئیں۔

سید دلدار حیدر کا عقد سید جمال احمد بن میر اسمٰعیل کی صاحبزادی چہار بی بی کے ہمراہ ہوا جس سے تین بیٹیاں تولد ہوئیں:

۱- چاندابی بی۔ ان کا عقد سید نیاز حسن خان بہادر کے ساتھ ان کی پہلی اہلیہ کے فوت ہو جانے کے بعد ہوا۔

۲- بی بی بتول، جن کا نکاح سید احمد بن کرم علی کے ساتھ ہوا۔ یہ دونوں حیات ہیں۔

۳- تیسری بیٹی فاطمہ کا عقد سید محمد احمد بن سید گلزار احمد مسولی کے ساتھ ہوا۔ یہ فوت ہو گئی اور کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

سید شرافت علی کا نکاح دانشمند علی مسولی کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ یہ لاولد ہی دنیا سے رخصت ہوئے۔

سید کرم علی کا عقد سید رحم علی بن سید محمد مسیح کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ اس سے دو صاحبزادے: سید احمد اور سید طفیل احمد اور ایک صاحبزادی زینت فاطمہ تھیں۔ سید احمد کا عقد اپنے چچا سید دلدار حیدر کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ ان سے دو صاحبزادے: امیر

احمد اور نصیر احمد ہیں۔ امیر احمد کا نکاح سید نیاز حسن خان کی صاحبزادی ظہور فاطمہ کے ساتھ ہوا جس سے ایک پانچ سال کی صاحبزادی فاطمہ بیگم موجود ہے۔ سید نصیر احمد کا نکاح سید ابن حسن بن سید نیاز حسن خان کی صاحبزادی کے ہمراہ ہوا۔ سید نصیر احمد کا اب تک ایک صاحبزادہ سید حسین احمد ہے۔ سید طفیل احمد بن سید کرم علی کا نکاح میر نثار علی کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا جس سے ابھی کوئی اولاد نہیں۔ سید آل محمد بن سید ذوالفقار حیدر غیر شادی کیئے انتقال کر گئے۔

سید ذوالفقار حیدر کے چھوٹے صاحبزادے سید آل احمد حاجی الحرمین ہیں، ان کا عقد مسنون سید سلامت علی کی بیٹی سے ہوا۔ اس اہلیہ کے فوت ہو جانے کے بعد دوسرا عقد سادات کے کنتوُر کے خاندان میں بی بی نجیبہ بنت میر سبحان احمد کے ہمراہ ہوا جس سے دو صاحبزادے: اولاد احمد اور عبداللہ اور ایک صاحبزادی سکینہ موجود ہے۔ سید اولاد احمد قرآن حکیم کے حافظ، صالح اور متقی فرد ہیں جن کا نکاح سید ریاست علی بن میر محمد فاضل کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ ان سے اب تک دو صاحبزادیاں: رحم فاطمہ اور سیادت فاطمہ ہیں۔

حاجی آل احمد کے چھوٹے صاحبزادے سید عبداللہ بھی حافظ قرآن ہیں اور ابھی دینی طالب علم ہیں۔ کانپور میں مولوی سلامت صاحب کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ حاجی آل احمد کی بیٹی سکینہ کا عقد سید محمود احمد بن سید مراد احمد مسولی کے ہمراہ ہوا۔

سید نوازش علی کا نکاح سید غلام محی الدین بن سید بھیکہ کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ شجاع الدولہ کی انگریزوں کے ساتھ بکسر میں جنگ ہوئی۔ سادات بیچ بھیا میں سے دو شخص سید نوازش علی اور سید محمد عطا جنگ میں زخمی ہو کر گر پڑے۔ جنگ کے بعد سید عطا کو تو لوگ اٹھا کر لے آئے اور وہ صحت یاب ہو گئے لیکن میر نوازش علی تین دن تک لاشوں کے درمیان پڑے رہے۔ ایک شخص روزانہ آتا اور حلوہ اور پانی کا آبخورہ پہنچا جاتا۔ تین دن کے بعد لوگ لاشوں کو دفن کرنے گئے تو میر نوازش علی کو ان کے درمیان زندہ پا کر اٹھا لائے

اور علاج معالجہ شروع ہوا۔ زندگی باقی تھی، اس لئے شفا پا گئے۔ جب میر نوازش علی اپنے وطن مسولی اپنے مرشد حضرت میر اسمٰعیل صاحب کی خدمت میں پہنچے تو شکایت کی کہ میں تین دن تک لاشوں کے درمیان پڑا رہا اور آپ نے خبر نہ لی۔ حضرت میر صاحب نے مسکرا کر فرمایا: حلوہ کھالیا اور بھول گئے۔ اس وقت سید نوازش علی کو پتہ چلا کہ حضرت میر اسمٰعیل صاحب حلوہ پہنچاتے تھے۔

سید ابراہیم بن سید شاہ میر کا پہلا نکاح سید بدیع الدین بن سید تاج الدین حجرہ نشین کی صاحبزادی سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید اسمٰعیل تھے۔ سید ابراہیم کا دوسرا نکاح قاضی عنایت اللہ ساکن باڑی کی صاحبزادی سے ہوا جن سے دو صاحبزادے: سید محمد سعید اور سید عبد الرشید اور ایک صاحبزادی تھیں۔ قاضی عنایت اللہ سید ماہرو شہید کی نسل سے ہیں۔

میر سید اسمٰعیل قدس سرہٗ

میر سید اسمٰعیل قدس سرہٗ باکمال اولیائے کرام میں سے ہیں جن کے خوارق عادات نمایاں اور کرامتیں روشن ہیں۔ ابتدا میں اپنے سگے ماموں حافظ سید محمدی جیسے ولی کامل کی صحبت میں رہے اور ان کے فقر کی چاشنی سے لطف اندوز ہو کر عنفوان شباب میں ہی مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔ آخر کار شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہٗ کے فیضان ولایت کا شہرہ سن کر بانسہ حاضر ہوئے اور ایک عرصے تک شیخ موصوف کی خدمت میں زندگی بسر کرتے رہے۔

ایک دن حضرت شاہ عبد الرزاق قدس سرہٗ زمین پر چادر تان کر بظاہر محو استراحت ہوئے۔ حضرت میر اسمٰعیل صاحب نے آ کر خدمت شروع کر دی۔ حضرت شاہ عبد الرزاق

صاحب اس وقت اذکار باطنی میں مصروف تھے۔ چادر سر سے سرکائی اور ناراض ہوکر فرمایا: جاؤ! نہ خود کچھ کرتے ہو، نہ دوسرے کو کرنے دیتے ہو۔ حضرت میر صاحب شاہ عبدالرزاق صاحب سے بددل ہوکر اٹھ گئے اور نہایت رنجیدہ ہوکر وہاں سے چلے جانے کا ارادہ کرلیا۔ ادھر شاہ عبدالرزاق صاحب کو امیر المومنین، مولیٰ المسلمین، امام الاولیا، وارث ولایت محمدی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ شاہ عبدالرزاق نیازمندانہ حاضر ہوئے۔ حضرت ولایت مآب نے رخ پھیرلیا۔ شاہ صاحب اس جانب حاضر ہوگئے تو حضرت مولائے کائنات نے ناراض لب ولہجے میں فرمایا: میرا بیٹا تمہارے پاس تعلیم باطن کے لیے حاضر ہوا اور تم نے اسے ڈانٹ کر اپنے پاس سے بھگادیا اور تعلیم نہیں دی۔ جاؤ! اسے بیعت کرو اور اس کی تعلیم باطن میں مصروف ہوجاؤ۔ شاہ عبدالرزاق اس صورت حال سے بہت ہراساں ہوئے اور فوراً لرزاں وترساں میر اسمٰعیل صاحب کی تلاش میں روانہ ہوگئے۔

ادھر میر اسمٰعیل اس بے التفاتی کی صورت حال سے حد درجہ رنجیدہ تھے۔ ان پر خواب کی کیفیت طاری ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور مجھے گود میں لے کر اپنی بیعت کے شرف سے سرفراز فرمایا اور آستین مبارک سے شیرینی کے پانچ لڈو نکال کر عطا کیے۔ میر اسمٰعیل صاحب خواب سے بیدار ہوئے تو حد درجہ مسرور تھے اور اسی عالم مسرت میں دوبارہ محو خواب ہوگئے۔ شاہ عبدالرزاق صاحب گرتے پڑتے میر صاحب کے پاس پہنچے اور قدموں پر گر کر فرمایا: اٹھئے آپ سو رہے ہیں اور میری تمام عمر کی محنت بربادی ہوگئی۔ اٹھئے، بیعت کیجیے اور میرے ساتھ آیئے۔ میر صاحب عالم خواب میں حضرت مولائے کائنات سے بیعت کرچکے تھے۔ اس لیے شاہ صاحب سے بیعت ہونے میں انہیں تامل ہوا۔ شاہ صاحب نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ آپ نے خواب میں اپنے جدامجد سے بیعت کرلی ہے مگر میری ظاہری بیعت بھی ضروری ہے۔ پھر حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب نے میر صاحب کو مرید کرلیا اور

مولائے کائنات کی عطا کی ہوئی شیرینی آستین سے نکال کر میر صاحب کے ہاتھ پر رکھی اور فرمایا: ہاتھ ایک ہے۔ کبھی اس طور پر ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اس طور سے۔ پھر میر صاحب کو اپنے ساتھ بانسہ لے گئے اور بہت ہی توجہ اور شفقت کے ساتھ باطنی تعلیم دی، یہاں تک کہ اس مقام ولایت کبریٰ پر پہنچا دیا جسے مقام کلیت کہتے ہیں اور اپنی خلافت سے نوازا۔ پوری زندگی حضرت میر صاحب کو صرف ''سید عالی نسب'' کے لقب سے یاد فرماتے، کسی اور لفظ سے نہیں۔ آخر کار میر اسمٰعیل صاحب نے اپنے مرشد کے وطن بانسہ سے قریب موضع مسولی میں اقامت اختیار کر لی۔ اکثر و بیشتر اپنے مرشد شاہ عبدالرزاق صاحب کی قدم بوسی کے لیے بانسہ حاضر ہوتے تھے۔ شاہ عبدالرزاق صاحب پہلے ہی حاضرین کو مطلع فرما دیتے کہ سید عالی نسب آ رہے ہیں۔ جس وقت میر صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ ان کی تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہو جاتے، اپنے پاس جگہ دیتے اور پوری توجہ اور اکرام سے پیش آتے۔

میر صاحب اگرچہ خانوادۂ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن سرود و غنا اور سماع کا بھرپور خاص ذوق رکھتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی مبارک محفل میں ہر وقت قوالی کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور گھر کے اندر تشریف لے جاتے تو عورتیں سرود و غنا میں مصروف رہتیں۔ الغرض سوائے فرائض و واجبات اور نوافل کی ادائیگی کے اوقات کے، ہر وقت یہی حال رہتا۔ لیکن طوائفوں کے رقص سے بالکلیہ احتراز تھا۔ وہ آپ کے مکان میں قدم نہیں رکھ سکتیں۔ شاہ عبد الرزاق کے جلیل الشان خلیفہ ملا نظام الدین فرنگی محلی منار الانوار کی شرح ''صبح صادق'' میں حضرت میر اسمٰعیل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''آپ صحیح النسب سید، اسرار الٰہیہ کے عارف تھے۔ آپ پر قرآن حکیم کے حروف مقطعات کے معانی منکشف تھے۔''

حضرت میر اسمٰعیل سے بے شمار خوارق عادات اور کرامات صادر ہوئیں۔ آپ اپنے زمانے کے شیخ کامل تھے۔ اگر علمائے ظاہر میں سے کوئی سماع سننے کی وجہ سے حضرت

میر پر زبان طعن دراز کرتا تو مولانا نظام الدین فرماتے: ان کے معاملات سے تعرض نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ وہ عین حالت سماع میں اپنے محبوب حقیقی کا کھلی آنکھوں سے دیدار کرتے ہیں۔ان کے حق میں سماع وسرود مفید تریاق ہے۔ چنانچہ میر اسمٰعیل صاحب کے خلیفہ شاہ شاکر اللہ باعمل عالم دین تھے۔ابتدائی زمانے میں ظاہری علوم حاصل کرنے کے بعد مرشد کی تلاش میں میر صاحب کی خدمت میں پہنچے۔دیکھا کہ میر صاحب ہمیشہ ہر وقت سرود وسماع میں مشغول ہیں۔دل میں سوچا کہ شیخ کامل ہو کر غنا جیسے ممنوعات شرعیہ میں مشغول ہے۔جس وقت محفل سماع سے خالی دیکھتے، میر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ایک دن شاہ شاکر اللہ میر اسمٰعیل صاحب کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ قوال دف اور مزامیر لے کر حاضر ہوئے۔شاہ شاکر اللہ نے محفل سے اٹھنا چاہا تو میر صاحب نے فرمایا کہ بیٹھئے۔مجبوراً بیٹھے رہے۔قوالوں نے گانا شروع کیا۔میر صاحب کی عادت تھی کہ سماع کے وقت مراقبہ میں چلے جاتے۔اس وقت بھی آپ نے سر مراقبے میں جھکا لیا۔ شاہ شاکر اللہ بھی مراقب ہو گئے۔کیا دیکھتے ہیں کہ یہاں نہ سرود ہے، نہ غنا بلکہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محفل ہے اور دربار نبوت کے سبھی مقربین حاضر بارگاہ ہیں۔ میر اسمٰعیل صاحب سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پشت انور کے پاس کھڑے ہو کر شرف نیاز حاصل کر رہے ہیں۔حضور کبھی حاضرین واحباب کی جانب توجہ فرماتے اور کبھی شفقت ومحبت کی نگاہ سے میر صاحب کی طرف دیکھتے۔جب شاہ شاکر اللہ نے یہ حال خوب اچھی طرح دیکھ لیا تو میر صاحب نے مراقبے سے سر اٹھایا اور شاہ شاکر اللہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں ہوش میں لائے اور فرمایا: شاکر اللہ! کسی کو سماع کے ذریعہ ایسی محفل ہاتھ آئے اور خطرات نفسانی کا واہمہ دل میں نہ گذرے تو اس کے حق میں سماع کیسے حرام ہوگا؟ ہاں! مبتدیوں کو نفسانی خطرات ووساوس لاحق ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے انہیں سماع میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے۔

جناب میر اسمٰعیل صاحب کے خوارق عادات اور کرامات اتنی زیادہ ہیں کہ بیان نہیں ہوسکتیں۔ چند کرامات تحریر کی جاتی ہیں۔

۱ [مردوں کو زندہ کرنا] منقول ہے کہ ایک گوالا بہت عقیدت سے روزانہ بھینس کا دودھ لے کر حاضر خدمت ہوتا تھا۔ اتفاقاً تین دن مسلسل ناغہ ہوگیا۔ حضرت میر اسمٰعیل صاحب نے جاکر اس کے حالات دریافت کئے۔ اس نے کہا: جس بھینس کا دودھ لے کر میں حاضر ہوتا تھا، وہ بیمار ہوکر مرگئی۔ میری روزی اسی پر موقوف تھی، اب تباہ ہوگئی۔ میر صاحب نے اس کی لاش کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہے، اس نے میر صاحب کو لے جاکر اس کی لاش دکھائی۔ حضرت میر صاحب نے مردہ بھینس کی پشت پر ٹھوکر ماری اور فرمایا: قُمْ بِاِذْنِ اللہِ۔ اللہ کے حکم سے کھڑی ہوجا۔ بھینس فوراً اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

۲ اسی طرز کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ میر اسمٰعیل صاحب کے مرید نواب خدایار خان، نواب وزیر الممالک ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے مقربین میں تھے۔ ایک دن خدا یار خان، وزیر الممالک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وزیر الممالک نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں: فلاں ولی کامل ہے، فلاں ایسا ہے، فلاں ویسا ہے۔ یہ سب جھوٹ اور غلط باتیں ہیں۔ خدایار خان نے عرض کیا کہ جناب جو کچھ فرماتے ہیں، وہ سچ ہی ہوگا لیکن یہ بات نہ کہیں۔ وزیر موصوف نے پھر وہی بات دہرائی۔ خدایار خان نے پھر وہی کہا کہ ایسا نہ کہیں۔ آخرکار نواب نے کہا کہ اس زمانے میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو ان صفات ولایت سے متصف ہو؟ نواب خدایار خان نے عرض کیا کہ میرے مرشد موجود ہیں جو بلگرامی سید ہیں اور ابھی مسولی میں سکونت پذیر ہیں۔ نواب نے کہا کہ میرا خط لے جاؤ اور اس کا جواب ان کے یہاں سے لے آؤ۔ خدایار خان نے کہا: میں آپ کا ملازم ہوں۔ آپ اس کے علاوہ جو بھی حکم دیں بجالاؤں گا۔ میں ہر حکم کی بجاآوری کے لئے حاضر ہوں لیکن میں اپنے پیر کا امتحان لینے کے لئے نہیں جاؤں گا۔ کسی دوسرے شخص کو روانہ فرمادیں۔ نواب صفدر جنگ نے اپنے

ہاتھ سے میر اسمٰعیل صاحب کے نام ایک خط تحریر کیا جس میں لکھا کہ میری اہلیہ حمل سے ہے، بیٹا پیدا ہوگا یا بیٹی؟ حالانکہ حمل تھوڑے دنوں کا تھا جس کے بارے میں نواب اور اس کی بیگم کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی۔ نواب نے خط کو بند کیا۔ اشرفیوں کے توڑے اور روپے چھکڑے پر لدوائے اور محافظ سپاہیوں کے ساتھ ایک داروغہ کی نگرانی میں نذر کرنے کے لئے میر صاحب کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب وہ شخص مسولی پہنچا تو دیکھا کہ میر صاحب سماع و سرود میں مشغول ہیں اور کوئی بھی ان واردین کے احوال کی اطلاع میر صاحب تک نہیں پہنچا رہا ہے۔ آخر کار میر صاحب کے متعلقین اور اقرباء نے اس قدر خطیر رقم دیکھ کر میر صاحب کو خبر دی کہ نواب صفدر جنگ کا داروغہ حضرت کے نام ایک خط لے کر آیا ہے۔ میر صاحب نے داروغہ کو بلایا۔ داروغہ نے حاضر ہوکر خط میر صاحب کے ہاتھ میں دیا۔ میر صاحب نے خط ہاتھ میں لیا اور اس کا لفاف کھولے بغیر لفاف کی پشت پر لکھ دیا کہ بیٹا پیدا ہوگا۔ اس کا نام جلال الدین حیدر رکھنا چاہیئے اور خط کو داروغہ کے سامنے ڈال دیا۔ داروغہ نے عرض کیا کہ جناب نے نہ خط کھولا اور نہ پڑھا۔ میر صاحب نے فرمایا: تجھے اس سے کیا سروکار؟ اس خط کا جو جواب ہونا چاہیئے، لفافہ پر لکھ دیا گیا ہے۔ داروغہ نے عرض کی کہ نواب صاحب نے نذر بھیجی ہے۔ میر صاحب نے پوچھا کہ کیا ہے؟ داروغہ نے عرض کیا کہ اشرفیوں کے توڑے اور روپے ہیں، اسے قبول فرمائیں اور جو ضرورت ہو اس کی تفصیل مرحمت فرمائیں۔ میر صاحب سخت ناراض ہو گئے اور فرمایا: فضول! خود معائنہ کرالو اور خدام سے ارشاد فرمایا کہ فرش کو اٹھاؤ۔ خدام جس فرش کو بھی اٹھاتے، اس کے نیچے اشرفیاں بھری ہوئی نظر آتیں۔ الغرض داروغہ نے دیکھ لیا کہ ساری جگہیں خزانوں سے بھری ہوئی ہیں۔ میر صاحب نے فرمایا: غلاموں کے دروازے پہ نہیں بیٹھا ہوں بلکہ مطلق عطا کرنے والے کے آستانے پر بیٹھا ہوں جو ہمیشہ ہر وقت بے مانگے عطا فرماتا ہے۔ نواب سے کہہ دینا کہ یہ لوگ اپنے خزانے سے جس قدر لیں گے، اتنا خزانہ کم ہو جائے گا لیکن یہ خزانہ

غیب ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا۔ جس قدر انہوں نے بھیجا ہے، اتنا یہاں سے بھر کر لے جائیں۔ یہ خزانہ یوں ہی لبالب بھرا رہے گا۔ اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ نواب کے خدام نے وہ ساری دولت اور خط واپس لے جا کر نواب صاحب کو دے دیا۔ نواب نے کہا: بلاشبہ درویش کامل ہیں کہ خط دیکھے بغیر جواب لکھ کر عنایت فرما دیا جبکہ خط کے مضمون سے کوئی واقف نہ تھا۔ مجھے پختہ یقین ہو گیا کہ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ نواب نے نذر کے بارے میں دریافت کیا تو داروغہ نے جو دیکھا تھا، بیان کر دیا۔ نواب صاحب نے کہا: بے شک مرد کامل ہیں اور دست غیب رکھتے ہیں۔ ان کے مصارف اور اخراجات بے انتہا ہیں اور آمدنی بالکل نہیں تو ان مصارف کے بارے میں اس کے سوا اور کیا سوچا جا سکتا ہے کہ خزانۂ غیب سے پورے ہوتے ہیں۔ آخر کار نواب "شجاع الدولہ" پیدا ہوا جس کا نام میر صاحب کی ہدایت کے مطابق جلال الدین حیدر رکھا گیا۔

﴿۳﴾ حضرت میر اسمٰعیل صاحب کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ان کے بڑے صاحبزادے سید کمال احمد کی پشت پر پھوڑا ہو گیا تھا۔ طبیبوں کا اتفاق تھا کہ ایسا پھوڑا جان لیوا ہوتا ہے۔ جراحوں نے پھوڑے پر بہت سارے مرہم رکھے اور بہت سا علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ساری پیٹھ گوشت پوست کے ساتھ بوسیدہ ہو کر گل گئی تھی۔ جراح جب اس پر انگلی رکھتے تو انگلی اندر چلی جاتی۔ جراحوں نے علاج بند کر دیا اور جواب دے دیا۔ صاحبزادے بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ لوگوں نے سمجھا کہ جانکنی کا عالم ہے۔ میر صاحب کو اس حالت کی اطلاع دی گئی۔ وہ تشریف لائے اور اپنے مریض صاحبزادے کے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنا دست مبارک ان کی پیٹھ پر پھیر کر فرمایا کہ ساری پیٹھ تو صحت مند ہے۔ جراح کیوں جواب دے رہے ہیں؟ اور جراح کو بلا کر فرمایا کہ دیکھو! پیٹھ تو بالکل ٹھیک ہے۔ تم جواب کیوں دے رہے ہو؟ جراح نے دیکھا تو پوری پیٹھ ٹھیک ٹھاک تھی۔ اس پر پھوڑے کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ جراح نے سمجھ لیا کہ یہ جناب میر صاحب کا

باطنی تصرف ہے کہ تھوڑی دیر میں مکمل شفا حاصل ہوگئی۔اب مرہم کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حضرت میر کے اصرار پر جراح نے مرہم رکھا اور تھوڑے ہی عرصے میں اس مہلک پھوڑے سے شفائے کلی حاصل ہوگئی۔

[۴] حضرت میر اسمٰعیل کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہٗ کے خلیفہ، ملا نظام الدین فرنگی محلی کے بھتیجے مولوی عبد الحق چلّہ میں تھے۔ بھوک کے غلبہ سے اس قدر پریشان ہوئے کہ قریب تھا چلہ چھوڑ کے باہر آجائیں۔ اس حالت میں حضرت میر اسمٰعیل صاحب تشریف لائے اور انہیں لذیذ کھانا کھلایا کہ مولوی عبد الحق صاحب شکم سیر ہوگئے اور چلے کے اخیر لمحے تک بھوک کی نوبت نہ آئی۔ مولوی عبد الحق نے یہ خیال کیا کہ شاید میری ہی صورت مثالی حضرت میر صاحب کی شکل میں آئی ہوگی۔ چلہ سے فارغ ہونے کے بعد مولوی عبد الحق، میر صاحب کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ میر صاحب نے مسکرا کر فرمایا: میاں عبد الحق! اس لذیذ کھانے کی لذت یاد ہے؟ مولوی صاحب کو یقین ہوگیا کہ وہ میر صاحب ہی تھے۔

[۵] حضرت میر اسمٰعیل کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ وزیر الملک نواب صفدر جنگ بہادر سے جنگ کے لئے مرہٹہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ نواب کا لشکر بھی ان سے مقابلہ کرنے کے لئے پہنچ گیا۔ امرائے سلطنت میں سے کسی نے ملا نظام الدین صاحب سے دریافت کیا کہ فتح کس کے نام ہے؟ ملا صاحب نے جواب دیا: غیب کا علم تو صرف اللہ کو ہے، مجھے اس کا کیا پتہ؟ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ اگر میر سید اسمٰعیل اپنے صاحبزادے سید کمال احمد کو روانہ کردیں جو خدایار خان کے ملازم ہیں تو فتح نواب کی ہوگی۔ کہتے ہیں کہ سید کمال احمد نے میر صاحب سے بار بار عرض کیا کہ نوکری کا معاملہ سامنے ہے، اگر آپ فرمائیں تو میں بھی لشکر کے ساتھ روانہ ہوجاؤں۔ میر صاحب الہام غیبی کے انتظار میں تھے، اس لئے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ ایک رات بالاخانہ سے نیچے لائے اور فرمایا: کمال احمد!

آرام کیا کر رہے ہو، نوکری کا حق ادا کرو، اسی وقت لشکر کی جانب روانہ ہو جاؤ، آرام کب تک کروگے۔ سید کمال احمد نے فوراً گھوڑے کی زین کسی اور لشکر کی جانب روانہ ہو گئے۔ ان کے لشکر میں پہونچتے ہی فتح ہو گئی اور مرہٹہ شکست کھا گئے۔

[۶] حضرت میر اسمٰعیل کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ حضرت میر اسمٰعیل صاحب کے چھوٹے صاحبزادے [سید جمال احمد] کی بسملہ خوانی کا وقت قریب آیا تو میر صاحب کی بچی نے عرض کیا: میرے بھائی کی رسم بسملہ خوانی کا وقت قریب ہے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ میر صاحب نے فرمایا: رسم ادا کی جائے گی۔ آخر جب رسم بسملہ خوانی کا وقت آ گیا تو آپ کی بیٹی نے کہا: آج رسم بسملہ خوانی کا دن ہے۔ فرمایا: تختی وغیرہ تیار کر کے رکھو۔ جب مقررہ وقت آ پہنچا تو ایک وجیہ وشکیل عالی نسب باہر سے تشریف لائے اور زینے کے راستے سے بالا خانہ پر تشریف لے گئے جہاں میر صاحب رہتے تھے۔ کوئی بھی ان کے حالات سے واقف نہ تھا۔ گھر کے افراد نے کہا کہ پردہ کرو۔ پتہ نہیں یہ کون بزرگ ہیں جو بے محابا گھر میں چلے آئے۔ میر صاحب نے بالا خانہ سے آواز دی کہ صاحبزادے کو تختی، دوات اور قلم کے ساتھ لے آؤ۔ میر صاحب کی بیٹی اپنے بھائی کو مطلوبہ سامان کے ساتھ لے کر گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ وہ بزرگ پلنگ پر سرہانے کی جانب تشریف رکھتے ہیں اور میر صاحب پائینتی دو زانو مودب ہو کر بیٹھے ہیں۔ بزرگ نے تختی لے کر اس پر بسم اللہ وغیرہ کلمات تحریر فرمائے اور بچے کو زانو پر بٹھا کر تعلیم فرمائی اور تشریف لے گئے۔ میر صاحب نے صاحبزادی سے پوچھا: تم جانتی ہو کہ یہ کون بزرگ تھے؟ بچی نے جواب دیا کہ مجھے کیا معلوم؟ فرمایا: جد امجد امیر المؤمنین حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تشریف آوری سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے خود فرمایا تھا کہ میں خود آ کر بچے کو بسم اللہ شریف کی تعلیم دوں گا۔ بچی نے عرض کیا: اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں مبارک قدموں پر لوٹ جاتی اور خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتی۔ حضرت میر صاحب

نے فرمایا: چلو ایک بار چشم سر سے زیارت تو کر لی۔

الغرض حضرت میر اسمٰعیل صاحب کے خوارق عادات اور کرامات بیان سے باہر ہیں۔ انہیں تحریر کے دائرے میں نہیں لایا جاسکتا۔ مجھے اس وقت ان کی بہت سی کرامات یاد ہیں لیکن چونکہ اس کتاب میں اختصار ملحوظ ہے، اس لئے طویل باتوں کی گنجائش نہیں۔

حضرت شاہ عبد الرزاق صاحب قدس سرہٗ کے بائیس خلیفہ صاحب مقام تھے جن کی تکمیل سلوک کے سلسلے میں کوئی کلام نہیں۔ حضرت شاہ عبد الرزاق قدس سرہٗ کے وصال کے بعد کسی خلیفہ کو بھی مقام سلوک میں قبض کی کیفیت ہوتی یا شبہ طاری ہوتا تو میر صاحب کی خدمت میں عرض کرتے اور اپنا مطلوب حاصل کرتے۔ خلفائے رزاقیہ میں میر صاحب سب سے عالی مرتبت تھے۔ ناچیز کے پاس طالب علمی کے زمانے میں میر غلام علی آزاد کی کتاب ''مآثر الکلام فی تاریخ بلگرام'' ساتھ میں تھی۔ مولوی ظہور اللہ کے صاحبزادے مولوی نور اللہ نے وہ کتاب مطالعہ کی تو والد ماجد کے اساتذہ کے ذیل میں ملا نظام الدین کے احوال پڑھے۔ اس کتاب میں میر غلام علی آزاد مصنف کتاب نے لکھا ہے کہ ملا نظام الدین، شاہ عبد الرزاق کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے وصال کے بعد ملا نظام الدین نے مقامات سلوک میں میر اسمٰعیل صاحب سے خوب استفادہ کیا ہے۔ میں نے بزرگوں سے ایک روایت سنی ہے جو مجھے یاد ہے، وہ نقل کرتا ہوں۔ استفادہ وغیرہ کے بارے میں مجھے معلوم نہیں۔ حضرت شاہ عبد الرزاق کے وصال کے بعد ملا نظام الدین کو مقام سلوک میں قبض کی کیفیت درپیش ہوئی۔ مسولی میں میر اسمٰعیل صاحب کے پاس گئے اور ان کی خدمت میں جا بیٹھے۔ میر صاحب نے ان کی کیفیت ملاحظہ کی۔ میر صاحب نے پانچ ہزار روپئے بھیج کر ایک کھتک کو بلایا تھا۔ وہ کھتک اسی دن آ گیا۔ بہت تیاری کے ساتھ پوشاک وغیرہ پہن کر اور درباری پٹکا باندھ کر محفل میں آ کر بیٹھ گیا۔ ملا نظام الدین صاحب نے بہت چاہا کہ اٹھ جائیں لیکن میر صاحب نے

اٹھنے نہ دیا۔ کھٹک کے آکر بیٹھنے کے فوراً بعد ملا صاحب کی قبض کی کیفیت جاتی رہی اور بسط حاصل ہو گیا۔ ملا صاحب نے بے اختیار ہو کر ہاتھ میر صاحب کے زانو پر مارا اور فرمایا: سید! تمہیں یہی دکھانا تھا۔ میر صاحب نے کہا: آپ کو آم کھانے سے مطلب ہے، نہ کہ درخت گننے سے۔ آپ کو اپنا مطلب حاصل ہو گیا۔ چاہیں تو بیٹھیں اور رقص دیکھیں ورنہ اپنی جگہ جا کر آرام فرمائیں۔

اس معاملے کو اگر استفادہ شمار کریں تو یقیناً ملا صاحب نے میر صاحب سے استفادہ کیا، ورنہ وہ جانیں اور ان کا کام۔ ناچیز نے آکر یہ روایت مولوی نور اللہ سے بیان کی، انہوں نے ملا مبین سے دریافت کیا تو ملا مبین نے تحقیق کے بعد اس روایت کی تصدیق کی۔

حضرت شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ

چونکہ سید اسمٰعیل صاحب کے ماہتاب ولایت کی روشنی، سید شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ کے آفتاب قطبیت سے حاصل ہوتی ہے، اس لئے اس کتاب میں شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ کے کچھ حالات بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ حضرت شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ کے خوارق عادات اور کرامات تو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ اگر شرح وبسط کے ساتھ انہیں بیان کیا جائے تو کئی دفتر چاہیے۔ حصول برکت کے لئے چند کرامات یہاں تحریر کی جاتی ہیں۔

حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہٗ، حضرت سید عبد الصمد خدانما قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ ہیں۔ ابتدائے شباب کے زمانے میں احمد آباد گجرات گئے اور مرشد برحق کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت سید عبد الصمد خدانما قدس سرہٗ نے شاہ صاحب کو اپنی بیعت میں داخل کیا اور خدمت میں رکھ کر راہ سلوک طے کرائی اور خلعت خلافت سے

ممتاز و مشرف فرمایا۔ رخصت کرتے وقت فرمایا کہ فقیر یہاں رہتا ہے۔ آپ جہاں بھی چاہو، رہو۔ فقیر کی صحبت اس جگہ رہنے پر موقوف نہیں۔ شاہ صاحب کو اپنے مرشد کی روحانی قوت سے اس قدر مشابہت حاصل ہو گئی تھی کہ جو چاہتے، مرشد سے دریافت کر لیتے۔ شاہ صاحب اکثر اوقات میں فرماتے تھے کہ کوئی خبر دیتا ہے کہ صورت حال یہ ہے اور ایسی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ "خبر دیتا ہے" سے ارواح مقدسہ کی جانب اشارہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے الہام غیبی مراد ہے۔ الغرض مرشد کامل کے فیض بار حکم کے مطابق شاہ عبدالرزاق صاحب رخصت ہوئے۔ رخصت ہوتے وقت سید عبدالصمد صاحب نے فرمایا: شاہجہانؑ آباد [دہلی] میں..........کی خدمت میں حاضر ہونا، اس کے بعد وطن جانا۔ چنانچہ شاہ صاحب دہلی آئے اور سید موصوف کی خدمت میں چند دن رہ کر رخصت ہوئے۔ چلتے وقت سید ممدوح نے فرمایا: کبھی شکم سیر ہو کر نہ کھانا اور گہری نیند نہ سونا اور فقیر کو کبھی بدنام نہ کرنا۔ فقیر سے مراد مرشد کامل ہیں۔ شاہ صاحب نے پوری زندگی حضرت کے فرمان پر عمل کیا۔ دہلی سے چل کر وطن پہنچے۔ شاہ صاحب کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنے روحانی مراتب کا اظہار نہیں ہونے دیتے تھے۔ تین چار روپے کی سپاہیانہ نوکری کرتے تھے۔ اخیر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ کے کان میں "تطاہروا تطاہروا" کی آواز آنے لگی۔ لوگوں سے پوچھا کہ تطاہروا کا کیا مطلب ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا معنی ہے: خود کو پاک کرو۔ شاہ عبد الرزاق صاحب سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق اُمّی محض تھے۔

۞ ان کی بزرگی کے اظہار کی وجہ یہ ہوئی کہ عادت کے مطابق یہ ایک بڑے امیر کے گھر معمولی مشاہرے پر ملازم تھے۔ اس امیر کے زیر اہتمام چلنے والے مدرسے کے طلبہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ حضور نبی کریم ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا یہ معجزہ مشہور ہے کہ ایک کمر بند حضور کی کمر شریف سے گذر کر باہر نکل آیا تھا۔ یہ بات عقل میں نہیں سماتی، کیونکہ حضور کا جسم اقدس بھی عناصر اربعہ سے مرکب تھا۔ جسم کو

قطع کیے بغیر کسی چیز کا جسم سے گذر کر باہر آجانا ناممکن ہے۔ اس لیے حضور کے کمر بند کا بھی جسم اقدس سے گذر کر نکل آنا محال ہے۔ حضرت شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ نے یہ بات سن کر فرمایا: حضور کا یہ معجزہ ہرگز قابل تعجب نہیں ہے۔ ان میں سے ایک طالب علم نے غصہ ہو کر آپ کو جھڑک دیا کہ تم ناخواندہ ہو، تمہیں ان معاملات سے کیا سروکار؟ جب بحث طول پکڑنے لگی تو آپ نے فرمایا: میرے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی شان تو بہت ارفع واعلیٰ ہے۔ ان کی امت کے اولیا کے غلام بھی یہ طاقت رکھتے ہیں کہ کمر بند ان کی کمر سے باہر آجائے۔ طلبہ نے کہا کہ آپ بھی حضور کی امت ہیں اور حضور کی خوب پیروی کرتے ہیں۔ ہم بھی دیکھیں کہ کمر بند آپ کی کمر سے کس طور سے باہر آتا ہے۔ اگر آپ اس کی طاقت رکھتے ہیں تو مجھے دکھایئے۔ حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب جلال کے عالم میں کھڑے ہو گئے اور جو کمبل آپ کے کاندھے پر پڑا ہوا تھا، اسے کمر کے گرد لپیٹا۔ اس طالب علم نے یونہی کھڑے ہو کر کمبل کو ہاتھ سے پکڑا اور آپ اس بندش سے بے تکلف باہر آگئے، اور کمبل کمر سے گذر کر اس طالب علم کے ہاتھ میں رہ گیا۔ طالب علم نے کہا: مجھے شبہ ہوتا ہے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ نہ جانے کس طرح آپ نے کمبل لپیٹا ہو۔ حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب نے فرمایا کہ تو خود اپنے ہاتھ سے کمبل لپیٹ۔ طالب علم نے اپنے ہاتھ سے لپیٹا اور کمبل کا دونوں کنارہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور کہا: آپ آگے بڑھیں۔ حضرت شاہ صاحب دوبارہ اس بندش سے باہر نکل آئے اور کمبل کا حلقہ کمر شریف سے باہر نکل آیا اور اس طالب علم کے ہاتھ میں پڑا رہ گیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر اس وقت کے جملہ حاضرین کے دل میں حضرت شاہ صاحب کی عقیدت پیدا ہو گئی اور وہ امیر بھی آپ کا زر خرید غلام بن گیا۔ شاہ صاحب نے ملازمت چھوڑ دی اور گوشہ نشین ہو گئے۔

شاہ صاحب کی عادت قدیمہ تھی کہ آدھی رات تک لوگوں سے ملاقات، کھانا پینا، سونے اور آرام کا سلسلہ رکھتے۔ آدھی رات کے بعد نہر کلیانی کے کنارے تشریف

لے جاتے۔ نہر میں وضو کر کے نہر کے کنارے موجود برگد کے درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر اشغال واذکار میں مصروف ہو جاتے۔ فجر کی نماز کے وقت تازہ وضو کر کے نماز ادا فرماتے، پھر اسی جگہ بیٹھ جاتے اور ذکر و شغل الٰہی میں مشغول رہتے۔ جب ایک پہر دن نکل آتا تو وہاں سے گھر آتے۔

حضرت سید عبدالرزاق قدس سرہٗ کی کرامات اور خوارق عادات اگر میں تحریر کروں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ اس مختصر رسالے میں ان کی گنجائش کہاں؟ بعض کرامات یہاں تحریر کرتا ہوں۔

۞ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر ولی کسی نبی کا ہم قدم ہوتا ہے۔ چاہے اس کا علم اس ولی کو ہو یا نہ ہو۔ ایک شخص اللہ کے ولیوں میں تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ کس نبی کے ہم قدم ہیں۔ ایک دن ایک دوسرے ولی کا گذر ان کے مکان پر ہوا۔ وارد ہونے والے ولی نے اس بزرگ کے مریدوں سے دریافت کیا کہ ان کا پیر آفتاب پرست کہاں ہے؟ وہ مرید بہت ناراض ہوا کہ اس نو وارد نے میرے مرشد کو کافر کہا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں وہ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ جب اس شخص کے مرشد آئے تو اس نے شکایتاً اس نو وارد کا حال بیان کیا۔ اس کے مرشد بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ آج مجھے معلوم ہوا کہ میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا ہم قدم ہوں۔ حضرت شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ کے حالات زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ہم قدم اور پیروکار ہیں، کیونکہ انبیائے کرام کے اکثر معجزات جیسے مردوں کو زندہ کرنا، تھوڑی چیز بہت سے لوگوں کو کھلا دینا وغیرہ اولیائے کرام سے بطور کرامات صادر ہوئے لیکن حضور کے ساتھ مخصوص معجزات جیسے چاند کو شق کر دینا، ہمیانی کو کمر سے گذار دینا کسی ولی سے بطور کرامت صادر نہیں ہوئے۔ جب ایسی کرامات کا صدور شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ سے ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ حضور ختمی مرتبت سید

المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ہم قدم ہیں اور حضور ہی آپ کے مقتدا اور رہنما ہیں۔ حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب اُمّی محض تھے لیکن آیات واحادیث کی تفسیر بیان فرماتے اور پیچیدہ باریک مسائل حل فرماتے۔ یہ بھی حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی مخصوص صفت ہے جو شاہ صاحب سے ظاہر ہوئی۔ چنانچہ ایک شخص ایک دن حالت جنابت میں نادانستہ طور سے شاہ صاحب کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ حضرت شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ نے اس کی طرف رخ کر کے فرمایا: "وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا" اگر تمہیں ناپاکی ہو تو خوب اچھی طرح پاک ہولو۔ لوگوں نے اس شخص کو متنبہ کیا تو اس نے جا کر غسل کیا۔ اس درجہ اُمّی ہونے کے باوجود زمانے کے اکابر علماو فاضلین جیسے ملا نظام الدین، ملا کمال الدین، ملا نظام الدین کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا وغیرہ حضرت شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ سے بیعت تھے اور آپ کی توجہ سے اپنے باطنی مقاصد کو پہنچے۔ ملا نظام الدین "ملفوظ شاہ عبدالرزاق" میں تحریر فرماتے ہیں:

۞ "حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب افراد کے مرتبہ پر فائز تھے جو قطب کے مقابل اور ہم پلہ ہوتا ہے۔ جب میں نے حضرت کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دیا تو حضرت والا نے اپنی قوت باطنی سے میرا سارا علمی خزانہ سلب کر لیا۔ اس وقت مجھے الف با کے درمیان تمیز نہ تھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا تک رسائی نصیب تو ہوئی لیکن ساری زندگی کی محنت برباد گئی۔ اس کے بعد شاہ صاحب کی قوت فیاضیہ نے تصرف کیا [اور سارا علم اضافہ کے ساتھ لوٹا دیا] تو میں بے حد مسرور ہوا اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شکر بجالایا۔

۞ ملا کمال الدین کی بیعت کا واقعہ تو بہت حیرت انگیز ہے۔ ملا کمال اپنے استاذ ملا نظام الدین سے کہتے تھے کہ آپ نے ایک جاہل انسان سے مرید ہو کر اپنے علم کی پیشانی کو داغ دار کر لیا ہے۔ ملا نظام الدین بے حد حلیم اور بے نفس تھے۔ جواباً ارشاد فرماتے: جس وقت تمہیں حضرت کے حالات کا علم ہوگا، تم خود ہی معتقد ہو جاؤ گے۔ جب ملا کمال

کی تعلیم ظاہری مکمل ہوگئی تو ان کے دل میں علم تصوف کا ذوق پیدا ہوا۔ شیخ اکبر کی ''فصوص الحکم'' زیر مطالعہ رہتی۔ ایک جگہ دوران مطالعہ ملا کمال کو شبہ پیدا ہوا۔ اس درجہ علمی کمالات کے باوجود بہت غور کرنے پر بھی ملا کمال کے کچھ پلّے نہ پڑا۔ اسی غور وخوض میں تھے کہ نیند آگئی۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ میں اپنے مسکن فتح پور کے کنارے کھڑا ہوں اچانک ایک سوار نمودار ہوا۔ وہ شہسوار جب قریب پہنچا تو میں نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک سے دریافت کیا کہ اس شان وشوکت اور لاؤلشکر کے ساتھ یہ کس کی سواری ہے؟ اس نے جواب دیا: ارے تم نہیں جانتے؟ یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی سواری ہے۔ ملا کمال نے فریاد کی کہ حضور! مجھے فصوص الحکم کے ایک مقام میں شبہ پیدا گیا ہے جو کسی طرح دور نہیں ہوتا۔ حضور نے دست مبارک اٹھا کر بانسہ کی سمت اشارہ فرمایا۔ ملا کمال خواب سے بیدار ہوئے تو سمجھ لیا کہ حضور کا حل مطلب کے لئے اشارہ شاہ عبدالرزاق کی طرف ہے لیکن نفسانی غرور کی وجہ سے طبیعت نے قبول نہیں کیا کہ ایسے اَدَق مطلب کے حل کے لئے ایک جاہل فقیر کے پاس جائے۔ آخر دریافت کیا کہ دانش مند ملا نظام الدین کہاں ہیں؟ معلوم ہوا کہ بانسہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ ملا کمال نے اپنے دل میں کہا کہ استاذ کی ملاقات کے لئے چلتا ہوں، وہاں ان کے مرشد سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ جب بانسہ میں ملا نظام الدین کی خدمت میں پہنچے تو ملا نظام الدین نے فرمایا: خوب آئے، حضرت سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ ملا کمال الدین نے عرض کی: میں آپ سے ملاقات کی خاطر حاضر ہوا ہوں، حضرت سے مجھے کوئی کام نہیں۔ بہر حال معمول کے مطابق حضرت شاہ عبدالرزاق نہر کلیانی سے آئے تو آپ کی نظر ملا کمال الدین پر پڑی۔ فرمایا: خبر دیتا ہے کہ مشکلات حل ہوں گی۔ دو دن مزید ایسا ہی اتفاق ہوا۔ تیسرے دن شاہ صاحب تشریف لائے تو وہی جملہ ادا فرمایا پھر فرمایا: شیخ اکبر کی دو کتابیں ہیں: فصوص الحکم اور فتوحات۔ ملا کمال الدین نے جواب دیا: جی ہاں!

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: اس میں فصِ یعقوبی بھی ہے۔ ملا کمال نے تصدیق کی۔ اسی فص میں ملا کمال کو شبہ تھا۔ اس وقت حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: میں محی الدین کی صورت میں تھا جس نے فصوص اور فتوحات لکھیں۔ میاں کمال الدین! جو پوچھنا چاہو، پوچھ لو۔ ملا کمال نے اپنا شبہ بیان کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے بہت خوبی کے ساتھ وہ شبہ حل فرما دیا۔ ملا کمال الدین بھی حضرت سے بیعت ہو کر مریدین کی صف میں شامل ہو گئے۔

ملا نظام الدین قدس سرہٗ کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا اکثر اپنے بڑے بھائی اور استاذ سے کہتے کہ آپ نے روزہ کھولا بھی تو گوہ جیسے جانور سے کہ ایک یک چشم جاہل فقیر سے مرید ہو گئے۔ ملا نظام الدین بہت حلیم اور بردبار تھے، سن کر خاموش رہتے۔ آخر ایک دن انہوں نے ملا نظام سے عرض کیا: میں سخت حیران ہوں کہ کس سے مرید ہوں؟ ملا نظام صاحب نے ایک دعا تعلیم فرمائی کہ اسے پڑھ کر جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بارگاہ میں رجوع کرو۔ جو دربار سے حکم ہو، اس پر عمل کرو۔ خواب میں شاہ عبدالرزاق سے بیعت کا حکم ہوا۔ آخر کار مجبور ہو کر بیعت ہونے کے لئے بانسہ روانہ ہو گئے۔ حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب محفل میں تھے۔ فرمایا: کہ خبر دیتا ہے، خبر دیتا ہے کہ مولوی محمد رضا آ رہے ہیں، وہ اس جگہ پہنچے، یہاں پہنچے۔ یہاں تک کہ بانسہ کے باغات میں پہنچنے تک کی خبر دے کر گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ مولوی محمد رضا نے آ کر پوچھا کہ حضرت کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ گھر میں تشریف رکھتے ہیں۔ مولوی محمد رضا نے گھر کے دروازے پر آواز دی۔ حضرت نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: محمد رضا۔ حضرت نے جواباً فرمایا: آپ مردِ فاضل ہیں، استاذ العلما ملا قطب الدین کے بیٹے ہیں، میں غریب جاہل یک چشم فقیر۔ آپ میرے دروازے پر کیوں آئے ہیں؟ مولوی محمد رضا نے جواب دیا: یہ بات درست ہے لیکن میں خود سے نہیں آیا، جناب ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا بھیجا ہوا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب

نے فوراً باہر آکر ملاقات کی۔ مولوی محمد رضا نے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا: ان کا نفس بہت سرکش ہے۔ جب تک وہ مردہ نہیں ہوگا، میں انہیں اپنی بیعت میں نہیں لوں گا۔ مولوی محمد رضا نے عرض کی: آپ جو فرمائیں گے، وہ حکم بجالاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا: میں لکھنؤ چلوں گا۔ ٹاکن [تانگہ] کے سارے اسباب رسی، اگاڑی پچھاڑی تنگ وتوڑہ وغیرہ اکٹھا کر کے اپنی پیٹھ پر لاد کر میرے ساتھ لکھنؤ چلو اور اسی ہیئت میں چوک کے راستے سے فرنگی محل میں داخل ہو، اس وقت میں سمجھوں گا کہ نفس نے تمہاری اطاعت قبول کر لی ہے تب جا کر تم بیعت ہونے کے قابل ہو گے۔ آخر کار مولوی محمد رضا نے یہ فرمائش قبول کرتے ہوئے ٹاکن کے سارے اسباب اپنے اوپر لادے اور سائیس کی طرح حضرت کے ساتھ ہولئے۔ ٹاکن کے آگے دوڑتے ہوئے سارے چوک کا چکر لگایا اور پھر فرنگی محل میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت نے انہیں اپنی بیعت میں داخل فرمایا۔

۞ حضرت شاہ عبد الرزاق صاحب کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ایران کا ایک فاضل حکمت وفلسفہ سے بہت شغف رکھتا تھا۔ ایرانی اکثر اوقات بلکہ ہمیشہ گائے کا گوشت کھاتے ہیں، اس لئے ان کا دل سخت، تنگ اور تاریک ہو جاتا ہے۔ وہ فاضل فلسفیوں کے باطل افکار کو عقائد کی طرح مانتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ آسمان وفلک میں ٹوٹ پھوٹ نہیں ہو سکتی اور معدوم کو دوبارہ لوٹانا محال ہے۔ جب فلک ٹوٹ نہیں سکتا اور جو فنا ہو گئے، وہ دوبارہ لوٹ نہیں سکتے تو قیامت کیسے قائم ہوگی؟ اب ولایتی عالم [اسلامی نظریۂ قیامت کے بارے میں تذبذب کا شکار ہو کر] کفر والحاد کے گڑھے میں جا پڑا۔ اس کے شبہ کا حل نہ ہو سکا۔ سرکار بانسہ کی بزرگی اور ولایت کا شہرہ سنا تو اپنے خیال میں اس لاینحل عقدے کو حل کرنے لئے ہندوستانی قصبہ بانسہ شریف کو چلا اور ادھر حضرت نے اپنی محفل میں خدام کو اطلاع دینی شروع کر دی کہ ایک مہمان ولایت سے آرہا ہے۔ [''خبر یا خبر دیت ہے کہ ولایتی مہمان آوت ہے''] ہر دن فرماتے کہ آج فلاں منزل اور فلاں مقام پر ہے۔

یہاں تک کہ کلیانی نہر سے واپس آ کر اس کے بانسہ شریف میں داخل ہونے کی خبر دی اور اپنے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ ولایتی عالم نے حاضر ہو کر حضرت شاہ صاحب کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں زنان خانے میں اطلاع کرائی۔ حضرت کاشانے سے باہر تشریف لائے اور حسب معمول خاطر مدارت کی اور فرمایا: پٹکا کھول کر تشریف رکھیں۔ اس ولایتی عالم نے عرض کی: میں نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک میرا مسئلہ حل اور شبہ دور نہیں ہوگا، میں پٹکا نہیں کھولوں گا۔ حضرت نے بہت سمجھایا: آپ سفر سے آئے ہیں، آرام کیجئے۔ اللہ کے فضل سے مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ لیکن وہ بندۂ نفسانیت اپنی ضد پر اڑا رہا اور بار بار وہی جواب دیتا۔ چونکہ حضرت اسی وقت نہر کلیانی سے آئے تھے حضرت کے اوراد و وظائف کا وقت تھا۔ اس کی بے جا ضد پر جلال میں آ گئے اور فرمایا: مسئلہ کا حل بتا دوں یا دکھا دوں۔ اس نے عرض کی: مشاہدے کے آگے گفتگو بے فائدہ ہے۔ حضرت نے فرمایا: بیٹھ جاؤ پھر اس کے سر پر اپنی مبارک چادر ڈال کر فرمایا: دیکھو! اس نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ آسمان پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو رہا ہے۔ یہ منظر دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس پر تین دن تک غشی طاری رہی۔ چوتھے دن افاقہ ہوا تو حضرت سرکار بانسہ کے دامن کرم سے وابستہ ہو گیا اور آپ کی فیض بار صحبت میں رہ کر مرتبۂ کمال کو پہنچا۔

۞ حضرت شاہ عبد الرزاق صاحب کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے اور زندوں کو مارتے۔ دونوں طرز کی کرامتیں حضرت سے صادر ہوئیں۔ میرے استاذ و سہارا مولانا ولی اللہ [اللہ تعالیٰ ان کے سایۂ کرم کو ہم پر دراز فرمائے] ملا نظام الدین سے نقل کرتے ہوئے اپنے رسالے میں تحریر فرماتے ہیں کہ ملا صاحب ''ملفوظات حضرت شاہ عبد الرزاق'' میں لکھتے ہیں:

ایک دن شاہ صاحب کلیانی نہر کے کنارے برگد کے درخت کے سائے میں اپنی عادت قدیمہ کے مطابق تشریف رکھتے تھے۔ اس وقت حضرت کے قلب مبارک پر

ایسی کیفیات طاری ہوئیں جن کے بیان سے زبان وقلم عاجز ہیں۔اس وقت شاہ صاحب محبوب حقیقی کی بارگاہ میں حاضر تھے اور اسمِ ذات کے ذکر میں مشغول تھے۔اسمِ ذات کی تجلی ربانی نے آپ کے وجود کا اس قدر احاطہ کر لیا تھا کہ آپ نے خود کو لباسِ بشریت سے باہر پایا اور "لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ" کے مرتبہ میں پہنچ گئے تھے۔اس عالم میں ایک گائے پر آپ کی نظر پڑ گئی جو درخت کے پاس مردہ پڑی تھی۔وہ فوراً زندہ ہو گئی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔پھر جب آپ نے نگاہ التفات پھیر لی تو پھر وہ گائے گر پڑی اور اپنی اصلی حالت پر لوٹ گئی۔ملا نظام الدین نے اس واقعہ کو اسی اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ کے نبیرہ شاہ غلام علی نے اس واقعہ کو اس طور سے بیان فرمایا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی عادتِ مبارکہ تھی کہ دن کے آغاز میں طلوعِ آفتاب سے پہلے حضرت پر ایسی حالت طاری ہو جاتی تھی کہ اس عالم میں اپنے آپ سے بے گانہ ہو کر محبوب حقیقی کے تصور میں فنا ہو جاتے تھے۔چنانچہ صاحبزادہ میاں غلام دوست نے فرمایا کہ ایک دن فجر کی نماز سے پہلے حضرت کی خدمت میں پہنچا۔حضرت نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: غلام دوست۔فرمایا: کون غلام دوست؟ عرض کیا: شاہ عبد الرزاق کا بیٹا۔فرمایا: کون عبدالرزاق؟ میں نے عرض کی: سید عبدالصمد خدانما کے مرید۔فرمایا: کون عبدالصمد؟ صاحبزادہ نے جب یہ حال دیکھا تو سمجھ گئے کہ ابھی حضرت پر دوسری حالت طاری ہے۔واپس آکر مسجد میں نماز ادا کی۔جب وہ کیفیت جاتی رہی تو صاحبزادے نے صورت واقعہ بیان کی۔فرمایا: میں نے ایسی بات زبان سے کہی تھی؟ صاحبزادے نے عرض کی: جی ہاں! فرمایا: میرے بیٹے! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ایسی حالت میں پھر کبھی میرے سامنے مت آنا۔کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کیفیت میں زبان سے کوئی بات نکلے جس سے تجھے ضرر پہنچ جائے۔

جیسا کہ اشارہ گذر چکا کہ اس حالت میں صاحب حال کے ہاتھ پر صفات الٰہیہ

کی تجلیات رونما ہوتی ہیں۔ جس چیز پر نگاہ ڈالے گا، "لی مع اللّٰہ" کی جلوہ گری ہوگی۔ اسی حالت کے طاری ہونے وقت شاہ صاحب نے غلبۂ حال سے فرمایا۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

روح القدس کا فیض اگر دستگیری فرمائے تو جو مسیحا کرتے ہیں، وہ دوسرے بھی کرتے ہیں۔

اور یہ فرما کر صحرا کا رخ کیا۔ راستے میں ایک مردہ پرندے پر مبارک نگاہ پڑی۔ نگاہ توجہ سے اس کو دیکھا تو وہ پرندہ فوراً زندہ ہوگیا اور چند قدم چلا بھی اور جب نگاہ توجہ پھیر لی تو وہ پھر اپنی حالت پر لوٹ آیا اور جیسا تھا ویسا ہی مردہ زمین پر گر پڑا۔ آپ جب آگے بڑھے تو آپ کی نظر ایک مردہ بھیڑ پر پڑی، وہ بھی زندگی پا گئی۔ جب آپ نے اس کی جانب سے توجہ پھیر لی تو پھر وہ اپنی پہلی مردہ حالت پر آ گئی۔ آپ پھر چند قدم آگے بڑھے تو ایک مردہ گائے دیکھی۔ اس پر نظر توجہ ڈالی تو فوراً زندہ ہوگئی اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور چند قدم چل کر گھاس بھی کھائی۔ اس کے بعد حضرت شاہ عبدالرزاق قدس سرہٗ کو خیال ہوا کہ الٰہی معاملات میں مجھے مداخلت سے کیا سروکار، آپ نے فوراً اپنی توجہ ہٹالی، وہ گائے پھر مردہ ہوگئی۔ اس واقعہ میں حضرت شاہ صاحب کا جلانا اور مارنا دونوں وصفِ خداداد صادر ہوا جیسا کہ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام سے اکثر اوقات میں صادر ہوا۔ [یہاں حضرت استاذ کا کلام مکمل ہوا]

حصول برکت کے لئے حضرت شاہ عبد الرزاق صاحب کی یہ چند کرامتیں تحریر کی گئیں۔ حضرت میر اسمٰعیل قدس سرہٗ کا وصال ۱۱۶۵ھ میں ہوا۔ آپ کے وصال کا یہ تاریخی مصرع مشہور ہے ؏ زیب خلد آمدہ میر اسمٰعیل

ناچیز نے اس میں اضافہ کر کے یہ قطعہ کہا۔

۱۔سید پاکِ ولایت پیرائے   زینتِ خلدِ بریں گشت عجیل
۲۔بہر تاریخ بگفتا ہاتف   زیب خلد آمدہ میر اسمٰعیل

۱- ولایت سے آراستہ پاک طینت سید، بلا تاخیر خلد بریں کی زینت ہو گئے۔

۲- ان کی تاریخ وصال کے لئے غیب سے ندا آئی: "زیب خلد آمدہ میر اسمٰعیل" میر اسمٰعیل خلد کی زینت بن کر آ گئے۔

اب ناچیز میر اسمٰعیل کی اولاد کا تذکرہ کرتا ہے۔ حضرت میر اسمٰعیل صاحب کی پہلی اہلیہ واسطی بلگرامی سادات میں قاضی سید محمد باقر ساکن باڑی کی صاحبزادی تھیں جن سے ایک لڑکا سید کمال احمد اور دو صاحبزادیاں: بی بی زینت اور بی بی برکت ہوئیں۔ بی بی زینت کا نکاح سید غلام محی الدین بن سید بھیکہ سے اور بی بی برکت کا سید اسرار علی بن سید سبحان علی نبی زئی سے ہوا مگر کوئی اولاد نہ ہوئی۔

سید کمال احمد

سید کمال احمد کا عقد سید نقی بن سید باقر بن سید داور بخش عرف کھابا کی صاحبزادی بی بی عفت کے ہمراہ ہوا جن سے چار صاحبزادے: ۱- سید نہال احمد، ۲- سید حاجی احمد، ۳- سید علی احمد اور، ۴- سید میر احمد عرف میرن میاں اور ایک صاحبزادی بی بی بخشی پیدا ہوئیں۔ بی بی بخشی کا عقد میر حسین الدین بن سید اشرف کے ساتھ ہوا لیکن کوئی اولاد نہ تھی۔

سید نہال احمد کا نکاح سید غلام نبی بن سید مبارک کی صاحبزادی فضل فاطمہ کے ہمراہ ہوا۔ ان کے ایک صاحبزادے سید گلزار احمد تھے جن کا عقد اپنی چچا زاد بہن سیدانی بی بی بنت میر احمد کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید محمد احمد اور ایک صاحبزادی کلثوم تھیں۔ محمد احمد کا عقد میر دلدار حیدر بن میر ذوالفقار احمد کی صاحبزادی ثالث فاطمہ کے ہمراہ ہوا جن سے ایک صاحبزادی تولد ہوئی لیکن ماں بیٹی دونوں فوت ہو گئیں۔ اس کے

بعد موضع بلہری میں سید محمد احمد نے شادی کی اور اسی جگہ زمین داری کی لڑائی میں مارے گئے۔کلثوم کا عقد میر عبد الواحد سلہڑوی کی اولاد میں میر خادم علی بن میر سخاوت علی کے ساتھ ہوا۔ان سے ایک بیٹا اولاد حسین اور دو بیٹیاں: زینت اور کرم فاطمہ تولد ہوئیں۔ اولاد حسین کا نکاح حکمت حسین بن نصرت حسین کالیہ حاتم زئی کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہے۔کلثوم کی بڑی بیٹی کا نکاح سید حسن احمد بن گھور میاں کے ساتھ اور چھوٹی بیٹی کا عقد رعایت علی بن میر رفیق علی بن میر سخاوت علی کے ہمراہ ہوا۔

سید کمال احمد کے دوسرے صاحبزادے سید حاجی احمد شادی شدہ تھے لیکن اولاد نہ چھوڑی۔تیسرے صاحبزادے سید علی احمد کا عقد سید غلام بندگی بن سید باقر کی صاحبزادی ذریت فاطمہ کے ساتھ ہوا۔ان کے ایک صاحبزادے سید مراد احمد تھے جن کا عقد سید جمال احمد بن میر اسمٰعیل کی صاحبزادی بیچا بی بی کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید محمود احمد ہوئے۔سید محمود احمد کا نکاح حاجی آل احمد بن سید ذوالفقار حیدر کی صاحبزادی سکینہ کے ہمراہ ہوا۔ان کے دو صاحبزادے: ولایت احمد اور فضل احمد پیدا ہوئے۔اللہ تعالیٰ انہیں حیات رکھے!

۞ **سید میر احمد:** سید کمال احمد کے چوتھے سید میر احمد عرف میرن میاں کا عقد مسنون سید خوب اللہ بن سید سبحان علی نبی زئی کی صاحبزادی دیانت فاطمہ کے ہمراہ ہوا۔ان کی دو صاحبزادیاں تھیں۔پہلی صاحبزادی سیدانی بی بی کا نکاح سید گلزار احمد بن سید نہال احمد کے ہوا اور دوسری صاحبزادی خاتون کا عقد سید حسین بخش بن سید امتیاز علی بن سید خوب اللہ نبی زئی کے ساتھ ہوا۔یہ صاحبزادی اپنے شوہر کے پاس بنارس گئی ہوئی تھیں،وہیں انتقال ہوا۔

سید جمال احمد

میر اسمٰعیل کی دوسری اہلیہ قاضی قدوہ کی اولاد کے قبیلے قدواڑہ کی تھیں۔ان سے ایک صاحبزادے سید جمال احمد تھے۔سید جمال احمد کی پہلی اہلیہ سید خادم علی بن سید سعید کی صاحبزادی تھیں لیکن کوئی اولاد نہیں رہی،اور دوسری اہلیہ قدوائیوں کے خاندان سے تھیں جن سے ایک صاحبزادی چھیدا بی بی پیدا ہوئیں۔ان کا عقد سید دلدار حیدر بن سید ذوالفقار حیدر کے ہمراہ ہوا۔سید جمال احمد کی تیسری اہلیہ سید رحم اللہ کی صاحبزادی صفت فاطمہ تھیں جو قصبہ کنتور میں آباد سادات باڑی کے خاندان سے تھیں۔ان سے ایک صاحبزادے غوث احمد عرف گھور میاں اور ایک صاحبزادی بیچا بی بی تھیں جن کا عقد سید مراد احمد بن سید علی احمد کے ساتھ ہوا۔گھور میاں،نواب معتمد الدولہ بہادر کے رفیق سید نیاز حسن خان بہادر کے نائب تھے۔نواب موصوف کی رفاقت میں بہت عزت اور عظمت کے ساتھ زندگی گذارتے تھے۔ان کی ملکیت میں ہاتھی اور قیمتی گھوڑے تھے اور امارت کے سارے اور نشانیاں رکھتے تھے۔نواب موصوف کے ساتھ کانپور چلے گئے اور نواب کے انتقال کے بعد وہیں اقامت اختیار کر لی۔ابھی بہت آبرو کے ساتھ عمدہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔دوسروں کی طرح یہ کبھی کسی امیر کے دروازے پر نہیں گئے اور خود کو ارزاں نہیں کیا۔سلطانی دربار سے فرزند حسین خان بہادر کا خطاب پایا۔اسی زمانے سے اس لقب کے ساتھ موسوم ہیں۔مخدوم رکن الدین کی اولاد میں شیخ علی میاں بن للو میاں کی صاحبزادی امتیاز فاطمہ کے ہمراہ غوث احمد عرف گھور میاں کا عقد ہوا جن سے ایک صاحبزادے حسن احمد ہیں جو بہت حلیم،بردبار اور سلیم الطبع ہیں۔علم کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں۔مولوی سلامت اللہ بداونی کی خدمت میں رہ کر متوسطات کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔صاحبزادہ حسن احمد کا نکاح میر خادم علی کی بڑی بیٹی زینب کے ساتھ ہوا جو سید گلزار احمد کی نواسی ہیں۔ان سے اللہ رکھی،اولاد فاطمہ وغیرہ تین

صاحبزادیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے اولاد نرینہ عطا فرمائے۔

سید محمد سعید بن سید ابراہیم، قرآن حکیم کے حافظ تھے۔ ان کا عقد سید فیض اللہ عرف فیضا قبیلۂ بچ بھیہ کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید خادم علی اور ایک صاحبزادی تھیں۔ سید خادم علی کا عقد سید عبد الواحد بن قاضی محمد باقر ساکن باڑی کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید غلام ابراہیم اور ایک صاحبزادی احسان بی بی تھیں۔ احسان بی بی کا نکاح سید جمال احمد کے ساتھ ہوا۔ یہ لاولد دنیا سے رخصت ہوئیں۔ سید غلام ابراہیم کا نکاح سید عون علی بن حاتم زئی کی صاحبزادی صالحہ کے ساتھ ہوا۔ قبیلۂ حاتم زئی، بدلے زئی کی شاخ ہے۔ سید غلام ابراہیم کی ایک صاحبزادی کھیسی موجود ہے جس کا نکاح سید تراب علی بن سید مدد علی کے ہمراہ ہوا جو سید حسام الدین گدائی کی نسل سے ہیں۔

سید عبد الرشید بن سید ابراہیم کا عقد سید داراب بن سید بدیع الدین کی اس صاحبزادی کے ساتھ ہوا جو دوسری بیوی سے تھی۔ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ حاجی الحرمین سید حسین کے چوتھے صاحبزادے سید کمال کے صاحبزادے سید ابو الباقی تھے جن کے دو صاحبزادے: سید ابو الفتح اور سید خان محمد تھے۔ سید ابو الفتح کے ایک صاحبزادے سید داور بخش عرف کھابا تھے جو نظم نگار اور تاریخ داں تھے۔ ان کا نکاح سید قطب الدین بن سید عبد الوہاب کی صاحبزادی کے ہمراہ ہوا جن سے دو بیٹے: سید باقر اور سید فاخر اور تین بیٹیاں تھیں۔ سید باقر فضل وکمال رکھتے تھے جن کی وفات ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔ ان کا نکاح سید حسن علی کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید محمد تقی اور ایک صاحبزادی تھی۔

سید محمد تقی کا نکاح سید اچھے بن سید محمد مراد بن سید جلال الدین کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ ان کے ایک صاحبزادے سید غلام بندگی اور ایک صاحبزادی عفت فاطمہ تھی۔ سید غلام بندگی کا عقد سید برہان اللہ بن سید بساون کی صاحبزادی عنایت فاطمہ کے

ہمراہ ہوا جن سے ایک بیٹی دیانت فاطمہ تھی جس کا عقد سید علی احمد بن سید کمال احمد کے ساتھ ہوا۔ اس کا حال بیان ہو چکا۔ بی بی عفت کا نکاح سید کمال احمد بن میر اسماعیل قدس سرہٗ کے ساتھ ہوا۔ سید فاخر بن سید داور بخش بے علم انسان تھے جن کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ سید خان محمد بن سید ابوالباقی کے ایک صاحبزادے سید عبدالحمید تھے جن کا عقد سید خالد بن سید غلام مصطفیٰ بائیں ہاتھ والے کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ سید غلام مصطفیٰ، سید کبیر الدین بن سید کمال احمد بن سید حسن بن سید محمد محمود مدھن کی اولاد میں تھے۔ سید عبد الحمید کے ایک صاحبزادے سید عباداللہ تھے جن کا نکاح سید داور بخش کھابا کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ ان کے ایک صاحبزادے سید محمد عطا عرف عطا میاں اور ایک صاحبزادی تھیں۔ سید محمد عطا بہت بہادر اور دلیر انسان تھے۔ سپاہیانہ وضع رکھنے کے باوجود فقر کی لذت سے آشنا تھے۔ عطا میاں کا نکاح سید عبداللطیف بن سید خالد بن سید غلام مصطفیٰ بائیں ہاتھ والے کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا لیکن اس اہلیہ سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ ایک سریہ [غیر کفو] سے ایک بیٹی حمیدہ تولد ہوئی لیکن حمیدہ لاولد تھی۔ سید عباداللہ کی صاحبزادی کا نکاح سید اشرف عرف راہو کے ہمراہ ہوا لیکن کوئی اولاد نہیں تھی۔ یہاں سید حسین بن سید فضل اللہ کی اولاد کا حال مکمل ہوا جو پچھمیہ جدید شمار ہوتے ہیں۔

فصل: سید علاء الدین عالی کی باقی اولاد کا بیان جو پچھمیہ قدیم ہیں

سید اشرف

سید اشرف بن سید احمد اوچھے بن سید فضل اللہ بن سید علاء الدین عالی کا زمانہ بعض قدیم دستاویزات کی روشنی میں ۹۷۵ھ معلوم ہوتا ہے۔ اپنے زمانے کے بزرگ شخص تھے۔

اولاد میں ان کی صرف ایک بیٹی تھی جس کا عقد قبیلہ تاجوزئی کے جدِ اعلیٰ سید تاج الدین کے بیٹے سید عبدالغفار کے ہمراہ ہوا۔ سید اشرف نے سید عبدالغفار کو اپنا متبنّٰی بنالیا تھا۔ اسی وجہ سے سید عبدالغفار نے سیدواڑہ چھوڑ کر محلّہ میدانپورہ میں سکونت اختیار کرلی تھی اور اب تک سید عبدالغفار کی اولاد محلّہ میدانپورہ میں ہی رہتی ہے اور سید محمد اشرف کے ترکہ پر قابض ہیں۔

سید عبدالغفار بن سید تاج الدین کے تین صاحبزادے تھے: ۱-سید شاہ محمد، ۲-سید خان محمد، ۳-سید صدر جہاں۔ سید شاہ محمد کے ایک صاحبزادے سید مسعود تھے۔ سید مسعود کی دو صاحبزادیاں: ۱-بی بی ماکھہ اور ۲-بی بی خاصہ تھیں۔ دونوں یکے بعد دیگرے سید مصطفیٰ بن سید فیروز بن سید عبدالواحد سلہڑہ کے عقد میں آئیں۔ سید خان محمد بن سید عبدالغفار کے ایک صاحبزادۂ والا تبار سید ضیاء اللہ تھے۔

سید ضیاء اللہ قدس سرہٗ

حضرت سید ضیاء اللہ زبردست عالم، عالی مرتبت فاضل اور عارف باللہ تھے۔ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور ہمہ دم طاعتِ الٰہی اور کتابوں کے مطالعہ میں اپنے اوقات کو مصروف رکھتے تھے۔ آپ کو عربی اور فارسی نثر میں مہارت حاصل تھی۔ نثر و نظم کے فنونِ ادب میں آپ کا جواب نہ تھا۔ آپ کی تصنیفات میں دستور البناء جسے آپ نے خود مرتب اور مدون کیا۔ آپ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آپ کی انشا پردازانہ تحریروں کو دو حصوں میں مرتب کیا گیا۔ ایک کا نام دستور الہجا﴿۱﴾ ہے جو مشہور و معروف ہے اور دوسرا حصہ بہت ضخیم ہے لیکن نایاب ہے۔ دونوں حصے آپ کے شاگرد اور میرے استاذ میر عبدالجلیل بلگرامی کے قلم سے مبیضہ کئے گئے جو بہت عمدہ خط تھے اور بہت مرصع

اور رنگین نثر لکھا کرتے تھے۔ دستور الہجاء کے خطبہ میں اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

''مستقی شیریں چشمۂ سلسبیل عبد الجلیل''، سلسبیل کے شیریں چشمہ سے سیراب بندہ عبد الجلیل۔ ان کے علاوہ بہت سی تحریریں حضرت میر عبد الجلیل کے قلم سے لکھی حاجی سید باسط علی کے گھر میں ناچیز نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ اس میں انہوں نے خود تحریر فرمایا: ''استاذی و مستندی حافظ سید ضیاء اللہ''

حضرت علامہ سید ضیاء اللہ کی تحریرات میں ایک خط ہے جو میر عبد الجلیل کے والد سید احمد کے نام میر صاحب کی شادی کے سلسلے میں لکھا گیا ہے اور ایک خط سید پیر کے نام تحریر کیا گیا ہے جس میں ان کی والدہ کی خیریت احوال دریافت کی گئی ہے اور سید مبارک محدث کے باغ کے سلسلے میں ایک قطعۂ تاریخ ہے اور ایک نسب نامہ اور بعض قصائد آپ کی تحریری یادگار ہیں۔

آپ نے بیعت ارادت کا شرف شیخ محمد امین بن بندگی میاں امیٹھی قدس سرہٗ سے حاصل کیا اور بیعت ارشاد کا شرف سید محمد کالپی قدس سرہٗ سے حاصل کیا۔ ﴿۲﴾ میر سید محمد کالپوی کے صاحبزادے میر سید احمد ترمذی کالپوی سے آپ کو بے حد عقیدت تھی۔ ان کی شان میں آپ نے بعض اشعار بھی کہے۔

۱- کالپی مکہ بلگرام یمن اے تو احمد منم اویس قرن

۲- کالپی را کم از مدینہ مداں کہ ظہور محمد یست درآں

۱- کالپی مکہ اور بلگرام یمن کا مظہر ہے۔ آپ احمد ہیں اور میں ملک قرن کا اویس ہوں۔

۲- کالپی کو مدینہ طیبہ سے کم فیض یافتہ مت سمجھو، کیونکہ وہاں حضرت محمد ترمذی کالپوی کی جلوہ گری ہے۔

عالمگیری زمانے کا نواب خیر اندیش خان کنبوہ، حضرت سید ضیاء اللہ سے بیعت، گہری عقیدت اور شاگردی کا تعلق رکھتا تھا۔ حضرت سید ضیاء اللہ کا وصال ۵/ شعبان منگل

کی رات ۱۱۰۴ھ میں ہوا۔ حضرت خواجہ عماد الدین چشتی قدس سرہٗ کی درگاہ کے پائینتی، حصار درگاہ سے باہر جنوبی دیوار سے متصل آپ کو دفن کیا گیا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے آپ کی تاریخ وصال میں یہ قطعہ تحریر کیا۔

۱-خورشید سپہر علم و فضل و تقویٰ   آں میر ضیاء اللہ روشن سیما
۲-دامن افشاند از شبستان جہاں   تاریخ شنو بمنزل قدس ضیا

۱- وہ میر سید ضیاء اللہ بلگرامی جن کی پیشانی روشن تھی اور جو آسمان علم و فضل اور فلک زہد و تقویٰ کے آفتاب عالم تھے۔

۲- انہوں نے شبستان جہاں سے رخ موڑ لیا۔ سنوان کی تاریخ وصال ان الفاظ سے برآمد ہوتی ہے "بمنزل قدس ضیاء" [۱۱۰۴ھ] حضرت ضیا مقام قدس پر پہنچ گئے۔

علامہ سید ضیاء اللہ نے کئی نکاح کئے لیکن ان سے اولاد نہ رہی۔ اخیر میں سید محمد بن سید پیارے کی صاحبزادی بی بی منا سے عقد فرمایا جس سے چار صاحبزادے پیدا ہوئے: ۱-سید احمد ۲-سید اشرف ۳-سید قادری ۴-سید چشتی

۞ سید احمد قرآن حکیم کے حافظ اور بہت بزرگ شخصیت تھے۔ خط نستعلیق اور خط نسخ میں بے نظیر مہارت رکھتے تھے۔ لمبی عمر پائی، ۲۱/ذی الحجہ ۱۱۴۳ھ کو جنت کے باغات کی سیر کو تشریف لے گئے اور اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ سید محمد یوسف بن سید اشرف نے آپ کے وصال کی تاریخ میں یہ فقرہ کہا: "رَضِیَ عَنۡہُ اَبَداً"

سید احمد کا عقد سید عبد الخبیر بن سید درویش قبیلہ بدلے زئی کی بیٹی سے ہوا۔ ان کے چار صاحبزادے تھے:

۱-سید مہدی ۲-سید عاشق ۳-سید اہل اللہ ۴-سید اسد اللہ

سید مہدی بہت پرہیزگار اور متقی انسان تھے۔ طلب علم کا ذوق رکھتے اور بہت عمدہ خط تحریر کے مالک تھے۔ گجرات سے بلگرام کو چلے تھے۔ راستے میں ہی ربیع الثانی ۱۱۴۲ھ کو دنیا

سے رحلت فرمائی۔ سید مہدی کا نکاح سید بخشی بن سید اکبر بخاری کی صاحبزادی سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید معشوق علی اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

سید معشوق علی کا نکاح سید واصل بن سید بخشی کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ ان کے ایک صاحبزادے سید سلطان احمد اور ایک صاحبزادی رہی بی بی باقی رہیں۔ سید سلطان احمد کا عقد سید عبدالغفار بن سید کلیم اللہ کی صاحبزادی امانت فاطمہ کے ساتھ ہوا جس سے ایک صاحبزادے سید علی احمد اور دو صاحبزادیاں: امیرن اور لطافت پیدا ہوئیں۔ سید علی احمد کا نکاح سید اصغر علی بخاری کی بیٹی کے ہمراہ ہوا۔ ان سے دو صاحبزادے وزیر احمد اور مہدی اور دو صاحبزادیاں امانی اور فضیلت پیدا ہوئیں۔ سید وزیر احمد کا نکاح قاضی بندہ علی بن قاضی غلام شاہ حسین ساکن باڑی کی صاحبزادی اصالت کے ساتھ ہوا۔ ان کے دو صاحبزادے سید احمد اور حسین احمد اور پانچ صاحبزدیاں تھیں۔ سید مہدی بن میر علی احمد کا پہلے سانڈی میں نکاح ہوا۔ اس اہلیہ کے وفات پا جانے کے بعد سید عوض علی عرف بدلے بن سید بندہ علی عرف بشی میاں کی صاحبزادی حسینی کے ساتھ شادی ہوئی۔ میر علی احمد کی بڑی صاحبزادی امانی کی شادی محمد جعفر بن محبّ علی کے ہمراہ ہوئی جو وفات پا گئی اور ایک بچی اپنی یادگار چھوڑ گئی اور دوسری صاحبزادی فضیلت کا عقد علی حیدر بن میر باصر علی چودھری نبی زئی کے ساتھ ہوا ہے۔ ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہے۔ سید سلطان احمد کی بیٹی امیرن کا نکاح میر محبّ علی بن سید پور علی کے ہمراہ ہوا جو سید بدرالدین کلاں معروف بہ سید بدرو بن سید تاج الدین جد اعلیٰ قبیلۂ تاجوزئی کی اولاد میں ہیں۔ سید سلطان کی دوسری صاحبزادی لطافت کا عقد نثار علی بن سید حسین علی نبی زئی کے ساتھ ہوا۔

سید عاشق علی بن سید احمد کا نکاح حضرت سید قادری کی صاحبزادی کے ہمراہ ہوا جن سے ایک صاحبزادے غلام صفی تھے۔ غلام صفی کا عقد سید اہل اللہ بن سید احمد کی صاحبزادی سے ہوا۔ سید اہل اللہ بن سید احمد کا نکاح سید اشرف بن سید ضیاء اللہ کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا

جس سے ایک صاحبزادی ہوئی۔سید اسد اللہ بن سید احمد کا نکاح سید سعید بن سید ابراہیم کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا جس سے ایک صاحبزادی ہوئی۔سید احمد بن سید ضیاء اللہ کی اولادوں میں صرف سید معشوق علی کی نسل باقی رہی،باقی کی نسلیں نہ رہیں۔

....

حواشی

﴿۱﴾ حسن اتفاق کہ دستورالعجی کا ایک قلمی نسخہ مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے احسن کلکشن میں احقر کو دستیاب ہو گیا جو چالیس اوراق پر مشتمل ہے نمبر اندراج: احسن فارسیہ 891.5528/2۔اس کو حضرت مولانا سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ کے شاگرد حضرت علامہ میر سید عبدالجلیل نامی واسطی بلگرامی قدس سرہٗ نے مرتب فرمایا اور بہت فصیح اور دلکش فارسی اسلوب میں اس کا ابتدائیہ تحریر کیا۔اس کتاب میں حضرت سید ضیاء اللہ قدس سرہٗ کے مختلف رقعات اور انشائیوں کو یکجا کیا گیا ہے۔اس کا افتتاحیہ اتنا دلکش ہے کہ دل بے اختیار ہو اٹھتا ہے۔فارسی داں حضرات اس سے خوب لطف لیں گے۔طوالت کے باوجود اسے پیش کرتا ہوں۔فاضل مرتب حضرت علامہ میر عبدالجلیل نامی بلگرامی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد منشی علی الاطلاق کہ دبیر بہار خامہ زمردیں نرگس آراستہ ورنگیں دوات لالہ را بمشکیں مداد پیراستہ در انشاء سپاس او از ہر دانہ شبنم نکات تر بر ورق گل احمری نگارد ونعت افصح انفس وآفاق کہ کاتب روزگار بمرسلہ پیرائی سیمیں قلم ہلال پرداختہ،مجرہ زریں آفتاب را از روشنائی نور پرساختہ در املائے ثنائے او از گوہر انجمن نثر دل پذیر بر صفحہ چرخ اثیری طراز د صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

امابعد! بر بہار پیرایان گلزار سخن دانی وچمن آرایاں گلستاں الفاظ ومعانی شگفتہ باد کہ چوں از ورق گردانی خزان روزگار وبرگ ریزی تقلیب لیل ونہار غایلۂ دلفگار حضرت اسوۃ الابرار،عمدۃ الاخبار،کاشف الاسرار،فایض الانوار،خورشید رائے،مشرق ضمیر،دقیق النظر،

عدیم النظیر، معنی سنج، سخن طراز، دقیقہ پیوند، نکتہ پرداز، چہرۂ کشائے صور معانی، بہار پیرائے کمالات انسانی، دقائق آگاہ غفران پناہ، رضوان دستگاہ، قبلہ گاہ حافظ سید ضیاء اللہ، شکن پیرائے کا کل بے قراری ونمک گیر خمیر زخم کاری کردید، جامۂ صبر وشکیب بر ساکنان فراز ونشیب تنگ آمد وروز روشن دردیدہائے آہنگ سخن تیرہ رنگ نمود۔

۱-جگر ہا موج خیز بحر خوں شد گداز دیدہ طوفان جنوں شد

۲-فغاں از ہر درو دیوار برخاست خروش نالہ محشردار بر خاست

۳-گل بے طاقتی از آہ بشگفت بہار شور واویلاہ بشگفت

مسوّدات انفاس قدسی، آساس آں قسطاس معنی شناس کہ از غایت شادابی چکیدہ ابر بہار و پروردۂ آغوش گلزار است، چوں تارہائے زلف نگار پریشاں بود، بنا بریں مستقی ایں چشمۂ سلسبیل عبدالجلیل کہ دور کرد دائرہ سخن گستراں و دور نشین محفل معنی پروراں است، اگرچہ بمقتضائے رسم وعادت خودرا شایستہ احراز ایں سعادت نمی دید، اما بموجب آنکہ۔

نیا بم رہ چو در بزم وصالش
سر بے تابی و پائے خیالش

بتصور ہم زبانی معانی وخیال بقائے ذکر خیر آں کاشف غوامض قلبی ولسانی حسب الاشارۃ کثیر البشارۃ آب ورنگ بہارستان سخن گستری، شادابی گلستان معنی پروری، سرنامۂ نسخہ فضل وافضال، دیباچۂ صحیفۂ شرف وکمال، جامع کمال انسانی، حافظ کلام ربانی، رموز دان غوامضات مصحف سید محمد اشرف ولد ارشد میر عاقبت محمود در تسمیط این درّ منضود نظر ہمت برگماشت و در ترتیب ایں مایہ تطریب حتی المقدور خودرا مقصر نہ داشت وچوں رقعات مانند آب حیات آں جامع الکمالات برخے تعلقات وبرخے در محاورات بود، مقدمہ طور معصل را خود بنفس نفیس متوجہ شدہ بانصرام رسانده بہ گلگشت گلزار تقدس خرام فرمود۔ ایں کسیر الضمیر رقعات طور اول بمقدمہ معصل کہ ملایم بدستور النہا دافتاد، ملحق ساختہ، مجمع رقعات محاورات بتصدیر اند، چند کلمہ پرداختہ وبرطبق آں ایں رقاع موسوم بدستور الحجا ساختہ، ایں شاہد گل اندام

انعونہ/نعولہ اختتام کشید۔

۱-تعالیٰ اللہ چہ خورم بوستانے است چہ می گویم بہشت جاودانے است
۲-نگارستاں چنیں از خط و تصویر بتو صیفش زباں عاجز ز تقریر
۳-صورت چو معنی او دلنشین است خطا گفتم نگارستان چین است
۴-ہمہ مردم نشیں چوں خانہ چشم خرد منداں ازو دیوانہ چشم
۵-چو معنی صورتش بتواں بجاں بست ازیں ہر چہ ساں صورت تواں بست

وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ.

[دستور الجی -سید ضیاء اللہ بلگرامی، قلمی ص ۱-۳-مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ-اندراج: 891.5528/2، ورق:40 سطر:17 سائز:10x6.2]

ترجمہ: خالق مطلق کی حمد جس کی تعریف میں منشی بہار، نرگس کے زمردیں قلم کو آراستہ کرکے اور لالہ کی رنگیں دوات کو مشک بو روشنائی سے مزین کرکے ہر دانۂ شبنم سے سرخ گلاب کی پتیوں پر تروتازہ نکات رقم کرتا ہے۔ انفس و آفاق میں سب سے فصیح تر [صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم] کی نعت جن کی مدح وثنا رقم کرنے میں کاتب زمانہ، ہلال کے قلم کو نقرئی ہار سے آراستہ کرکے اور آفتاب کی زریں کہکشاں کو روشنائی نور سے مزین کرکے دلکش نثر کی موتیاں آسمان کی بلندیوں پر سجاتا ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

امابعد! گلشن سخن طرازی کی بہاروں سے لطف اندوز ہونے والے اور الفاظ ومعانی کے گلستاں کی چمن آرائی کرنے والے شادر ہیں کہ خزانِ روزگار کے اوراق کی گردش اور گردش لیل ونہار کی پتیوں کے بکھراؤ کی وجہ سے حضرت حافظ سید ضیاء اللہ کی دل کو زخم زخم کردینے والی ناگہانی رحلت نے اضطراب کی زلفوں کو بکھیر دیا اور گہرے کاری زخم پر نمک پاشی کی۔ حضرت حافظ سید ضیاء اللہ ابرار کا نمونہ، اخیار میں بہترین فرد، اسرار الٰہیہ کی تہیں کھولنے والے، انوار الٰہیہ کا فیضان عام کرنے والے، آفتابی فکر، روشن ضمیر، باریک نگاہ، بے مثل، معنی آفریں، سخن طراز، دقیق نظر، نکتہ آفریں، معانی کی نقاب کشائی کرنے والے، کمالات انسانی کو بہار آشنا کرنے والے، باریکیوں سے باخبر، بخشش کا سامان اور رضائے الٰہی کا سرمایہ اور قبلۂ مقصود ہیں

ان کی رحلت سے آسمان وزمین کے مکینوں پر صبر وشکیب کا لباس تنگ ہو گیا اور اسلوب سخن کی آنکھوں میں روشن دن تاریک معلوم ہونے لگا۔

۱- جگر سے خونی سمندر کی موجیں ابل پڑیں اور آنکھوں کے آنسوؤں نے جنونی طوفان کی شکل اختیار کر لی۔

۲- ہر در ودیوار سے آہ وفغاں کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور نالہ وفریاد کے شور نے محشر بپا کر دیا۔

۳- آہوں سے ناتوانی کے پھول کھل گئے اور ماتمی شور نے بہار کا سماں پیدا کر دیا۔

اس قدسی صفات کے مسودات اور اس معیار آشنائے سخن کے علمی سرمائے اپنے اسلوب کی انتہائی شادابی کی بدولت ابر بہار کی تراوش اور آغوش گلزار کے پروردہ معلوم ہوتے ہیں۔ چونکہ ان تحریروں کی زلفیں پریشاں تھیں، اس لئے حضرت کے چشمۂ سلسبیل سے سیراب یہ بندۂ ناچیز عبدالجلیل جس نے سخن گستروں کے دائرہ کا چکر لگایا ہے اور جو معنی سنجوں کی محفل کا حاضر باش رہ چکا ہے، اپنی عادت ورسم کے مطابق خود کو اس سعادت کے حصول کا اہل تو نہیں پاتا لیکن اس شعر کے مطابق۔

جب اس کے بزم وصال میں رسائی کی کوئی صورت نہیں پاتا تو بے تابی کے سر اور اس کے تصور کے قدموں کے ذریعہ وہاں پہنچ جاتا ہوں۔

اس تصور سے کہ حضرت کے معانی وافکار کی ہم زبانی ہو جائے گی اور اس خیال سے کہ اس قلبی اور لسانی باریکیوں کو کھولنے والے کا ذکر خیر محفوظ ہو جائے گا، سید محمد ارشد بن میر عاقبت محمود کے اشارے پر ان تہہ بہ تہہ موتیوں کو پرونے کا عزم مصمم کر لیا اور اس دلکش سرمایۂ علمی کو مرتب کرنے میں حتی الوسع کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ سید محمد ارشد بہت دل خوش کن ہیں، سخن طرازی کے چمن زار کا حسن اور معنی آفرینی کے گلستاں کی شادابی ہیں، کتاب فضیلت وعظمت کا سرنامہ اور صحیفۂ شرف وکمال کا دیباچہ ہیں، کمالات انسانی کے جامع، کلام ربانی کے حافظ اور دقائق وحقائق کے رازداں ہیں۔ اس جامع کمالات [حضرت حافظ سید ضیاء اللہ] کے حیات بخش

رقعات میں سے بعض آپسی تعلقات اور بعض محاورات سے متعلق تھے، اس لئے اس کے مشکل مقدمہ کو بنفس نفیس خود تحریر فرما کر گلزار قدس کی جانب محو خرام ہو گئے۔ یہ ناچیز شکستہ خاطر نے پہلے قسم [آپسی تعلقات] والے رقعات سے مشکل مقدمہ کو جوں کا توں ضم کر دیا اور محاوراتی رقعات کو جمع کر کے آغاز میں چند کلمات تحریر کر کے اس مجموعۂ رقعات کا نام ''دستور الہجا'' تجویز کیا اور اس گل اندام محبوب [مجموعۂ رقعات] نے اختتام کا جوڑا باندھ لیا ؎

۱- ماشاء اللہ! کیسا شاداب باغیچہ ہے، میں کیا بتاؤں، سمجھو ایک جاودانی جنت ہے۔

۲- خط وصورت کے اس میں ایسے نگارستان ہیں جس کی توصیف سے زبان عاجز ہے۔

۳- اس کی صورت معنی کی مانند دل نشیں ہے، بلکہ میں نے غلط کہا، یہ تو چین کا نگار خانہ ہے۔

۴- سارے لوگ، نگاہوں میں ایسے سما گئے کہ اسے دیکھ کر سارے دانش منداس نگاہ کے متوالے ہیں۔

۵- معنی کی مانند اس کی صورت دل کو چھو سکتی ہے تو اس کا ہر طرز، مجسم ہو سکتا ہے۔

حضرت سید ضیاء اللہ قادری اور ان کے اخلاف کے تعلق سے قدرے تفصیلی معلومات کے لئے دیکھئے ناچیز کی تصنیف: ''دائرۂ قادریہ-بلگرام شریف'' جو ان کے شاہزادے سیدنا کاشف العرفان صاحب الحقیقت سید محمد قادری قدس سرہٗ کی خانقاہ عالیہ ''دائرۂ قادریہ'' سے موسوم ہے۔

﴿۲﴾ حضرت سید ضیاء اللہ بلگرامی اپنے تحریر فرمودہ منظوم شجرۂ قادریہ میں فرماتے ہیں۔

۱- اے خدا اے بارّ اے نام تو در غفراں علم
برخطا ہائے ضیاء اللہ عاصی کش قلم

۲- ربنا انا ظلمنا النفس من لوث العیوب
ربنا انا سمعنا انت غفار الذنوب

۳- قادرا ربا بحق خواجگان قادری
گر ذنوب عمر ایں عاصی بخشے قادری

۴- خواجگان سختہ ظاہر باطن ایشاں بحق

از وفورحب و خلت بانبی ابطحی

۵- سیدی شیخی جنید وقت وہادی عصات
شیخ عبدالواحد وشبلی سری سقطی صفات

۶- بادشاہے، دیں پناہے ، فخر احفادِ علی
غوث اعظم قطب عالم شاہ محی الدین ولی

۷- شمع دیں را تازہ شد بعد نبوت زد ضیا
منّت مس دو پایش بررقاب اولیا

۸- فاعف سُقماً واقعاً للوزن ربی فی السباق
مرشدی عبدالوہاب وسیدی عبدالرزاق

۹- باد رضوانِ خدا برجان ایں جمع شریف
عیسیٰ ثانی بعصمت شیخ دیں عبداللطیف

۱۰- شیخ عبداللہ جمال الدین عبد اللہ باز
صاعد اوج کرامت آں فرید شاہباز

۱۱- پس محمد آں محمد مہر در حق مرید
رہبر دنیا و اُخریٰ شیخ معروف وحید

۱۲- دیدنش یک ساعتے تکفیر صد سالہ گناہ
حضرت پاک امیٹھی مرقد قدسیش خواہ

۱۳- پیر ما شیخ محمد پور حضرت بندگی
آں بعرض اکبر از ما مای شرمندگی

۱۴- کئے تواں نام لطیفش زیں زباں گفتن عیاں
تانہ چوں سگ بردرش دربندگی بندم میاں

ترجمہ:

[اشعار شعرائے مختلف، بے خبر بلگرامی، احسن فارسیہ، +891.5511/20 A]

۱- اے مہربان خدا! تیرا اسم گرامی تو عفو و درگذر اور مغفرت کے سلسلے میں روشن علَم ہے۔اپنے گناہگار بندے ضیاءاللہ کی خطاؤں کو معاف فرما۔

۲- اے ہمارے مہربان پروردگار! ہم نے خود کو عیوب سے آلودہ کر کے اپنی جانوں پر بے حد ظلم کیا ہے لیکن میرے پروردگار! ہم نے تیرے حبیب کی زبان سے سن رکھا ہے کہ تو گناہوں کو خوب معاف فرماتا ہے۔

۳- اے میرے قدرت والے رب! خواجگان قادری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے طفیل اگر اس گناہگار بندے کی ساری خطاؤں کو معاف فرمادے تو کچھ عجب نہیں۔ بے شک تو قادر مطلق ہے۔

۴- یہ خواجگان قادری، بطحا والے پیارے نبی سے عشق اور وارفتگی کی حد تک محبت کرنے کی وجہ سے ظاہر میں بہت سنجیدہ، متوازن اور باطن میں بہت دلکش اور بارونق نظر آتے ہیں۔

۵- میرے آقا اور مرشد حضرت جنید بغدادی ہیں جو خود ایک روحانی لشکر، اپنی ذات میں انجمن اور گناہگاروں کو راہ راست پر لانے والے ہیں۔حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی، حضرت شیخ شبلی اور حضرت سری سقطی بھی ہمارے مرشدان سلسلہ ہیں جو حد درجہ متواضع اور خلیق ہیں۔

۶- کائنات کے بادشاہ، دین پناہ اور سادات کرام کا سرمایۂ افتخار ہمارے آقا و مولیٰ، غوث اعظم قطب عالم سید شاہ محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۷- حضور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی کی بدولت دین اسلام کی شمع کی ضیا کو مزید فروغ نصیب ہوا۔آپ کی قدمبوسی کا اعزاز گردن اولیا کو میسر آیا۔

۸- مولائے کریم! میرے مرشدان سلسلہ سیدی عبدالوہاب قادری اور سیدی عبد الرزاق قادری قدس سرہما کے طفیل، میزان عمل کے وقت، میرے اعمال میں جو کوتاہی اور کمی رہ گئی ہو، اسے معاف فرما۔

۹- ان سبھی بزرگوں کی ذوات قدسیہ کو رضائے الٰہی کی دولت نصیب ہو۔ خاص طور سے میرے مرشد سلسلہ شیخ الاسلام عبداللطیف قدس سرہٗ کو جو عصمت اور پاکیزگیٔ کردار میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے فیض یافتہ ہیں۔

۱۰- میرے مرشدان سلسلۂ قادریہ میں حضرت شیخ جمال الدین عبداللہ، شیخ عبداللہ باز اور شیخ فریدالدین بھی آتے ہیں جو شاہبازانِ طریقت ہیں اور کرامت کی بلندیوں تک رسائی رکھتے ہیں۔

۱۱- ان کے بعد حضرت شیخ محمد ہیں جو مریدوں کے لیے سراپا رحمت و کرم ہیں، پھر یکتا شیخ حضرت معروف / مشہور شیخ طریقت حضرت وحید الدین ہیں جو دنیا اور آخرت کے رہنما ہیں۔

۱۲- امیٹھی کے پاکباز بزرگ جن کی ایک لمحہ زیارت، سوسالہ گناہوں کا کفارہ ہے اور جن کے مزار پاک کی حاضری کی آرزو فرشتے کرتے ہیں۔

۱۳- محمد پور کے مشہور شیخ طریقت حضرت بندگی ہمارے مرشد برحق ہیں جو دربار رب العزت میں اپنی عظیم وجاہت کے سبب ہمارے رسوا کن گناہوں کی شفاعت فرمائیں گے۔

۱۴- ان کا مقدس نام، یہ گناہگار اپنی زبان سے برملا کیسے ادا کرسکتا ہے، جب تک کہ ان کے آستانے پر ایک سگ آستاں کی مانند اپنی غلامی کا خراج نہ ادا کرے۔

حضرت سید اشرف بن سید ضیاء اللہ قدس سرہما

اپنے زمانے کی بہت بزرگ اور فاضل شخصیت تھی۔ دراز عمر پائی۔ خواجہ عماد الدین قدس سرہٗ کی درگاہ کے پائنتی اپنے والد کے بغل میں مدفون ہیں۔ آپ کا عقد سید کمال بن سید پیارہ کی صاحبزادی بی بی چاند کے ساتھ ہوا۔ ان سے تین صاحبزادے:۱-

سید نور الحق جولا ولد فوت ہوئے،۲۔ سید غلام حسین اور ،۳۔سید احمدی اور تین صاجزادیاں ہوئیں۔سید احمدی کی شادی ہوئی لیکن عین حالت شباب میں اٹاوہ کے راستے میں کہیں کھو گئے۔تین صاجزادیوں میں پہلی کا عقد سید اہل اللہ بن سید احمد کے ساتھ ہوا۔دوسری صاجزادی کا عقد سید حاتم بن سید عبدالرزاق بدلے زئی کے ہمراہ ہوا اور تیسری صاجزادی کا عقد سید محمد بن سید قادری کے ساتھ ہوا۔ دوسری اور تیسری صاجزادی کی صاجزادیاں موجود ہیں۔

حضرت سید قادری بن سید ضیاء اللہ قدس سرہما

آپ عظیم کمالات کے مالک اور جامع صفات شخصیت تھے۔فضیلت میں عالی مرتبہ رکھتے تھے۔ ملا جیون امیٹھی اور مولانا غلام نقشبند لکھنوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ قرآن حکیم کے حافظ اور فن قرأت و تجوید میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔حرمین شریفین اور نجف اشرف کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے ۔حج کے ارکان ادا کئے ،حضور ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کا شرف حاصل کیا پھر کربلائے معلیٰ کو تشریف لے گئے اور سید الشہداء سیدنا امام حسین اور امیر المؤمنین سیدنا مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے روضۂ اقدس کی زیارت کرکے بغداد مقدس حاضر ہوئے اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت شیخ یٰسین حموی قدس سرہٗ صاحب سجادہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کیا اور مرشد برحق کی خدمت بابرکت میں سات سال رہ کر باطنی مراتب کی تکمیل فرمائی اور خلافت نامہ، خرقۂ

خلافت اور دیگر تبرکات حاصل کر کے ہندوستان واپس تشریف لائے۔ چند دن دہلی میں قیام فرمایا پھر بلگرام آ گئے اور ایک عرصے تک طاعت وعبادت الٰہی میں مشغول رہ کر جمعرات کی شب میں ۱۳/ربیع الاول ۱۱۴۵ھ کو دنیائے فانی سے جنت الفردوس کی سمت کوچ کر گئے اور محلہ میدان پورہ میں واقع اپنی خانقاہ ''قادریہ'' میں مدفون ہوئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید محمد اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

حضرت سید محمد بن سید قادری قدس سرہما

آپ قرآن حکیم کے حافظ تھے۔ پہلے آپ کا عقد اپنے چچا سید اشرف بن سید ضیاء اللہ کی صاحبزادی کے ہمراہ ہوا۔ ان سے ایک صاحبزادے سید غلام عماد الدین عرف غلام میاں اور ایک صاحبزادی تولد ہوئیں۔ اس اہلیہ کے وفات پا جانے کے بعد سید مہدی بن سید احمد کی صاحبزادی کے ساتھ عقد ہوا جس سے دو بیٹے: سید علی مرتضیٰ اور سید علی مقتدیٰ پیدا ہوئے۔ دوسری اہلیہ بھی جب وفات پا گئیں تو پھر سید علی رضا عرف بساون بن سید نظام الدین بدلے زئی کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح ہوا۔ سید غلام عماد الدین اپنے جد بزرگوار سید قادری کے سجادہ نشین ہوئے۔ ان کا عقد سید حیات اللہ بن سید مرتضیٰ بدلے زئی کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی۔ سید محمد کی صاحبزادی جو پہلی اہلیہ سے تولد ہوئیں، ان کا عقد سید ہاشم بن سید ہزبر علی نبی زئی کے ہمراہ ہوا۔ ان کی اولاد ہے۔ سید علی مرتضیٰ بن سید محمد کا عقد سید محمد امین بدلے زئی کی صاحبزادی امت بی بی کے ساتھ ہوا۔ ان کے ایک صاحبزادے سید باسط علی اور ایک صاحبزادی احسان فاطمہ تھیں۔ احسان فاطمہ کا نکاح سید حسن حیدر بن سید عبد الغفار کے ساتھ ہوا۔

حضرت سید باسط علی قدس سرہ

سید باسط علی جوانی میں زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے اور بیت اللہ شریف اور روضۂ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ارکان حج بجالائے۔پھر اپنے چچا سید مقتدیٰ[سید مرتضیٰ] یمنی محدث کی قدمبوسی کے لئے مصر روانہ ہوگئے اور ایک عرصے تک اپنے عم محترم کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا۔ان سے بیعت ارادت حاصل کی،خرقۂ خلافت پایا اور اجازت وخلافت پائی اور اس دیار کے نادر تحفے جیسے روغن بلسان،تریاق فاروق،عنبر،عمدہ ملبوسات،ایک جلد قرآن حکیم،دلائل الخیرات شریف کا ایک نسخہ اور دوسری چیزیں لے کر ہندوستان کے لئے روانہ ہوگئے اور اپنے دوسرے چچا سید غلام عماد الدین کی خدمت میں حاضر ہوکر قدمبوسی کا شرف حاصل کیا جو اس وقت حیات تھے اور ان سے خلافت بھی پائی۔۱۲۰۴ھ میں سید غلام عماد الدین کے وصال پاجانے کے بعد حاجی سید باسط علی ان کے سجادہ نشین ہوئے اور یاد الٰہی میں مصروف ہوگئے۔

حضرت سید علی مقتدیٰ قدس سرہ

آپ ابتدائی زمانے میں کتابیں پڑھ کر شاہجہان آباد[دہلی] گئے اور شاہ ولی اللہ محدث سے کتب حدیث پڑھیں اور پھر بیت اللہ کی زیارت کو تشریف لے گئے اور حج کے ارکان اور زیارت روضۂ رسول الثقلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ادا کر کے نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ چلے گئے جہاں امیر المومنین مولائے کائنات اور سید الشہداء

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے روضہ ہائے مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوئے پھر بغداد مقدس کی زیارت کا شرف حاصل کیا جہاں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب سجادہ حضرت سید احمد بن سید شاہ یٰسین قدس سرہما کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ایک عرصے تک مرشد برحق کی خدمت اقدس میں رہ کر تصفیۂ باطن حاصل کیا اور خرقۂ خلافت زیب تن کیا۔یہاں آکر آپ نے خود کو محمد مرتضیٰ یمنی کے نام سے متعارف کرایا اور وہاں کے اکابر محدثین سے کتب حدیث پڑھ کر سند حدیث حاصل کی پھر مصر جاکر اقامت پذیر ہوگئے۔آپ اپنے زمانے کے شہرت یافتہ فاضل تھے۔سلطان روم اور عزیز مصر آپ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔جس وقت آپ کے بھتیجے حاجی سید باسط علی آپ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل کر کے ہندوستان لوٹے تھے،آپ کے حیات ہونے کی اطلاع تھی۔اس کے بعد کے حالات کی اطلاع نہیں ہے۔

حضرت سید علی مقتدیٰ معروف بہ سید محمد مرتضیٰ کا احیاء العلوم اور قاموس محیط پر حاشیہ ہے اور دیگر تصنیفات بھی ہیں۔﴿۱﴾

حاجی سید باسط علی کا پہلا نکاح حافظ سید عبدالغفار کی صاحبزادی کرامت بی بی کے ہمراہ ہوا جن سے کوئی اولاد نہ رہی۔اس اہلیہ کے فوت ہو جانے کے بعد بڑھاپے میں سید ریاست علی بن سید محمد فاضل کی صاحبزادی حیات فاطمہ سے عقد کیا جس سے سید محمد مرتضیٰ پیدا ہوئے۔بچپن ہی میں انہیں اپنی بیعت میں داخل کر کے اجازت وخلافت عطا کی اور خود فردوس بریں کی سیر کو تشریف لے گئے۔اپنے جد امجد سید محمد قادری کے بغل میں مدفون ہوئے۔سید محمد قادری کی ساری نسل میں اولاد نرینہ میں صرف سید محمد مرتضیٰ ابھی موجود ہیں۔

سید محمد مرتضیٰ کا پہلا نکاح سید عنایت علی بن سید غلام علی کی صاحبزادی محمدی کے ہمراہ ہوا۔وہ وضع حمل کے صدمہ میں فوت ہو گئیں۔ان کے بعد سید عنایت علی کی چھوٹی صاحبزادی حسینی کے ساتھ شادی کی۔ان سے بھی ایک مردہ بیٹا پیدا ہوا۔ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہے۔

حواشی

﴿۱﴾ حضرت علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بلگرامی قدس سرہٗ ان رجال امت سے ہیں جنہیں کسی قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ کہا جاتا ہے۔صدیاں بیت گئیں مگر آپ کا آوازۂ کمال جوں کا توں برقرار ہے۔سیکڑوں اساتذۂ فن سے استفادے کے بعد آپ نے خود درس وافادہ کی بساط بچھائی اور ہزاروں تشنہ کاموں کو سیراب کیا۔آپ کے خوان علم سے خوشہ چینی کرنے والوں میں علما، مشائخ، امرا، والیان مملکت سبھی ہیں۔آپ نے ہر طور سے علم اور دین کی خدمت کی۔درس و افتا، تصنیف وتالیف اور بیعت وارشاد آپ کی خدمات کے یہ تین خاص زاویے تھے۔ان میں سب سے حاوی گوشہ تصنیف وتالیف کا ہے۔آپ کی تصانیف سو سے زائد ہیں۔ان میں صرف تاج العروس فی شرح القاموس دس جلدوں میں ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

کشف الظنون میں آپ کی تصانیف کے ذیل میں ان کتابوں کے نام ملتے ہیں:

۱- اتحاف الاصفیاء بسلاسل الاولیاء. ۲-اتحاف اهل الاسلام بمایتعلق با لمصطفی وآل بیته الکرام. ۳- اتحاف السادة المتقین فی شرح احیاء علوم الدین [۱۰/ جلدیں]۴- اتحاف سید الحی بسلاسل بنی طی. ۵- الاحتفال بصوم الست من شوال. ۶- الاربعون المختلفة فی ماوردن فی الاحادیث فی ذکر عرفة. ۷- اسعاف الأشراف مقامة. ۸-اسعاف الراغبین فی سیرة المصطفیٰ وفضائل آل بیته الطاهرین. ۹- اعلام الاعلام بمناسک بیت الله الحرام. ۱۰- الفیة السند ومناقب اصحاب الحدیث. ۱۱- الانتصار لوالد النبی المختار صلی الله تعالیٰ علیه وسلم. ۱۲- ایضاح المدارک عن نسب العواتک. [اس کا مخطوطہ انٹرنیٹ پر دستیاب ہے:4shared.com]۱۳- بذل الجهود فی تخریج حدیث:شَیَّبَتنِي سورةُ هود. ۱۴- بلغة الاریب فی مصطلح آثار الحبیب. [مصر سے ۱۳۲۶ھ میں شائع ہوئی]۱۵- تاج العروس من جواهر القاموس [۱۰/جلدیں] . ۱۶- ترویح القلوب بذکر ملوک بنی ایوب. ۱۷- التعلیقة علیٰ مسلسلات ابن عقیلة. ۱۸- التفتیش فی معنی لفظ درویش. ۱۹- تکملة القاموس للفیروز آبادی. ۲۰- تنبیه العارف البصیر علیٰ

اسرار الحزب الکبیر. [مصر سے ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوئی] ۲۱- تنسیق قلائد المنن فی تحقیق کلام الشاذلی ابی الحسن. ۲۲-عقود الجواهر المنیفة فی اصول ادلة مذهب الامام ابی حنیفة . ۲۳-حدیقة الصفا فی والدی المصطفیٰ. ۲۴-حسن المحاضرة فی آداب البحث والمناظرة. ۲۵- حکمة الاشراق الی کتاب الآفاق. [مصر سے ۱۹۰۴ء میں یہ رسالہ طبع ہوا جسے پروفیسر عبدالسلام محمد ہارون نے ترتیب دیا ہے] ۲۶- رشف زلال الرحیق فی نسب حضرة الصدیق رضی اللّٰه عنه . ۲۷- رشقةالمدام المختوم البکری من صفوة زلال صبغ القطب البکری. ۲۸- رفع الشکوی لعالم السرو النجوی. ۲۹- رفع الکل عن العلل . ۳۰- رفع قاب الحقا عمن انتمی الی وفاوابی الوفا. ۳۱- زهر الاکام المنشق عن جیوب الالهام بشرح صیغة سید ی عبد السلام. ۳۲- شرح الصدر فی شرح اسمآء اهل بدر. ۳۳-العروف المجلیة فی طرق حدیث الاولیة. ۳۴- العقد الثمین فی طرق الالباس والتلقین. ۳۵- عقیلةالاتراب فی سند الطریقة والاحزاب. ۳۶-قلنسوة التاج رسالة الفه باسم ابن بدیر المقدسی . ۳۷-القول المبتوت فی تحقیق لفظ التابوت. ۳۸- کشف الغطا عن صلاة الوسطیٰ. ۳۹-کشف اللثام عن آداب الایمان والاسلام. ۴۰- لقط اللآلی من الجوهر الغالی فی اسانید الاستاذالحفنی. ۴۱- المربی الکابلی فیمن روی عن الشمس البابلی. ۴۲- المرقاة العلیة بشرح الحدیث المسلسل بالاولیة. ۴۳- المقاعد العندیة فی المشاهدالنقشبندیة. ۴۴-المنح العلیة فی الطریقة النقشبندیة. ۴۵- منح الفیوضات الوفیة فیما فی سورة الرحمٰن من اسرار الصفة الالٰهیة . ۴۶-المواهب الجلیة فیما یتعلق بحدیث الاولیة. ۴۷-مواهب رب البریة بالامالی الشیخونیة. ۴۸- النفحة القدسیةفی واسطة البضعة العید روسیة. ۴۹- نشوة الارتیاح فی بیان حقیقة المیسر والقداح. [لائیڈن سے ۱۳۰۳ھ میں شائع ہوئی۔ اس کے دو قلمی نسخے برلن اور قاہرہ میں ہیں] ۵۰- النوافح المسکبة علی الفوائح الکشکیة. ۵۱- هدیة الاخوان فی شجرة الدخان. یہ رسالہ مجلّہ العرب، مصر ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ [کشف الظنون، ۶/۳۴۷]

نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی نے ابجد العلوم میں درج ذیل مزید تصانیف

کے اسماء بھی پیش کئے ہیں:

۵۲- انالة المنیٰ فی سر الکنیٰ. ۵۳- رسالة فی اصول الحدیث . ۵۴- رسالة فی اصول المعمیٰ. ۵۵-اقرار العین بذکر من نسب الی الحسن و الحسین . ۵۶- الابتهاج بذکر امر الحاج. ۵۷- التعریف بضروری علم التصریف. ۵۸- اتحاف بنی الزمن فی حکم قهوة الیمن. ۵۹-الدرة المضئیة فی الوصیة المرضیة [منظوم]. ۶۰ . ارشاد الاخوان الی الاخلاق الحسان [منظوم]. ۶۲- شرح الفیة السند. ۶۳- الازهار المتناثرة فی الاحادیث المتواترة. [اس کا انتخاب نواب صدیق حسن خان نے شائع کرایا] ۶۴- تحفة العید. ۶۵- تفسیر سورة یونس علی لسان لقوم . ۶۶- لقطة العجلان فی لیس فی الامکان ابداع مما کان. ۶۷-القول الصحیح فی مراتب التعدیل والتجریح. ۶۸-التحبیر فی الحدیث المسلسل بالتکبیر . ۶۹-الامالی الشیوخیة، [بخط مصنف اس کا قلمی نسخہ برلن میں ہے جو ۱۱۹۰ھ میں تحریر ہوا]. ۷۰- الامالی الشخنیة. [ابجد العلوم ۳/۱۴/۷]

علامہ زبیدی کی متعدد کتابوں کے مخطوطات برلن لائبریری جرمنی، دار الکتب قاہرہ مصر، پروفیسر عبدالحی کتانی اور شیخ الاسلام عارف حکمت کی ذاتی لائبریریوں اور ندوۃ العلما لائبریری، ایشاٹک سوسائٹی اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں موجود ہیں۔

نثر کے ساتھ نظم میں بھی آپ کو موروثی مہارت حاصل تھی۔عربی زبان سے والہانہ شغف کی بنیاد پر آپ کی ساری نگارشات عربی زبان میں رہیں، اس لئے شعر بھی عربی زبان میں ہی کہا۔آپ نے بہت سے منظوم عربی رسائل قلم بند فرمائے۔علامہ زبیدی کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق: ۱- المقاعد العندیة فی المشاهد النقشبندیة [۱۵۰اشعر] . ۲- الدرة المضئیة فی الوصیة المرضیة [۲۲۰/اشعار] یہ دونوں منظوم رسالے پروفیسر ابو محفوظ الکریم معصومی نے مرتب کئے اور پروفیسر مختار الدین احمد نے مجلة المجمع العلمی الهندی علی گڑھ جون ۱۹۸۰ء میں شائع کئے] ۳- ارشاد الاخوان الیٰ الاخلاق الحسان [۱۲۰/شعر]، ۴- الفیة السند [۱۵۰۰/اشعار] آپ کے منظوم رسالے ہیں۔صرف انہیں رسائل کے اشعار کی مجموعی تعداد دو

ہزار کے قریب پہنچتی ہے۔اس کے علاوہ اور بھی رسائل اور منظومات ہیں۔خود فرماتے ہیں:

" الیٰ غیر ذلک من رسائل منظومة ومنثورة مما لستُ احصی اسماء ها الآن" ان کے علاوہ اور بھی نظم ونثر میں رسائل ہیں جن کے نام ابھی میں نے نہیں لکھے۔

واضح رہے کہ یہ مکتوب ۹رشوال ۱۱۹۵ھ بروز دوشنبہ لکھا گیا اور آپ کا وصال شعبان ۱۲۰۵ھ نماز جمعہ کے وقت ہوا،اس طور سے آپ اس مکتوباتی تحریر کے بعد دس سال حیات رہے۔ ان دس سالوں میں آپ کی علمی یادگاروں میں کیا کیا اضافے ہوئے،اس کی تفصیل الگ رہی۔

حضرت علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی بلگرامی قدس سرہٗ اپنے جد امجد حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ ہی کی طرح بہت وجیہ وشکیل تھے۔جسم اطہر متبدن نہیں تھا،رنگ بے حد ملیح اور پرکشش اور قامت بہت ہی زیبا تھی۔موروثی نفاست مزاج میں رچی بسی تھی۔طیبات پسند فرماتے،عمدہ لباس زیب تن فرماتے،عرب کا تاج عمامہ شریف سر پر سجاتے،خود کو خوشبوؤں سے معطر رکھتے اور درس حدیث کے وقت خوشبو اور بخور کا اہتمام فرماتے۔آپ نے دو نکاح کئے۔ایک نکاح والی مصر کی شہزادی زبیدہ خاتون کے ہمراہ تاج العروس کی تصنیف کے بعد ۷ر شعبان المعظم ۱۱۸۲ھ میں ہوا جن سے آپ بہت مانوس تھے۔آپ کی رحلت سے نو سال پہلے وہ ۱۱۹۶ھ میں وفات پا گئیں تو دوستوں کے اصرار اور خانگی ضروریات کی تکمیل کے لئے دوسرا عقد فرمایا لیکن دونوں حرم سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔دوسری اہلیہ بھی ۱۲۰۵ھ میں بلائے طاعون کا شکار ہو کر داغ مفارقت دے گئیں۔اس حادثے نے علامہ زبیدی کو ہلا کر رکھ دیا۔اس کے کچھ دنوں بعد آپ نے بھی سفر آخرت اختیار فرمالیا۔

جس سال آپ کا وصال ہوا،اس میں آپ لوگوں سے کٹ کر بالکل گوشہ نشین ہو گئے تھے۔شعبان ۱۲۰۵ھ میں جمعہ کے دن نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجد کردی تشریف لے جا رہے تھے کہ مرض طاعون نے آپ کو گھیر لیا۔اسی حالت میں آپ گھر لوٹے اور چند لمحوں کے بعد سنیچر کے دن وصال محبوب سے شادکام ہوئے اور مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔قاہرہ میں اپنی اہلیہ محترمہ حضرت زبیدہ کے بغل میں سیدہ رقیہ علیہا الرحمہ کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔رحمہ

اللہ تعالیٰ ورحمنا بہ][دائرۂ قادریہ۔ بلگرام شریف]

حضرت سید چشتی بن ضیاء اللہ قدس سرہٗ

آپ ۱۱۲۷ھ میں سیالکوٹ کے راستے میں جاتے ہوئے گم ہو گئے۔ان کی شادی سید مبارک محدث بن سید فخر الدین بدلے زئی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جن سے دو صاحبزادے: سید کلیم اللہ اور سید محمد امان عرف جین تولد ہوئے۔ سید کلیم اللہ قرآن حکیم کے حافظ تھے جن کی شادی سید عاشق بن سید احمد کی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی۔ان کے ایک صاحبزادے سید عبد الغفار تھے جو حافظ قرآن اور درویش صفت تھے اور بہت ثقہ اور بھروسہ مند انسان تھے۔سید عبد الغفار کا عقد سید غلام نبی عرف کالے بن سید عبد الغفور بن سید صدر جہاں بن سید عبد الغفار کی صاحبزادی تولاً بی بی کے ساتھ ہوا جن سے چار صاحبزادے:۱۔ سید سلطان حیدر، ۲۔محمد علی اعظم، ۳۔حسن حیدر اور، ۴۔ حسین حیدر اور دو صاحبزادیاں:۱۔ امانت بی بی اور، ۲۔کرامت بی بی تھیں۔امانت بی بی کا عقد سید سلطان احمد بن سید معشوق علی کے ساتھ ہوا۔ان کا تذکرہ گذر چکا ہے،اور کرامت بی بی کا نکاح حاجی سید باسط علی بن سید علی مرتضیٰ کے ساتھ ہوا۔ یہ لاولد فوت ہوئیں۔

سید سلطان حیدر کا عقد سید معشوق علی کی صاحبزادی رہی بی بی کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید غلام قادری پیدا ہوئے۔سید غلام قادری کا نکاح اپنی چچازاد بہن نور الفاطمہ بنت سید حسن حیدر کے ہمراہ ہوا جن سے دو صاحبزادے سید واسطی اور سید ابن حیدر پیدا ہوئے۔ سید واسطی کا نکاح سید ثابت حسین بن سید حسین فضل اللہ کی بڑی صاحبزادی آل فاطمہ کے ساتھ ہوا جن سے دو صاحبزادے: سید کلیم اللہ عرف کلو اور سید عبد العزیز عرف بدھو اور ایک صاحبزادی ذریت فاطمہ پیدا ہوئیں۔سید عبد العزیز اب

تک غیر شادی شدہ ہیں۔ذریت فاطمہ کا نکاح سید ابن حسن خان بن سید نیاز حسن خان بہادر کے صاحبزادے سید خورشید حسین کے ساتھ ہوا۔

سید حسن حیدر کا عقد سید ریاست علی بن سید محمد فاضل کی صاحبزادی امتیاز فاطمہ کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید ذوالفقار حیدر پیدا ہوئے۔سید حسن حیدر عین عالم جوانی میں انتقال کر گئے۔ان کے صاحبزادے سید ذوالفقار حیدر اور ان کی اہلیہ حیات ہیں۔سید حسین حیدر کا نکاح سید علی مرتضیٰ بن سید محمد کی صاحبزادی احسان فاطمہ کے ساتھ ہوا جن سے ایک صاحبزادی نور الفاطمہ پیدا ہوئیں۔نور الفاطمہ کا عقد سید غلام قادری بن سید سلطان حیدر کے ساتھ ہوا جس کا تذکرہ گذر چکا۔

سید محمد علی اعظم بہت جری، بہادر اور اپنے زمانے کے مانے ہوئے شجاع اور بہترین نامور ثقہ انسان تھے۔ان کی اولاد تو کجا شادی کی نوبت بھی نہ آئی۔سید اشرف کے نواسہ سید عبدالغفار کی اولاد کا حال یہاں مکمل ہوا جنہیں سید اشرف نے متبنّیٰ بنایا لیا تھا۔

اب میں سید حسام الدین گدائی بن سید علاء الدین بن سید ابراہیم کی اولاد کا حال بیان کرتا ہوں۔چونکہ اس ناتواں کو سید گدائی کے انساب کے حال کی قطعاً اطلاع نہیں ہے، اس لئے ان کی اولاد کے حالات میر غلام علی آزاد بلگرامی کے رسالہ ''شجرۂ طیبہ'' سے من وعن نقل کرتا ہوں۔البتہ میر صاحب نے جن کی اولاد کی تفصیل چھوڑ دی ہوگی، یہ ناچیز اپنی معلومات کے مطابق لوگوں سے دریافت کر کے ان کے حالات سپرد قلم کرے گا۔میر صاحب کے ''شجرۂ طیبہ'' کا اقتباس:

سید حسام الدین گدائی

سید حسام الدین گدائی بن سید علاء الدین بن سید ابراہیم کے ایک صاحبزادے

سید برخوردار تھے جن کے صاحبزادے سید شمس الدین اور سید شمس الدین کے صاحبزادے ہیں۔ سید عبدالشکور اپنے زمانے کے بزرگ تھے۔ قدیم دستاویزات کی روشنی میں ان کا دور ۹۷۵ھ معلوم ہوتا ہے۔ سید عبدالشکور کے تین صاحبزادے تھے:

۱-سید حسن ۲-سید جان محمد اور ۳-سید عبدالحی

سید حسن کے ایک صاحبزادے سید بدلے تھے۔ سید بدلے کے دو صاحبزادے:
۱-سید شمس الدین عرف سید میراں، ۲-سید محمود اور چار صاحبزادیاں: ۱-بی بی بھوری، ۲-بی بی صحبن، ۳-بی بی پھول، ۴-بی بی بڑی تھیں۔ بی بی بھوری، سید محمد اعظم بن سید محمود بن سید حسین قبیلہ بھتھہ کی اہلیہ تھیں۔ بی بی صحبن خواجہ قطب الدین بن سید عبدالوہاب بن سید اجمل کی بیوی تھیں۔ بی بی پھول، سید خالد بن سید مصطفےٰ بائیں ہاتھ والے کی زوجہ تھیں۔ بی بی بڑی، سید معین الدین بن سید عبداللطیف بن سید محمود قبیلہ بھتھہ کی اہلیہ تھیں۔ سید شمس الدین عرف سید میراں بن سید بدلے کے دو صاحبزادے: سید حاجی اور سید پیر محمد اور ایک صاحبزادی تھیں۔ سید حاجی کے ایک صاحبزادے سید شاہ محمد اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ سید پیر محمد بن سید شمس الدین عرف سید میراں کے دو صاحبزادے: سید کبیر اور سید عبدالرسول اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ سید کبیر کے ایک صاحبزادے سید علی اکبر اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ سید عبدالرسول کی دختری اولادیں تھیں۔ [اولاد نرینہ نہیں تھی] انتہیٰ کلامہ۔

سید علی اکبر کے ایک صاحبزادے سید غلام محمد تھے جن کا نکاح سید نہال الدین حسین کی صاحبزادی نجاتو/خاتو بی بی کے ہمراہ ہوا جن سے ایک صاحبزادے سید اولاد محمد اور ایک صاحبزادی سیدۃ النساء تولد ہوئیں۔ سید اولاد محمد کا نکاح سید تراب علی بن سید مدد علی کی صاحبزادی ریاض کے ہمراہ ہوا۔ سید تراب علی کا تذکرہ ابھی آتا ہے۔ سید اولاد محمد کی ایک بیٹی قدرت فاطمہ پیدا ہوئی جس کا نکاح میر ہاشم علی بن نصیر الدین کے صاحبزادے رعایت محمد کے ساتھ ہوا۔ میر غلام محمد کی بیٹی سیدۃ النساء کا نکاح میر ہاشم علی

بن نصیر الدین کے ساتھ ہوا۔اس ناتواں نے غلام محمد کے سوا سب کو دیکھا ہے۔شمس الدین کی باقی اولاد کے بارے میں فقیر کو اطلاع نہیں ہے۔

سید محمود

[''شجرۂ طیبہ'' کی باقی عبارت] سید محمود بن سید بدلے بہت بلند ہمت، صاحب ثروت اور افرادی قوت والے انسان تھے۔فن موسیقی میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔اخیر عمر میں انہوں نے ریاضات شاقہ کیں اور شب و روز کے اوراد و وظائف پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔ان کے متعدد بیویوں سے چھ بیٹے پیدا ہوئے۔پہلی بیوی سید دوست محمد عرف کالی ڈھال کی بیٹی تھی جس سے ایک بیٹا سید خان جہاں پیدا ہوا۔دوسری بیوی سید عبد اللطیف بن سید محمود ثانی بھتھہ کی بیٹی تھی جس سے تین بیٹے:۱-سید برکت اللہ،۲-سید عظمت اللہ اور،۳-سید عبد الہادی اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔تیسری بیوی سے قبیلہ ترخان کی نجیب الاصل مغلانی تھی جو شاہ جہان آباد[دہلی] کے امراء کے خاندان سے تھی۔اس سے دو بیٹے:۱-سید کرم اللہ اور،۲-سید عبد الشکور پیدا ہوئے۔سید خان جہاں بن سید محمود کی خاندانی بیوی سے کوئی اولاد نہیں تھی اور غیر قبیلہ والی بیوی سے ان کے دو بیٹے: ۱-سید روشن اور،۲-سید فرحت اللہ تھے۔سید برکت اللہ بن سید محمود قرآن حکیم کے حافظ تھے اور موزوں طبیعت کے مالک۔جوانی میں ہی انہیں جنون لاحق ہوگیا جس کے زیر اثر وہ اجین چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔سید عظمت اللہ بن سید محمود طبعی لطافت کے مالک تھے اور شعر گوئی کا بھرپور سلیقہ رکھتے تھے۔ان کی پہلی اہلیہ سید شاہ محمد بن سید حاجی کی بیٹی تھیں جن سے ایک بیٹی تولد ہوئی۔اس کا نکاح سید اسد اللہ عرف بڑے میاں بن سید عبد الرحمن قبیلہ

بھتیہ کے ہمراہ ہوا۔ سید عظمت اللہ کی دوسری بیوی ایک مغنیہ کی بیٹی تھی جس سے ایک بیٹا سید رحمت اللہ اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ دونوں مذکورہ بالا بیویوں کے انتقال کر جانے کے بعد سید عظمت اللہ نے چالیس سال کی عمر میں سید غلام محمد بن سید تاج محمود سلہڑہ کی بیٹی سے نکاح کیا۔ اس سے بھی چند بچے پیدا ہوئے۔ جب عمر ستر سال سے متجاوز ہو گئی تو وطن آ گئے۔ اس دوران لکھنؤ کے سفر کا اتفاق ہوا۔ وہاں واپس ہوتے ہوئے بانگر مئو میں ۲۴؍ ربیع الآخر ۱۱۶۱ھ بروز منگل اس دنیا سے رحلت کی۔ ان کی لاش بلگرام لا کر آبائی قبرستان میں دفن کی گئی۔

سید عبد الہادی بن سید محمود قرآن حکیم کے حافظ تھے۔ مبارز الملک سر بلند خان کے نوکر تھے۔ اسی ملازمت کے دوران بندوق کے زخم سے ۲۴؍ جمادی الآخرہ ۱۱۲۶ھ کو خیر آباد کے مضافاتی موضع نونیر میں ان کی وفات ہوئی۔ شیخ فتح اللہ بن شیخ الہ دیا خیر آبادی قدس سرہما کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔ سید عبد الہادی کی شادی سید عبد اللطیف بن سید خالد بن سید مصطفیٰ بائیں ہاتھ والے کی بیٹی سے ہوئی جس سے ایک بچی تولد ہوئی۔ اس بچی کا نکاح سید یار علی بن سید مظہر علی بھتیہ کے ساتھ ہوئی۔'' انتہیٰ

سید محمود کی اولاد کے حالات کے بارے میں انہی کے گھر سے چند اوراق دستیاب ہوئے ہیں جن پر سید عظمت اللہ بن سید محمود کے دستخط ہیں۔ ان کے اقتباس یہاں بعینہ درج کئے جا رہے ہیں:

''سید محمود دولت واقتدار کے مالک تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے کثیر اولاد عطا فرمائی جو خاندانی اور غیر خاندانی [غیر سید] بیویوں سے پیدا ہوئیں۔ ان کی تفصیل یہاں درج کی جاتی ہے: سید محمود کے پہلے فرزند میر سید خان جہاں ہیں جن کی والدہ کالی ڈھال کے قبیلے کی خاتون بی بی لاڈو بنت میر سید محمد ہیں۔ خان جہاں کے علاوہ بی بی لاڈو کی اور کوئی دوسری اولاد نہ ہوئی، کیونکہ خان جہاں کی ولادت کے بعد ہی بی بی لاڈو کا انتقال ہو گیا۔ سید محمود کی دوسری اہلیہ سید عبد اللطیف بھتیہ کی صاحبزادی 'شہزادی' تھیں جن سے

تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان بچوں کی ترتیب ولادت یہ ہے: ۱- بی بی دلاری، ۲- سید برکت اللہ، ۳- بی بی رابعہ، ۴- یہ ناچیز سید عظمت اللہ، ۵- سید عبد الہادی۔ سید محمود کی تیسری اہلیہ نیاز بی بی غیر قبیلہ کی تھیں۔ ان سے بھی پانچ اولادیں ہوئیں: چار بیٹے اور ایک بیٹی: ۱- سید نعمت اللہ، ۲- سید محبّ اللہ، ۳- سید کرم اللہ، ۴- بی بی چھمی، ۵- سید عبد الشکور ثانی۔ سید محمود کی غیر کفو کی بیویوں سے بھی متعدد اولادیں ہوئیں راجیا بی سے ایک بیٹا محمد اسحٰق اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ کبان بائی سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جو سید فیض زاہد سے منسوب تھی۔ ایک اور بیوی سے ایک بیٹا عتیق اللہ پیدا ہوا۔ پٹنہ میں ایک بیوی تھی جس سے ایک بیٹا محمد روشن پیدا ہوا۔ محمد روشن کی ولادت کے فوراً بعد اس کی والدہ فوت ہوگئی۔ تو سید محمود کے قبیلہ کی کل اولادیں سولہ تھیں: بارہ بیٹے اور چار بیٹیاں۔ انتہیٰ

سید روشن بن سید خان جہاں کا ایک بیٹا سید غلام رسول تھا جس کا پہلا عقد میاں سعید کی بیٹی کے ساتھ مسولی میں ہوا جس سے ایک بیٹا سید فرخند علی پیدا ہوا۔ اس اہلیہ کے فوت ہو جانے کے بعد سید غلام رسول کا دوسرا عقد میاں سعید کی دوسری بیٹی کے ساتھ ہوا۔ اس سے ایک لڑکی عنایت پیدا ہوئی۔ فرخند علی کا عقد لکھنؤ کے مضافات میں واقع دیہات میں ہوا جس سے ایک بیٹا زاہد علی اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ زاہد علی کا نکاح خورد پورہ میں نادعلی کی بیٹی کٹھ سیدہ کے ہمراہ ہوا اور فرخند علی کی بیٹی کا عقد میر حیات علی عرف بھولے بن سید حمایت علی بدلے زئی کے ساتھ ہوا۔ سید غلام رسول کی کی بیٹی عنایت کی شادی قصبہ کرہی میں ہوئی۔ اس کے دو بیٹے: ۱- عبد السمیع اور ۲- عبد البصیر پیدا ہوئے لیکن حیات نہ رہے۔

سید عظمت اللہ کی تیسری بیوی سے ایک بیٹا سید مدد علی اور چار بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی کا نام سیدہ آمنہ بی بی ہے۔ دوسری کا نام معلوم نہیں۔ حمایت بی بی، میر راحت علی کی والدہ ہے اور اعانت بی بی لاولد فوت ہوئی۔ سید مدد علی کا عقد سوہایت بی بی بنت میر عبد الشکور ثانی کے ساتھ ہوا جس سے ایک بیٹا سید تراب علی اور دو بیٹیاں اصالت اور قبولن

تھیں۔ میر تراب علی کا نکاح سید غلام ابراہیم بن سید خادم علی کی صاحبزادی کھیسی کے ساتھ ہوا جس سے دو بیٹیاں: ریاض اور امامی پیدا ہوئیں۔ ریاض کا عقد اولاد محمد بن میر غلام محمد کی بیٹی کے ساتھ ہوا اور امامی کا نکاح، ناصر علی بن میر غلام حیدر کے ساتھ ہوا۔ امامی کی دو بچیاں پیدا ہوئیں اور پھر امامی کا انتقال ہو گیا۔ میر مدد علی کی بیٹی اصالت کا نکاح میر راحت علی سلہڑوی کے ساتھ ہوا جس سے ایک بیٹی منو پیدا ہوئی جس کا عقد میر کاظم حیدر نبیرۂ نور الحسن خان کے ساتھ ہوا لیکن وہ لاولد فوت ہو گئی۔ میر مدد علی کی دوسری بیٹی قبولن کا نکاح میر غلام حیدر سلہڑوی کے ہمراہ ہوا جس سے چار بیٹے: ۱- ضامن علی، ۲- ناصر علی، ۳- ابن حیدر اور، ۴- سلطان علی اور دو بیٹیاں ۱- اللہ رکھی اور، ۲- پیاری پیدا ہوئیں۔ ضامن علی کا نکاح میر ہاشم علی کی بیٹی فضل کے ساتھ ہوا۔ ناصر کا نکاح میر تراب علی بن میر مدد علی کی بیٹی امامی کے ساتھ ہوا۔ ابن حیدر کا نکاح پورب کے علاقے میں کسی جگہ ہوا اور سلطان علی کا عقد مولوی میر محمد بن میر رضا علی کی صاحبزادی 'بیگم' کے ساتھ ہوا جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ اللہ رکھی کا نکاح سید روشن علی بن میر سخاوت علی کے ساتھ ہوا اور پیاری کا عقد بلگرامی سادات بخاری میں سے سید امیر حسین عرف سدھو کے ہمراہ ہوا۔

سید عظمت اللہ کی بیٹی آمنہ بی بی کا نکاح سید زاہد عرف بڑے میاں کے ساتھ ہوا جس سے دو بیٹے: ۱- سید محمد اور، ۲- سید احمد اور دو بیٹیاں: ۱- ہتو اور، ۲- صالحہ پیدا ہوئیں۔ سید محمد بہت بزرگ، صالح، متقی اور ذکر و شغل والے شخص تھے اور میر عبد الواحد قدس سرہٗ کی اولاد میں سبحان میاں کے سجادہ نشین تھے۔ سید محمد کا نکاح سید فرخ فال کی صاحبزادی فاطمہ بخش کے ہمراہ ہوا۔ اس کی ایک بیٹی ہے جس کا عقد محمد عارف کے ساتھ ہوا جس سے ایک صاحبزادہ سید عبد الواحد ہے جو اپنے جد میر عبد الواحد کا سجادہ نشین ہے۔ سید احمد کا نکاح کالے میاں کی بیٹی امان بی بی کے ساتھ ہوا۔ کوئی اولاد نہیں ہے۔ بی بی ہتو کا نکاح، منشی جان علی سلہڑوی کے ساتھ ہوا جس سے ایک بیٹی مراد بی بی ہے جس کا

نکاح چچازاد بھائی سید رفیق علی بن میر سخاوت علی کے ساتھ ہوا۔اس کی اولاد موجود ہے۔ صالحہ کا نکاح میر آل نبی کے ساتھ ہوا۔لا ولد فوت ہوئی۔

سید مدد علی نے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد قاضی پورہ کے شیوخ میں سے حافظ حسین میاں عثمانی کی بیٹی حسنی بی بی کے ساتھ ہوالیکن یہ لا ولد فوت ہوئی۔میر مدد علی کے غیر کفو بیوی سے دو بیٹے: میر حمزہ علی اور محمد علی ہیں۔یہ دونوں صاحب اولاد ہیں اور ابھی حیات ہیں۔سید عبد الشکور ثانی بن سید محمود کا الٰہ آبادی بیوی سے ایک بیٹا سید داد علی اور ایک بیٹی سوہایت تھی جس کا نکاح میر مدد علی بن میر عظمت اللہ کے ساتھ ہوا۔میر داد علی کا نکاح سید عظمت اللہ کی دوسری بیٹی کے ساتھ ہوا جس کا نام معلوم نہیں ہے۔ان کا ایک بیٹا سید نیاز علی تھا جس نے پوربی علاقے میں شادی کی۔اس کی اولاد دو ہیں ہے۔سید کرم اللہ بن سید محمود کی ایک بیٹی مینابی بی تھی جس کا عقد سید جمال الدین حسین کے ساتھ ہوا تھا۔اس سے ایک بیٹی نجاتو/بخاتو بی بی ہوئی جس کا نکاح سید غلام محمد بن علی اکبر کے ساتھ ہوا تھا۔اس کا حال بیان ہو چکا۔سید عبد الہادی کی کوئی اولاد نہیں ہے۔حاصل کلام یہ کہ سید محمود کی تمام اولادیں نجیب الطرفین اور صحیح الجانبین صرف سید محمد سلہڑوی، ان کی بیٹی اور نواسہ ہیں جو سید محمد کی دختری اولاد ہیں۔باقی اولادیں خلل سے خالی نہیں چاہے جانبین سے ہو یا ایک جانب سے۔

سید جان محمد بن عبد الشکور کی دختری اولاد نہیں ہے۔سید عبد الحی بن سید عبد الشکور کے دو بیٹے ہیں: قبیلہ والی بیوی سے ایک بیٹا سید ابو الفرح ہے اور غیر قبیلہ والی اہلیہ سے ایک بیٹا سید نور محمد ہے۔سید ابو الفرح نے ایک بیٹی بی بی بساون یادگار چھوڑی جس کا نکاح سید عبد الغنی بن سید طیب بن میر عبد الواحد قدس سرہٗ کے ہمراہ ہوا۔سید نور محمد کا ایک بیٹا سید فیروز تھا جس کا عقد سید فاضل کی بیٹی بی بی بھیکن کے ساتھ ہوا جس سے دو بیٹے: ۱-سید سعید اور، ۲-سید تقی پیدا ہوئے۔سید سعید کا ایک بیٹا سید عبد الحمید اور ایک بیٹی تھی۔سید عبد الحمید شادی کرنے کے لئے نواب ابو المنصور خاں کے لشکر سے وطن آرہا تھا کہ راستے ہی

میں قتل کر دیا گیا۔سید تقی کا پہلی بیوی سے ایک بیٹا سید ضیاء الحق اور ایک بیٹی تھی۔دوسری بیوی سے بھی اولادیں تھیں۔ان کی غیر کفو تیسری بیوی سے ایک بیٹا عبداللہ تھا۔یہاں تک سید حسام الدین گدائی بن سید ابراہیم کی اولاد کی تفصیل ذکر ہوئی۔انتہیٰ۔ان کی اولاد میں کوئی نظر نہیں آتا،سب فنا ہو گئے۔اگر کوئی ہو بھی تو مجھے اس کا علم نہیں۔

سید ابوالفرح بن علاء الدین

سید ابوالفرح کے ایک صاحبزادے سید فتح اللہ تھے جن کے ایک بیٹے سید معروف ہیں۔سید معروف کے بیٹے ہیں سید ابوالفرح خورد۔سید ابوالفرح خورد کے تین بیٹے:۱-سید علاء الدین،۲-سید چاند اور،۳-سید حاجی اور ایک بیٹی بی بی کرامت تھی۔سید علاء الدین کے دو بیٹے:۱-سید احمد اور،۲-سید بایزید تھے۔سید احمد کا ایک بیٹا سید فتح اللہ تھا۔سید فتح اللہ کا ایک بیٹا سید غلام مصطفےٰ اور دو بیٹیاں تھیں۔سید غلام مصطفےٰ کا ایک بیٹا غلام حیدر ہے جو غیر کفو بیوی سے تھا۔سید بایزید بن سید علاء الدین کا ایک بیٹا سید کمال عرف کمالو تھا جس کے بیٹے:۱-سید عبدالرزاق،۲-سید عمر اور،۳-سید دوست محمد تھے لیکن ان کی نسلیں باقی نہ رہیں۔سید چاند بن سید ابوالفرح خورد کے دو بیٹے:۱-سید معروف اور،۲-سید اللہ داد تھے۔سید معروف کا ایک بیٹا سید شاہی تھا جس کا ایک بیٹا سید اچھے تھا۔سید اچھے کا ایک بیٹا سید اشرف عرف نھو ہے جو غیر کفو اہلیہ سے پیدا ہوا۔سید اللہ داد بن سید چاند کے دو بیٹے:۱-سید پائندہ اور،۲-سید شریف تھے۔سید پائندہ کنوارے دنیا سے رخصت ہوئے۔سید شریف بن سید چاند کے تین صاحبزادے:۱-عبداللطیف،۲-سید میراں عرف میرائی اور،۳-روح اللہ تھے۔سید عبداللطیف کا ایک بیٹا اور سات بیٹیاں تھیں جن کی نسلیں

باقی نہ رہیں۔ سید میراں بن سید شریف کا ایک بیٹا لطف اللہ عرف باڑی دھوم اور دو بیٹیاں تھیں۔ سید لطف اللہ باڑی دھوم کا ایک بیٹا سید رستم علی تھا جو لا پتہ ہو گیا۔ سید لطف اللہ کی پہلی بیٹی کا نکاح سید میر محمد بن سید شمس الدین عرف میراں کے ساتھ ہوا اور دوسری بیٹی کا عقد سید عبدالرزاق بن کمال عرف کمالو کے ساتھ ہوا۔ سید روح اللہ بن سید شریف کا ایک بیٹا سید حبیب اللہ تھا جس کا ایک بیٹا سید علیم اللہ تھا۔ سید علیم اللہ کا ایک بیٹا سید شجاع تھا جو نادر شاہی حملے میں سید محسن عرف سید روشن کے ساتھ پورے جتھے کے ساتھ شہید ہوا۔ سید حاجی بن سید ابو الفرح خورد کے نو بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں ۔ بیٹوں کی اولادیں نہیں ہیں، بیٹیوں کی اولادیں موجود ہیں۔ بیٹیوں میں بی بی صحبن کا عقد سادات دکھنی میں سے سید حاجی کے ساتھ ہوا اور بی بی بڈی کا نکاح سید جان محمد بن سید عبدالقادر بھتھہ کے ساتھ ہوا۔ یہاں سید ابوالفرح بن سید علاء الدین بن سید ابراہیم کی اولاد احفاد کی تفصیل بیان ہوئی۔ سید فیض اللہ عرف فیضا، سید فرید الدین، سید عباد اللہ عرف بادی کالی ڈھال، سید درویش، سید رحمت اللہ یہ سب سید جعفر کی اولاد ہیں اور قبیلۂ بیچ بھیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہاں سید علاء الدین بن سید ابراہیم کی اولاد کے بارے میں گفتگو مکمل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بارش کے قطرات کی مثل ان میں اضافہ فرمائے اور ان کے ہر خوشے میں سات سات بالیاں پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہر شئی پر قدرت رکھتا ہے۔ یہاں میر غلام علی آزاد کی عبارت مکمل ہوتی ہے۔ اس زمانے میں سید ابوالفرح بن سید علاء الدین کی نسل میں کوئی نظر نہیں آتا ہے۔

فصل: سادات باڑی کے نسب کا بیان

سادات باڑی جو اسی واسطی درخت کی شاخ ہیں۔ گذشتہ زمانے میں فاضل

ارجمند سید حسن دانشمند نبی زئی نے اپنے قبیلوں کے بارے میں کتاب لکھی، سید جنید محمد نے سیدواڑہ کے چاروں قبیلوں کی تفصیل لکھی اور میر غلام علی آزاد نے سارے واسطیوں کے نسب نامے لکھے لیکن چونکہ میر غلام علی آزاد کو سادات باڑی کی اولادوں کی تفصیل معلوم نہیں تھی، اس لئے انہوں نے ان کے احوال ذکر نہ کئے۔ اس ناتواں کو سادات باڑی کے نسب اور قرابت داریوں کے بارے میں جو کچھ معلوم ہے، وہ ایک علاحدہ فصل میں بیان کرتا ہے۔ سب سے پہلے سادات باڑی کا قدیم نسب نامہ نقل کرتا ہے جو میرے والد ماجد کے ذخیرۂ کتب سے برآمد ہوا۔ اس کے بعد ان کی قرابت داریوں کا حال جس قدر معلوم ہے، معرض تحریر میں لائے گا۔ سادات باڑی کا نسب نامہ یہ ہے:

۱- قاضی سید حسن بن، ۲- قاضی سید عنایت اللہ بن، ۳- قاضی سید سکندر بن، ۴- قاضی سید دولارہ بن، ۵- قاضی سید حبیب بن، ۶- قاضی سید جمال الدین بن، ۷- قاضی سید عالم بن، ۸- قاضی سید علاء الدین بن، ۹- سید کمال الدین بن، ۱۰- سید جمال الدین بن، ۱۱- سید حامد بن، ۱۲- سید ماہرو [جد اعلیٰ سادات باڑی وسلہڑہ] بن، ۱۳- سید شاہ بڈھ بن، ۱۴- سید کمال الدین بن، ۱۵- سید قاسم بن، ۱۶- سید حسین بن، ۱۷- سید نصیر بن، ۱۸- سید حسین بن، ۱۹- سید عمر بن، ۲۰- سید محمد صغریٰ [جد اعلیٰ سادات واسطیان بلگرامی] بن، ۲۱- سید علی بن، ۲۲- سید حسین بن، ۲۳- سید ابوالفرح ثانی بن، ۲۴- سید ابوالفراس بن، ۲۵- سید ابوالفرح واسطی بن، ۲۶- سید داؤد بن، ۲۷- سید حسین بن، ۲۸- سید عمر بن، ۲۹- سید زید بن، ۳۰- سید علی بن، ۳۱- سید حسین بن، ۳۲- سید علی عراقی بن، ۳۳- سید حسین بن، ۳۴- سید علی بن۔ ۳۵- سید محمد بن، ۳۶- سید عیسیٰ مؤتم الاشبال بن، ۳۷- سید زید شہید بن، ۳۸- امام زین العابدین علی بن، ۳۹- امام حسین شہید کربلا بن، ۴۰- امیر المومنین مولائے کائنات علی مرتضیٰ زوج، ۴۱- سیدۃ النساء فاطمہ زہراء بنت، ۴۲- سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

سید اجمل کے حالات کے ذیل میں سید ماہرو کے موضع سرہ جانے، وہاں شہید ہو کر مدفون ہونے کا حال بیان ہو چکا۔

اولاد سید ماہرو

سید ماہرو کے چند بیٹے تھے۔ ان میں سید محمد سلہڑہ اور مارہرہ کے جد اعلیٰ ہیں اور سید حامد سادات باڑی کے جد اعلیٰ ہیں۔ سید حامد کے ایک صاحبزادے سید جمال الدین تھے اور سید جمال کے ایک صاحبزادے سید کمال الدین تھے۔ سید کمال کے بھی ایک ہی صاحبزادے قاضی علاء الدین تھے جنہوں نے دربار سلطانی سے پرگنہ سرہ کے منصب قضا کا پروانہ حاصل کیا تھا۔ ان کے ایک صاحبزادے قاضی سید عالم تھے، جن کے ایک صاحبزادے قاضی سید جمال الدین تھے۔ قاضی جمال کے بھی ایک صاحبزادے قاضی سید حبیب اللہ تھے، جن کے ایک صاحبزادے قاضی سید دولارے تھے۔ قاضی دولارے کے ایک صاحبزادے قاضی سید سکندر تھے۔ قاضی سکندر کے بھی ایک صاحبزادے سید عنایت اللہ تھے۔ سید عنایت اللہ کے چار صاحبزادے: ۱- سید محمد باقر، ۲- قاضی سید غلام حسن، ۳- سید محسن اور، ۴- سید دانیال اور ایک صاحبزادی تھی جن کی شادی سید ابراہیم بن سید شاہ میر پچ بھیہ سے ہوئی۔ سید محمد باقر کی ایک صاحبزادی تھیں جو سید اسمٰعیل بن سید ابراہیم کے ساتھ بیاہی گئی۔ یہ سید باقر کی پہلی بیوی کی اولاد تھی۔ اس کی اولاد کا حال گذر چکا ہے۔ اس صاحبزادی کا انتقال باڑی میں ہوا اور وہیں آبائی قبرستان میں دفن ہوئی۔

قاضی سید غلام حسن ایک باکمال فاضل، متقی اور فارغ البال انسان تھے جو کثیر جاگیردارانہ معافیاں رکھتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں فتاویٰ منتخب الابحر ہے۔ ان کی معافی کی جاگیروں میں موضع باڑی، نوادہ، امرٹھا، بہٹہ جو بہت بڑا گاؤں ہے۔ ان میں

سے ہر ایک موضع میں ایک محتسب اور ایک مکھیا رہتا تھا۔ حکام کے دربار میں بہت آبرومند اور معزز تھے۔ شیوخ عثمانی میں سے قاضی اُجیالی کی بیٹی بی بی عابدہ کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا جس سے ایک صاحبزادے قاضی سید غلام اولیاء اور دو صاحبزادیاں: بی بی عاصمہ اور بی بی فرحت پیدا ہوئیں۔ قاضی غلام اولیا کا عقد موضع پالی میں جعفریوں کے خاندان میں ہوا۔ بی بی عاصمہ اس ناتواں کی دادی ہیں جن کا عقد میرے دادا سید ارشد بن سید خضر کے ساتھ ہوا۔ بی بی فرحت کا نکاح سانڈی کے ترمذی سادات میں سے سید دین محمد کے ہمراہ ہوا۔ میری دادی بی بی عاصمہ جب علیل تھیں تو ان کے والد علاج کے لئے انہیں فرخ آباد لے گئے۔ جب ان کا آخری وقت آپہنچا تو انہوں نے اپنے بیٹے میرے والد کو وصیت کی کہ نکاح ضرور کرنا۔ اللہ تمہیں ذی علم اولاد عطا فرمائے گا اور میری لاش بلگرام نہ لے جانا بلکہ باڑی لے جا کر میرے آبائی قبرستان میں دفن کر دینا۔ چنانچہ میرے والد اپنی ماں کی وصیت کے مطابق ان کے انتقال کے بعد ان کا جنازہ باڑی لے گئے اور آبائی قبرستان جسے بڑا باغ کہتے ہیں، میں دفن کیا۔ سید محسن بن قاضی سید عنایت اللہ کے پوتے میر ہدایت علی تھے اور سید دانیال کے بھی ایک پوتے سید فضل علی تھے۔ اس ناتواں نے ان دونوں کو خود دیکھا ہے لیکن دونوں لاولد فوت ہوئے، کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ قاضی غلام اولیاء بن سید قاضی غلام حسن کے ایک صاحبزادے قاضی غلام شاہ حسین تھے۔ یہ ابھی سات سال ہی کے تھے کہ اس کے والد قاضی غلام اولیا تیس سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ میرے والد ماجد نے جو قاضی غلام اولیا سے عمر میں بڑے تھے، لوگوں کو جمع کیا اور دستار قضا صاحبزادہ قاضی شاہ غلام حسین کے سر پر باندھی۔ وہ علاقہ کا بندوبست کر کے کچھ دنوں وہاں رہے پھر حصول علم کے لئے فتح پور میں ملا کمال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خیر آباد میں حاجی صفت اللہ محدث کی بارگاہ میں پہنچے۔ وہاں انتظامات میں کچھ نقص در آیا تو قاضی غلام شاہ حسین کی والدہ انہیں اپنے والد کے گھر لے آئیں اور

سارا دیہات تباہ و برباد ہو کر کواروں کے قبضہ میں آ گیا۔ چودہ سال کے قاضی غلام شاہ حسین نے نواب شجاع الدولہ بہادر کے لشکر میں جا کر کواروں کے ظلم وستم کی فریاد کی اور اس عظیم لشکر میں ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ اس لشکر کا گذر بانگر مئو میں ہوا اور نواب کی سواری باڑی کے راستے سے آئی۔ اس وقت قاضی مذکور نے استغاثہ کیا کہ وہ سید مظلوم یہی ہے جس کے معافی کی جاگیریں اور دیہات، کواروں نے چھین کر اپنے قبضے میں کر لئے ہیں۔ نواب صاحب وہاں ٹھہر گئے اور سید مذکور کا پیش کردہ ماحضر تناول فرمایا اور اپنے ایک مقرب وزیر کو فوج کے ساتھ کواروں کی گوشمالی کے لئے مقرر کر کے نواب صاحب تشریف لے گئے۔ نواب صاحب کے اس مقرب شخص نے بہت خوبی کے ساتھ قاضی سید غلام شاہ حسین کی ساری جاگیروں اور دیہات کا انتظام کر کے انہیں قبضہ دلا کر نواب صاحب کو اطلاع بخشی۔ سید مذکور نے املاک اور جاگیروں کا پروانہ حاصل کر کے اپنے علاقے پر قبضہ کیا اور باڑی میں سکونت اختیار کی۔ قاضی سید غلام شاہ حسین نے شیخ سیف اللہ کی اولاد میں شیخ غلام علی کی بیٹی رہی بی بی کے ساتھ شادی کی جس سے تین صاحبزادے: ۱- سید امداد حسین، ۲- سید ارشاد حسین، ۳- سید بندہ علی اور چھ صاحبزادیاں: ۱- بساون بی بی، ۲- سیدانی بی بی، ۳- علین بی بی، ۴- فضل بی بی، ۵- حسینہ بی بی/ رہی بی بی اور، ۶- راحت بی بی پیدا ہوئیں۔ قاضی صاحب مذکور نے اپنی ساری اولادوں کی شادیاں بہت اہتمام سے سید محمد صغریٰ قدس اللہ سرہٗ کی اولادوں میں کیں۔ چنانچہ سید امداد حسین کی شادی سید غلام علی بن سید امان اللہ کی بیٹی سے ہوئی، سید ارشاد حسین کی شادی سید مدد علی بن سید نصیر اللہ بدلے زئی کی بیٹی وزیرن بی بی سے کی، قاضی سید بندہ علی کی شادی قبیلہ نبی زئی کی خاتون جمیعت بی بی کے ساتھ کی۔ قاضی صاحب موصوف کی بڑی بیٹی بساون بی بی کا نکاح سید مبارک بن سید یار علی حاتم زئی کے ساتھ ہوا۔ قبیلۂ حاتم زئی، قبیلۂ بدلے زئی کی شاخ ہے۔ سیدانی بی بی کا عقد سید منتخب حسین بن سید ناظم علی حاتم زئی کے ساتھ ہوا۔ علین بی بی

کا نکاح سید محمد علی بن سید علی نبی زئی کے ساتھ ہوا۔ فضل بی بی کا عقد سید آل برکات عرف ستھرے صاحب بن شاہ حمزہ کے ساتھ ہوا جو سید عبدالجلیل بن سید عبدالواحد سلہڑوی کی نسل میں آتے ہیں۔ راحت بی بی کا نکاح سانڈی کے سادات زیدی میں میر بدلے بن سید ارشاد علی کے ہمراہ ہوا۔ حسینہ بی بی/رہی بی بی کا غیر شادی شدہ حالت میں انتقال ہو گیا۔

سید امداد حسین بن قاضی غلام شاہ حسین کے تین بیٹے:۱- سید امیر علی، ۲- سید حسین اور، ۳- سید حسن اور ایک بیٹی افضال فاطمہ تھی جس کا عقد قاضی علی بن قاضی غلام علی کے ساتھ ہوا اور لاولد ہی انتقال کر گئی۔ سید امیر علی کا پہلا نکاح اپنی پھوپھی فضل بی بی کی بیٹی عنایت فاطمہ کے ساتھ ہوا جس کے بطن سے ایک بیٹا سید حسین اور ایک بیٹی فضل فاطمہ پیدا ہوئی۔ اس اہلیہ کے انتقال کر جانے کے بعد اپنی دوسری پھوپھی رہی بی بی کی بیٹی محفوظن بی بی کے ساتھ شادی کر لی، جس سے اولاد تو ہوئی لیکن حیات نہ رہی اور پھر اس دوسری بیوی کا بھی انتقال ہو گیا۔ سید حسین کا عقد سید بندہ علی کی بیٹی...... فاطمہ کے ساتھ ہوا جس سے ایک بیٹا مہدی حیدر اور دو بیٹیاں:۱- وقایت فاطمہ اور، ۲- سیدانی بی تولد ہوئیں۔ سید مہدی حیدر کا نکاح سید قاضی...... بن سید بندہ علی کی بیٹی لطافت فاطمہ کے ساتھ ہوا جس سے ایک بیٹی ولایت فاطمہ پیدا ہوئی۔ ولایت فاطمہ کا عقد میر سید حسین بن سید امیر علی بن سید امداد حسین کے ہمراہ ہوا جس سے ایک بیٹا اور چند بیٹیاں ہوئیں۔ سیدانی بی عرف سیدن کا نکاح سید علی حیدر بن سید نیاز علی نبی زئی کے ساتھ ہوا جس سے ابھی کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی ہے۔ سید امیر حسن بن امداد حسین کا نکاح قاضی بندہ علی کی بیٹی شہناز فاطمہ کے ساتھ ہوا جس سے دو بیٹیاں:۱- کلثوم اور، ۲- رضوان پیدا ہوئیں۔ شہناز فاطمہ کے انتقال کے بعد اپنی پھوپھی فضیلت بی بی کی نواسی ظہور فاطمہ کے ساتھ نکاح کیا جو سید امداد حسین کی اولاد میں ہیں۔ اس بیوی کے بھی انتقال کر جانے کے بعد سید امیر علی بن سید امداد حسین کی بیٹی تفضیل فاطمہ کے ساتھ عقد کیا جس سے دو بیٹے:۱- سید

ابن علی اور،۲-محمد سجاد اور دو بیٹیاں:۱- رونق فاطمہ،۲- فضیلت فاطمہ پیدا ہوئیں۔رونق فاطمہ کا نکاح سید مظہر حسین کے ساتھ ہوا اور فضیلت فاطمہ کا عقد سید وزیر احمد بن سید علی احمد کے ساتھ ہوا جو سید ضیاء اللہ کے خاندان سے ہیں۔امتیاز فاطمہ کا عقد سید امیر حسین کے ساتھ اور بنت فاطمہ کا نکاح سید امیر حیدر عرف گورے بن سید غلام مخدوم سلہڑوی کے ساتھ ہوا جو رونق بی بی کے نواسہ ہیں۔ تفضیل فاطمہ کا نکاح اپنی نانیہال موضع پالی میں ہوا۔قاضی غلام شاہ حسین کی بڑی بیٹی بشارت بی بی لاولد فوت ہوئی۔سیدانی بی بی کے دو بیٹے:۱- سعادت علی اور،۲-دلدار حیدر اور دو بیٹیاں:۱-ریاض فاطمہ اور،۲-نیاز فاطمہ تھیں۔سعادت علی کا نکاح اپنے خالو سید ارشاد حسین کی بیٹی کے ساتھ ہوا اور دلدار حیدر کا عقد اپنی خالہ فضل بی بی کی بیٹی جمال فاطمہ کے ساتھ ہوا۔سعادت علی نے دو بیٹیاں یادگار چھوڑ کر دنیا کو الوداع کہا۔دلدار حیدر اپنی اولاد کے ساتھ مارہرہ میں ہیں۔ریاض فاطمہ کا نکاح امیر حسین عرف مکا میاں کے ساتھ ہوا جو میر دستور علی نبی زئی کے نبیرہ ہیں۔ان کی ایک بیٹی پھلتی تھی جس کا نکاح سخاوت علی بن سید علی محمد بن سید کرامت کے ساتھ ہوا لیکن اس بیٹی کا انتقال ہوگیا۔علیّن بی بی کی کوئی اولاد نہ رہی۔فضل بی بی کے تین بیٹے:۱-سید آل رسول ،۲-سید اولاد رسول اور،۳-سید غلام محی الدین اور پانچ بیٹیاں:۱-عترت فاطمہ ،۲-بتول فاطمہ،۳-عیال فاطمہ،۴-جمال فاطمہ اور،۵-حرمت فاطمہ تھیں۔سید آل رسول کا نکاح اپنی خالہ سیدانی بی بی کی بیٹی...... کے ہمراہ ہوا۔سید اولاد رسول کا نکاح قدرت فاطمہ کے ساتھ ہوا اور سید غلام محی الدین کا نکاح اصالت فاطمہ کے ہمراہ ہوا۔یہ دونوں[قدرت فاطمہ اور اصالت فاطمہ] بہار فاطمہ بنت قاضی ارشاد حسین کی بیٹیاں تھیں۔ سید آل رسول سے لے کر سید غلام محی الدین تک تینوں بھائی صاحبان اولاد ہیں اور مارہرہ میں رہتے ہیں۔اولاد رسول کا انتقال ہو چکا ہے،باقی ابھی موجود ہیں۔عترت فاطمہ کا عقد اپنے خالو سید ارشاد حسین کے بیٹے سید انور حسین کے ساتھ ہوا لیکن یہ بیوہ ہوگئیں اور لاولد

ہیں۔بتول فاطمہ کا نکاح میر سید عبدالواحد سلہڑوی کے خاندان میں غلام مخدوم بن کالے میاں کے ساتھ ہوا۔یہ کثیرالاولاد ہیں۔عیال فاطمہ کا عقد سید امیر علی بن سید امداد حسین کے ساتھ ہوا۔ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑ کر انتقال کرگئی۔جمال فاطمہ کا نکاح سید دلدار حیدر بن میر منتخب حسین حاتم زئی کے ساتھ ہوا جو ان کی خالہ سیدانی بی بی کے صاحبزادے ہیں۔یہ صاحب اولاد ہے اور اپنے شوہر کے ساتھ مارہرہ میں رہتی ہے۔خیرات فاطمہ کا عقد سید میر علی بن سید امیر علی بھتیجہ کے ساتھ ہوا جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جو مارہرہ میں موجود ہے۔قاضی غلام شاہ حسین کی بیٹی راحت فاطمہ کے دو بیٹے:۱-محمد سعید اور،۲-خورشید علی اور ایک بیٹی تھی جس کا نکاح سید امیر علی کے ساتھ اس کی پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد ہوا۔لاولد دنیا سے رخصت ہوئی۔محمد سعید کا نکاح سانڈی کے چودھری میر جمعیت علی کی بیٹی کے ساتھ ہوا۔صاحب اولاد ہے۔خورشید علی کا عقد میر جمعیت علی کی دوسری بیٹی کے ساتھ ہوا۔اس اہلیہ کے فوت ہو جانے کے بعد سانڈی کے سید احسان علی بن حکیم سید اکرم علی کی بیٹی کنیز فاطمہ کے ساتھ ہوا۔دونوں بیویوں سے کوئی اولاد نہیں ہے۔سید حامد بن سید ماہر وشہید جد اعلیٰ سادات باڑی کے اخلاف واولاد کے حالات یہاں مکمل ہوئے۔

[نوٹ:اس کے بعد چند صفحات میں فاتح بلگرام ہونے کے سلسلے میں بعض افراد بلگرام کے دعوے کی قلعی کھولی گئی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جو کاغذ یہ دکھاتے ہیں،وہ جعلی ہے۔اس قسم کا کاغذ ساتویں صدی ہجری میں بنتا ہی نہیں تھا۔اس کے بعد حضرت خواجہ عمادالدین چشتی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی تھے لیکن ان اوراق کا مسودہ مجھے دستیاب نہیں ہوا۔نظم اللآلی کا ایک مخطوطہ مارہرہ کے کتب خانے میں ہے لیکن وہ دستیاب نہ ہو سکا۔دستیاب ہو جانے کے بعد اگلے ایڈیشن میں ان صفحات کا ترجمہ بھی پیش کردیا جائے گا۔اس طور سے موجودہ دستیاب مخطوطہ قدرے ناقص الآخر ہے۔عزیزم مولانا نور الحسن اویسی مصباحی سلمہ نے ایک قدیم فارسی رسالے کا ترجمہ کیا تھا جو سیدنا خواجہ عمادالدین چشتی قدس سرہٗ کے مبارک حالات پر مشتمل ہے۔اخیر میں اسے شامل کردیا گیا تاکہ حضرت خواجہ عمادالدین چشتی قدس سرہٗ کے تذکرے سے یہ کتاب خالی نہ رہے۔۱۲-ساحل]

تذکرہ حضرت خواجہ سید عماد الدین چشتی علیہ الرحمہ

مولف: سید محمد حیات بن سید علی نقی علیہ الرحمہ ترجمہ: مولانا نور الحسن اویسی

یہ رسالہ قطب الاولیا حضرت خوجہ سید عماد الدین قدس سرہٗ کے حالات کے بیان میں ہے۔ حضرت قطب الاولیا زُبدۃ الاصفیا خوش شکل اور ایسے پُرکشش تھے کہ جو شخص آپ کو ایک بار دیکھتا، دیوانہ وار آپ کے عشق میں مبتلا ہو کر آپ کا مرید ہو جاتا تھا۔ بلا ضرورت شرعی آپ اپنے حجرے سے کبھی باہر نہ نکلتے اور اہل دنیا سے غیر ضروری گفتگو نہ فرماتے۔ بادشاہ، اُمراء اور عورتیں حضرت کے قریب نہ جاسکتے تھے۔ آپ کے نزدیک دنیادار امیروں کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

حضرت قطب الاولیا کی ولادت مبارکہ رجب المرجب ۷۷۵ھ میں ہوئی۔ جس وقت آپ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم مبارک سے اس دنیائے فانی میں تشریف لائے، آپ نے تین بار تکبیر [اللہ اکبر] کہی۔ آپ کی عمر مبارک جب چار سال چار مہینہ چار دن ہوئی تو آپ کے والد ماجد سید حسن قدس سرہٗ نے جو کاظمی سادات سے ہیں [آپ کا سلسلۂ نسب سات پشتوں میں حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتا ہے] بسملہ خوانی کے لئے ایک بزرگ کی خدمت میں لے گئے۔ بزرگ نے جب آپ کا نورانی دلکش چہرۂ مبارکہ دیکھا تو دنگ رہ گئے۔ بسملہ شریف لکھ کر آپ کی تعلیم کا آغاز کرنا چاہا تو اچانک حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لے آئے اور تختی پر بسملہ لکھ کر حضرت قطب الاولیا کو تعلیم دی اور بغیر کچھ کہے تشریف لے گئے۔ دونوں بزرگ حیرت میں پڑ گئے کہ یہ کون بزرگ تھے، کہاں سے تشریف لائے تھے۔ حضرت قطب الاولیا مسکرا رہے تھے۔ دونوں بزرگوں نے مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے اس عالم طفولیت میں فرمایا: یہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔ دو سال پہلے مجھ سے وعدہ فرما گئے تھے کہ تمہاری بسملہ خوانی میں کراؤں گا، آج اُسی وعدے کی تکمیل کے لئے تشریف لائے تھے۔ حضرت قطب الاولیا نے بارہ سال کی عمر مبارک میں سارے ظاہری علوم کی تکمیل فرمالی۔ علوم ظاہری سے

فراغ کے بعد چلہ نشین ہو کر یادالہٰی میں مصروف ہو گئے۔ بارہ مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ عبادت و ریاضت اور پابندیٔ شریعت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی، ہمیشہ باوضو رہتے۔ بارہ سال تک حضرت خضر علیہ السلام کی رفاقت میں بیابان میں گذارے اور قسم قسم کے عجائبات کا مشاہدہ فرمایا اور کثیر روحانی اور علمی فوائد حاصل کیے۔

حضرت قطب الاولیا اکثر شام کے سفر پر روانہ ہو جاتے۔ اس رسالے میں جملہ واقعات کے راوی حضرت شیخ محمد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قطب الاولیا خواجہ سید عماد الدین چشتی علیہ الرحمہ نے ملک شام میں نصرانیوں کو توریت/انجیل پڑھتے دیکھا تو آپ بھی وہاں بیٹھ گئے۔ درس تمام ہونے کے بعد ایک نصرانی نے آپ سے پوچھا کہ درویش! تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ آپ نے فرمایا: میں مذہب اسلام کا ماننے والا ہوں، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے نبی ہیں اور سرزمین مصر میرا وطن ہے۔ نصرانیوں کے سردار نے کہا: تم لوگ اپنا دین، حق بتاتے ہو اور ہمارے مذہب کو باطل ٹھہراتے ہو، اس کی کیا وجہ ہے؟ جبکہ تمہارے اور ہمارے پیغمبر دونوں اللہ کے رسول ہیں اور دونوں پر کتابیں نازل ہوئی ہیں۔ قطب الاولیا نے فرمایا: اگر تم کہو اور میری باتوں سے مشتعل نہ ہو اور سیدھی راہ پر آنے کا وعدہ کرو تو میں کچھ کہوں؟ پادری نے قسم کھا کر کہا: حق و انصاف کی بات بہر طور قبول کروں گا۔ حضرت نے فرمایا: بے شک آپ کی کتاب بھی آسمانی ہے لیکن موجودہ حکم، گذشتہ کے لئے ناسخ ہوتا ہے [اس لئے مذہب اسلام، آپ کے دین کا ناسخ بن کر آیا ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں ہوتا] کامل فقرائے اسلام، حال کو حال اور ماضی کو ماضی سمجھتے ہیں [اس لئے وہ منسوخ پر عمل نہیں کرتے] تمہارے مذہب میں ایک خرابی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد بتاتے ہو [معاذ اللہ!] کیونکہ تم حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ ہی صاحب اولاد ہو جائے تو خالق و مخلوق میں کیا فرق رہ جائے گا۔ جبکہ اللہ کی شان یہ ہے کہ نہ وہ کسی سے پیدا اور نہ اس سے کوئی پیدا، اس کی

مثل کوئی چیز نہیں۔وہ اعضائے جسمانی کان آنکھ سے پاک ہے لیکن پھر بھی سمیع وبصیر ہے۔سارے انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم السلام کومعراج اسی عالم میں رہتے ہوئے روحانی طور سے ہوئی،جبکہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوعرش اعظم پرمعراج نصیب ہوئی۔پادری نے کہا:اے محمدی!تمہاری باتیں طویل ہورہی ہیں جنہیں سننے کے لئے لمبا وقت چاہیے،کوئی ایسی مختصر بات کہو جس سے حق وباطل کا فرق واضح ہوجائے۔حضرت قطب الاولیا نے فرمایا:حق وباطل تمہاری کتاب سے واضح ہوجائے گا۔اگر تمہاری کتاب میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق مل جائے تو کیا تم سب ایمان لے آؤ گے؟ ان سبھوں نے اقرار کیا کہ ہاں ہم مسلمان ہوجائیں گے۔حضرت نے بسم اللہ شریف پڑھ کر انجیل/توریت کھولی تو اس میں کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا چمک رہا تھا۔پادری یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا اور کہنے لگا کہ بلاشبہ یہ شخص صاحب کرامت ہے۔یہ کہہ کر اس نے اپنا سر حضرت قطب الاولیا کے قدموں میں رکھ دیا اور کلمہ پڑھا کر مشرف بہ اسلام کرنے کی درخواست کی۔آپ نے کلمۂ طیبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اور کلمۂ شہادت "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ" پڑھا کر اسے داخل اسلام کیا۔اس کے بعد اس گاؤں میں کوئی آدمی ایسا نہ بچا جس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔

جب حضرت قطب الاولیا سید خواجہ عماد الدین چشتی قدس سرہٗ کی بزرگی اور بے نیازی کا شہرہ ہوا تو اس زمانے کے ایک ظالم بادشاہ نے آپ کو اپنے دربار میں بلانے کے لئے اپنے ہرکارے بھیجے۔حضرت نے جانے سے انکار فرمایا تو وہ سخت غضب ناک ہوا کہ یہ فقیر مجھ جیسے بادشاہ کے بلانے پر بھی نہ آیا،اسے زبردستی حاضر کرو۔اراکین سلطنت نے کہا کہ فقراء کسی دنیادار سے کوئی سروکار نہیں رکھتے،اگر اللہ توفیق دے تو خود حاضر خدمت ہوکر آداب بجالاؤ۔بادشاہ نے سواری طلب کی اور خود بنفس نفیس حاضر ہوا۔آپ کا جمال جہاں آرا دیکھ کر سوجان سے عاشق ہوگیا۔اس نے مودب انداز میں بیٹھ کر آپ کے وطن کے

بارے میں استفسار کیا۔ حضرت قطب الاولیا نے فرمایا: میری جائے پیدائش مصر کا شہر عمران ہے اور میں حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہوں۔ اس کے علاوہ بادشاہ نے متعدد سوالات کیے جن کے تشفی بخش جوابات حضرت نے عنایت فرمائے۔ اخیر میں بادشاہ نے اپنے حق میں دعا کی درخواست کی کہ میری عاقبت بخیر ہو۔ حضرت نے دعا فرمائی: اللہ تعالیٰ تجھ سے ظلم دور فرمادے اور تیرے اندر عدل وانصاف کی خو پیدا فرمادے۔ یہ سنتے ہی مقلب القلوب نے اس کے دل کی حالت بدل دی۔ حضرت شیخ محمد فرماتے ہیں کہ اس کے قید خانے میں چار ہزار لوگ تھے۔ اس نے اسی وقت ان سب کو آزاد کرنے کا حکم صادر کیا۔ پھر اس نے نہایت عاجزی سے دریافت کیا کہ عدل کی اصل کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر ثابت قدم رہنا اور فقہائے اسلام کے بتائے ہوئے اسلامی احکام پر عمل کرنا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ فقہ اسلامی کی جتنی کتابیں ہوں، سب جمع کی جائیں اور اسی کے موافق عمل کیا جائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے حضرت سے اجازت چاہی اور واپس جاکر شریعت اسلامی کے مطابق انصاف کرنے لگا جس کی بدولت وہ اللہ کا مقبول بندہ ہوگیا۔

حضرت قطب الاولیا سید خواجہ عمادالدین چشتی قدس سرہٗ جس بزرگ کی خدمت میں پہنچتے، وہ آپ کے ساتھ بہت اکرامانہ انداز میں پیش آتے۔ جب آپ سفر کرتے ہوئے کاشغر پہنچے تو ایک درویش نے آپ کے نورانی چہرے کو ملاحظہ کرکے اعتراف کیا کہ آپ درویش کامل ہیں اور بہت مودبانہ انداز میں اپنی مسند پر جگہ عنایت فرمائی۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانے پر حاضری کی غرض سے جب آپ بغداد مقدس حاضر ہوئے تو سرکار غوث پاک نے اپنے خادم آستانہ کو خواب میں حکم فرمایا کہ عمادالدین نام کے ایک درویش ہماری زیارت کو آرہے ہیں، ان کا کماحقہٗ احترام بجالاؤ۔ صبح کے وقت خادم، آستانہ پر آپ کا منتظر تھا۔ جب آپ بارگاہ غوثیت مآب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ میں پہنچے اور چوکھٹ شریف کو بوسہ دیا تو خادم نے بے تکلفی سے دریافت کیا کہ کیا آپ کا نام عماد الدین ہے؟ آپ نے جواباً عرض کیا: جی ہاں! خادم فوراً آپ کو اعزاز واکرام کے ساتھ روضہ شریف کے اندر لے گیا۔ آپ نے مزار مقدس کے پاس پہنچ کر سلام عرض کیا: السلام علیکم یا غوث اعظم! مرقد انور سے آواز آئی: وعلیکم السلام یا شیخ عماد الدین! کیا تحفہ لے آکر آئے ہو؟ آپ نے نہایت عاجزی سے عرض کی: سورۂ فاتحہ اور قل۔ سرکار غوث اعظم نے فرمایا: پڑھیے۔ آپ نے فاتحہ نذر کی۔ تو سرکار نے مسرور ہو کر فرمایا: یہی آپ کا حصہ ہوگا۔ پھر آواز آئی: دروازہ بند کرلو۔ حکم کے مطابق دروازہ بند کیا گیا تو عالم مثال میں سرکار غوث اعظم کے جمال جہاں آرا کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس طور سے سات دن مسلسل آپ نے سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت مبارکہ سے تعلیم پائی اور شیخ کا خطاب عنایت ہوا۔ اس کے بعد دربار غوثیت سے رخصت ہوئے۔ جب آپ روضۂ غوث اعظم سے باہر آئے تو بغداد مقدس کی کثیر خلقت آپ کی قدم بوسی کے لئے ٹوٹ پڑی۔ بہت سے علما وافاضل آپ کے دست حق پرست پر مرید ہوئے۔ دو سال آپ نے بغداد مقدس میں قیام فرمایا اور کثیر خلقت کو اپنے فیضان باطنی سے نوازا پھر آپ عازم سفر ہوئے۔

حضرت شیخ محمد فرماتے ہیں: سفر میں آپ کے ہمراہ دو تین خادم ساتھ رہتے۔ آپ جہاں پہنچتے، ایک ہفتہ بھی نہ گذرتا کہ خلقت کا ہجوم آپ کے گرد جمع ہو جاتا جس کی وجہ سے آپ وہاں سے رخت سفر باندھ لیتے۔ اس رجوع خلق کی وجہ سے ایک ماہ سے زیادہ قیام نہ فرماتے۔ ہاں! جہاں صاحبان نسبت وفیضان بزرگ ہوتے اور ان سے روحانی فیض لینا ہوتا تو آپ کا قیام وہاں طویل ہوتا جیسے دہلی اور پاک پٹن میں طویل قیام فرمایا۔ کہتے ہیں کہ پاک پٹن میں آپ نے دو سال چالیس دن قیام فرمایا۔

❁

سولہ سال کی عمر میں بیعت ہونے کے ارادے سے آپ شیخ الشیوخ خواجہ شہاب

الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں بغداد مقدس حاضر ہوئے۔ جیسے ہی نگاہیں چار ہوئیں حضرت شیخ سہرورد نے فرمایا: آؤ سید قطب الاولیا! ہم ایک سال سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ عماد الدین نے حضرت خواجۂ سہرورد کی دست بوسی اور قدمبوسی کی ،حضرت خواجۂ سہرورد از راہ لطف وکرم ان سے بغل گیر ہو گئے اور دیر تک سینے سے لگائے رہے۔ حضرت قطب الاولیا نے اپنا عندیہ ظاہر کیا کہ میں آپ سے شرف بیعت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت خواجہ نے مراقبہ فرمایا،اس کے بعد ارشاد فرمایا: تمہارے پیر، حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ ہیں۔ مرید ہونے کے بعد آنا، جو نعمتیں تمہاری میرے پاس ہیں، وہ میں تمہیں سپرد کر دوں گا۔ پھر اپنے حلقہ بگوشوں کی جانب رخ کر کے فرمایا: یہ سید زادے صاحب ولایت ہوں گے، دونوں جہاں سے بے نیاز اور نذر ونذور اور خلقت کے ہجوم سے مستغنی۔ بزرگوں کی ارواح طیبہ سے انہیں بہت ساری باطنی نعمتیں حاصل ہوں گی جن کی برکت سے یہ جو کہیں گے، ہو جائے گا۔ یہ سیف زبان ہو جائیں گے۔ حاجی شریف زندنی کی روح پاک سے خاص فیض حاصل کریں گے اور خواجگی کا خطاب بھی پائیں گے۔ اس طریقے سے دیر تک حضرت خواجہ سہرورد قدس سرہٗ، حضرت قطب الاولیا کے فضائل ومحاسن بیان فرماتے رہے۔ کچھ دنوں آپ حضرت خواجہ کے مہمان رہے پھر حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کی خدمت میں آپ کو روانہ فرمایا۔ حضرت قطب الاولیا پیر کی تلاش میں روانہ ہوئے اور ادھر حضرت خواجہ عثمان ہارونی کو غیب سے خطاب آیا: عثمان! میرا دوست عماد الدین آ رہا ہے، اسے خرقۂ درویشی اور جو باطنی نعمتیں تمہارے پاس امانت ہیں، عطا کرو۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ یہ سن کر بہت مسرور ہوئے کہ اللہ کا دوست مجھ سے تعلیم چاہتا ہے۔ اپنے منظور نگاہ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہٗ سے فرمایا: عماد الدین نام کے ایک درویش بہت جلد مجھ سے تلقین باطنی لینے کے لئے آنے والے ہیں جو دونوں جہان سے بے نیاز ہیں۔ حضرت خواجۂ سنجری نے عرض کی: الحمد للہ! ہم بھی ان کی ملاقات سے شادکام ہوں گے۔

حضرت شیخ محمد راوی فرماتے ہیں: قطب الاولیا حضرت خواجہ سید عماد الدین قدس سرہٗ اس دوران بہت متفکر رہنے لگے کہ یا اللہ! میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا پتہ کس سے دریافت کروں کہ وہ کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ کہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا: حضرت خواجہ ہارونی اس وقت بیت المقدس میں تشریف رکھتے ہیں جو وہاں سات چلّے پورے کریں گے۔ تم فکر نہ کرو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ حضرت قطب الاولیا چلے اور چند مہینے کے اندر بیت المقدس پہنچ گئے۔ مسجد میں پہنچتے ہی حضرت خواجہ ہارونی کی نگاہ آپ پر پڑی، فوراً بلند آواز سے فرمایا: آؤ عماد الدین! ہم تمہارا کئی مہینے سے انتظار کر رہے ہیں۔ قطب الاولیا نے سر نیاز آپ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت خواجہ ہارونی نے بکمال شفقت فرمایا: شعبان کے چند دن رہ گئے ہیں، انہیں پورا کرلو۔ ہم تمہیں یکم رمضان المبارک کو مرید کریں گے۔ پھر حضرت خواجہ عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔

وقت موعود آنے کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا: آج رات خلوت میں گذارو، میں تمہیں کل مرید کروں گا۔ قطب الاولیا حجرے میں خلوت نشین ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکابر صحابہ کے ساتھ جلوہ افروز ہیں اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی بھی اکابر اولیائے کرام کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور سبھی ذکر واذکار میں مصروف ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ عنایت جیسے ہی حضرت عماد الدین پر پڑی، فوراً ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے سپرد کیا کہ انہیں مرید کرلو اور جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں، ان کے سپرد کرو۔ حضرت ولایت مآب امیر المومنین مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا: خواجہ عثمان! یہ امانت تمہارے سپرد کی جاتی ہے، توجہ باطنی کے ساتھ ان کی تربیت کرو۔ حضرت قطب الاولیا اسی مشاہدے میں مصروف تھے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ نے باہر سے آواز دی۔ آپ فوراً اُس مشاہدے کی کیفیت سے باہر آ کر حضرت شیخ کی بارگاہ

میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے فرمایا: تم نے ملاحظہ کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہارے بارے میں کیا فرمایا اور حضرت مولائے کائنات نے کیسی سفارش فرمائی۔ اب فوراً دوگانہ ادا کرو۔ حضرت قطب الاولیا نے دوگانہ ادا کیا۔ حضرت خواجہ فرمایا: قبلہ رُو ہو کر بیٹھو۔ آپ قبلہ رُو ہو گئے، حضرت خواجہ ہارونی نے فرمایا: آسمان کی جانب رخ کرو۔ آپ نے نگاہ آسمان کی جانب اٹھائی کہ سب کچھ آپ پر روشن ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت خواجہ نے فرمایا: میں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم پر خصوصی نگاہ عنایت رکھتے ہیں۔ اسی دوران ایک ہاتھ غیب سے نمودار ہوا جس میں ایک کلاہ تھی۔ حضرت خواجہ عثمان قدس سرہٗ نے فرمایا: جانتے ہو، یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک ہے۔ درود وسلام عرض کرو اور کلاہ مبارک کو اپنے سر پر رکھو۔ یہ حضور کا دوسرا کرم ہے جو تیرے حق میں نمایاں ہوا۔ حضرت سید عمادالدین نے کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کیا اور کلاہ مبارک کو لے کر اپنے سر پر رکھا۔ کلاہ مبارک کو سر پہ رکھتے ہی آپ کی نگاہوں سے سارے حجابات اٹھ گئے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے فرمایا: ہمارے خانوادے میں ایک شبانہ روز مجاہدے کا معمول ہے۔ جا کر مجاہدے میں مشغول ہو جاؤ اور ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھو۔ حضرت سید عمادالدین نے ایک شبانہ روز کا مجاہدہ کیا اور ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی اور صاحب معرفت ہو گئے۔ اس کے بعد ایک سال تک آپ اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں رہے۔ ایک روز غیب سے ندا آئی کہ عثمان! تمہارے پاس جو نعمت سہروردیہ ہے، اسے عمادالدین کے حوالے کر کے عمادالدین کو رخصت کرو، کیونکہ بہت سی جگہوں پر کفر کی شکست عمادالدین کے ہاتھوں مقدر ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے نعمت سہروردیہ آپ کے سپرد کی اور وقت رخصت فرمایا: باقی نعمت خواجہ شہاب الدین سہروردی سے ملے گی۔ حضرت سید عمادالدین، اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی قدمبوسی کر کے

وہاں سے رخصت ہوئے۔ حضرت خواجہ سید معین الدین حسن چشتی سنجری قدس سرہٗ نے چند روزہ رفاقت اور خواجہ تاشی کی وجہ سے اپنا مصلیٰ، حضرت قطب الاولیا سید عماد الدین کے سپرد کیا۔ حضرت قطب الاولیا نے اسے سر پہ رکھا جس سے زمین و آسمان کے سارے طبق روشن ہو گئے۔ بغداد کے راستے میں ایک غار سے گذر ہوا جس میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید روشن ضمیر بزرگ تشریف رکھتے تھے۔ حضرت قطب الاولیا کو نور باطن سے معلوم ہو گیا کہ اس غار میں ایک درویش ہیں، غار کے اندر تشریف لے گئے۔ وہ درویش آپ کے جمال باکمال کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا: تمہارا نام عماد الدین ہے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! درویش نے فرمایا: تم نے مدتوں انتظار کرایا، ہمارا سفر آخرت تمہاری ملاقات پر موقوف تھا۔ اس سفر میں تم نے جو عجائب و غرائب ملاحظہ کئے، بیان کرو تاکہ دل کو سکون حاصل ہو۔ حضرت قطب الاولیا نے اپنی سرگذشت بیان فرمادی۔ پھر وہ درویش اپنے حجرے سے ایک خربوزہ نکال لائے اور فرمایا: دو سال ہوئے یہ خربوزہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا تھا۔ اس میں آدھا میرے حصے کا ہے اور آدھا تمہارے حصے کا۔ حضرت قطب الاولیا سید عماد الدین علیہ الرحمہ نے اسے تقسیم کیا۔ انہوں نے جیسے ہی اپنا حصہ کھایا، دل و دماغ معطر ہو گیا، پورے جسم پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور حالات میں انقلابی تبدیلی پیدا ہو گئی اور اس درویش نے جب اپنا حصہ تناول کیا تو حجابات اٹھ گئے اور وہ عالم بالا کا مشاہدہ کرنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ جنت میں حور و غلماں ان کے انتظار میں بیٹھے ہیں اور انہیں جلد آنے کو کہتے ہیں۔ درویش نے حضرت قطب الاولیا سے فرمایا: میری رحلت کا وقت قریب آ گیا ہے، انتقال کے بعد آپ میری تجہیز و تکفین کر دینا۔ میں تمہیں اپنی کھڑاؤں کا جوڑا دے رہا ہوں، ابھی تمہیں بہت سفر کرنا ہے، وہ تمہارے کام آئے گا۔ اس کی وجہ سے تم دریا میں ڈوبنے سے محفوظ رہو گے اور تمہارے سفر کی مسافت مختصر ہو جائے گی۔ اتنا کہہ کر درویش نے سجدے میں سر رکھا اور جان

معبود حقیقی کے سپرد کردی۔حضرت قطب الاولیا نے تجہیز و تکفین کے فرائض انجام دیئے۔ رات میں خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہ درویش جنت میں ایک تخت پر جلوہ افروز ہیں، جنتی جوڑا زیب تن ہے، حور وغلماں خدمت میں دست بستہ حاضر ہیں، قسم قسم کے میوہ جات سامنے موجود ہیں اور سر پر نورانی تاج ہے۔حضرت قطب الاولیا نے درویش سے دریافت کیا کہ آپ کی عاقبت بخیر ہوئی ؟ یہ مرتبہ آپ کو کیسے ملا؟ انہوں نے فرمایا: دو نصرانیوں کو اسلام کا راستہ دکھانے اور ایک بھوکے درویش کو کھانا کھلانے کی وجہ سے یہ مرتبہ نصیب ہوا اور یہ نورانی تاج اسی خربوزے کی برکت ہے۔حضرت قطب الاولیا بیدار ہوئے اور اس درویش کے نام فاتحہ نذر کی اور سوم کے بعد وہاں سے روانہ ہوگئے۔ بغداد مقدس پہنچ کر حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضرت شیخ نے خوب توجہ فرمائی، ایک سال تک مہمان بنائے رکھا اور سہروردی نعمت عطا فرمائی۔ایک سال کے بعد حضرت شیخ نے قطب الاولیا سے فرمایا : اب یہاں رکو گے یا وطن جاؤ گے؟ حضرت قطب الاولیا نے عرض کی: اگر زندگی وفا کرے تو میری آرزو ہے کہ کچھ دن حضرات والدین کی خدمت کی سعادت حاصل کروں اور چند دین کا درس دوں۔لیکن اس سلسلے میں آپ کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔حضرت شیخ نے فرمایا: والدین کریمین کی خدمت ایک عظیم نعمت ہے لیکن تمہارے بارے میں جو مشیت ایزدی ہے، اس کا تمہیں علم نہیں۔بہت سے کفار تمہارے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوں گے،ان میں کفار عرب میں بہت سے ساحر ہوں گے۔کفر کی معرکہ آرائی میں اسے شکست دینے کے لئے تمہارے ساتھ قصبہ عمران سے ابدال اور اجمیر سے سید معین الدین جانا چاہیں گے۔چند موذی دیو تمہارے ہاتھوں مارے جائیں گے جو مسافروں کو ایذا پہنچاتے ہیں ۔تمہاری زندگی کا آخری دور ہندوستان کے اندر خدمت اسلام میں گذرے گا۔ یہ فرما کر حضرت شیخ سہروردنے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور رخصت فرمایا۔

حضرت شیخ محمد راوی فرماتے ہیں: میں نے حضرت بابا فرید گنج شکر کے بھائی شیخ نجیب الدین سے سنا کہ فرماتے ہیں: ایک سفر میں میں سیر وتفریح کی خاطر اعرابیوں کے ساتھ جا رہا تھا۔ایک شہر میں پہنچا جہاں حضرت قطب الاولیا سید عماد الدین کی بے شمار کرامتوں کا شہرہ دیکھا۔میں نے دیکھا کہ لوگ حاضر ہیں کیا مرد کیا عورت، کیا امیر کیا غریب، کیا عالم کیا جاہل، سبھی جوق در جوق حاضر بارگاہ ہیں۔ہر قسم کے مریض شفا پا رہے ہیں۔نابینا کو بینائی مل رہی ہے، بے اولاد، اولاد کی نعمت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔حضرت قطب الاولیا جس کافر پر نگاہ ڈالتے ہیں، وہ مشرف بہ اسلام ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ محمد راوی فرماتے ہیں: حضرت قطب الاولیا نے اپنے والدین کریمین کی خدمت میں دس سال گذارے۔پھر غیب سے آواز آئی کہ ملک شام کے راستے میں ایک ملعون دیو ہے جو راہگیروں کو ستاتا ہے، تم وہاں جا کر اسے جلا دو۔جیسے ہی آپ نے یہ آواز سنی، درویش کی دی ہوئی کھڑاؤں پہنی اور روانہ ہو گئے اور پلک جھپکتے ہی اس دیو کو جالیا۔اس دیو نے پریشان ہو کر آپ پر حملہ کیا۔آپ نے اس سے قریب ہو کر فرمایا کہ بے جان ہو جا، اس ملعون کا پیر ستون کی طرح جم گیا۔اس نے اسے ہلانے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا پھر حضرت قطب الاولیا نے اس پر غضب وجلال کی ایسی نگاہ ڈالی کہ اس کا وجود جل کر راکھ ہو گیا۔

حضرت شیخ محمد راوی فرماتے ہیں: شہر زابل میں جادوگروں کا غلبہ ہوا، کفر کے قوانین نمایاں ہونے لگے، جو مسلمان اس راہ سے گذرتا، سحر کے ذریعہ اسے اپنے کفری دین میں داخل کرنے کی کوشش کرتے، جو شخص عشق الٰہی کی لذتوں سے شادکام ہونے کی وجہ سے دین اسلام سے نہ پھرتا، اسے مار ڈالتے۔اللہ تعالیٰ نے ان خبیثوں سے جنگ کے لئے اوتاد وابدال اور دیگر اولیائے کرام کی جماعت کو مامور فرمایا۔جادوگروں اور ان اولیائے کرام کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔کافر جادوگروں کی جانب شیاطین کی کثیر تعداد تھی۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کو صورت حال سے آگاہی ہوئی تو آپ نے

حضرت قطب الاولیا کو اشارہ فرمایا کہ آپ اس جنگ میں شریک ہو کر کافروں کو دفع کرو، فتح تمہارے ہاتھ پر مقدر ہے۔ حضرت قطب الاولیا نے پلک جھپکتے ان بے خبر جادوگروں کو جالیا اور اللہ اکبر کا زبردست نعرہ لگایا جس سے اس کافر شیطان کا وجود جلنے لگا۔ جادوگر پریشان ہو گئے۔ دیگر اولیائے کرام نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کافروں پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں جو ایمان لے آئے، انہیں چھوڑ دیا، باقی کو جہنم رسید کر دیا۔

حضرت شیخ محمد راوی فرماتے ہیں: میں نے حضرت بدر الدین غزنوی کی زبان سے سنا کہ ملک شام کے شہر حلب میں بہت سے نابینا مریض اور محتاج حضرت قطب الاولیا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی اپنی حاجتیں پیش کرتے۔ ایک روز حضرت قطب المدار شاہ بدیع الدین قدس سرہٗ آپ کی ملاقات کو تشریف لائے۔ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ ایک صاحب نسبت فقیر سے ملاقات ہوئی، ان کی صحبت سے فیض اٹھانا چاہئے۔ جب حضرت قطب الاولیا کی نگاہ، حضرت قطب المدار پر پڑی تو نور باطنی سے جان لیا کہ ان کی پیشانی میں انوار الٰہیہ روشن ہیں، یہ صاحب کمال ہوں گے۔ آپ حضرت قطب المدار کی تعظیم بجالائے، لیکن ابھی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ حضرت قطب المدار کے دل میں خیال آیا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس طرح خلقت کا ہجوم مجھے بخشے تو میں بغیر تنگ دل ہوئے سب کی خدمت انجام دوں گا۔ حضرت قطب الاولیا پر حضرت قطب المدار کے دلی خیالات منکشف ہو گئے۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ حضرت قطب المدار کو آپ کے متبسم ہونے پر حیرت ہوئی۔ جب لوگوں کا ہجوم ختم ہوا تو حضرت قطب الاولیا نے شاہ بدیع الدین قدس سرہٗ سے فرمایا: آپ لوگوں کے ہجوم کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کرامت بخشے۔ حضرت قطب المدار آداب نیاز بجا لائے۔ حضرت قطب الاولیا نے دوگانہ ادا کیا پھر سجدے میں سر رکھ کر دعا کی: خلقت کا ہجوم اس درویش کو عطا کر اور مجھے تنہائی سے نواز کیونکہ مجھے تنہائی زیادہ محبوب ہے۔ یہ دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی۔ حضرت قطب المدار کو حضرت قطب الاولیا کی شان بے نیازی سے حیرت

ہوئی اور دل میں فرمایا: یہ سچ ہے کہ صاحبان ہمت سب سے بے نیاز ہوتے ہیں۔شاہ بدیع الدین نے رات وہیں گذاری۔قطب الاولیا نے خلوت میں مشاہدہ کیا کہ سارے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی ارواح طیبات عرش پر یادالٰہی میں مشغول ہیں،شاہ بدیع الدین بھی حاضر ہیں۔جب صبح ہوئی تو شاہ بدیع الدین کو طلب فرمایا اور یہ مژدہ سنایا تمہارا مرتبہ بلند اور مدعا حاصل ہوگا،خلقت کا ہجوم تمہاری جانب رجوع کرے گا۔میں آج تمہارے اخلاص سے متاثر ہوا ہوں۔اس جگہ رہو تا کہ میں تمہیں سیر سلوک کراؤں کہ ایک دوسرے کی صحبت غنیمت ہے۔دونوں بزرگ چند دن ساتھ رہے،پھر خلقت کا ہجوم حضرت قطب المدار قدس سرہٗ کی جانب بڑھ گیا اور لوگ جوق در جوق آ آ کر فیض یاب ہونے لگے۔

حضرت قطب الاولیا سید عماد الدین چشتی قدس سرہٗ حلب سے کوفہ تشریف لائے اور چند مہینے درس وافادہ کی بساط بچھائی۔ایک دن خلوت کدے میں مصروف عبادت تھے کہ غیب سے آواز آئی: عماد الدین! قنوج سے لگ کر ایک قصبہ ہے جہاں دیو رہتا ہے اور لوگوں کو ستا تا رہتا ہے۔وہاں جاؤ تا کہ وہ ملعون تمہارے ہاتھوں انجام کو پہنچے۔پہلے حضرت نے زیادہ توجہ نہ فرمائی لیکن یہ ندا تین بار آئی اور اسی شب حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم نے خواب میں آ کر بشارت دی: عماد الدین! وہاں جا کر دیو کو ہلاک کرو اور وہاں کی ولایت تمہیں سپرد کی جاتی ہے۔جامع مسجد قنوج کی مسجد کی تاسیس تمہارے ہاتھوں ہوگی۔حضرت قطب الاولیا نے بیدار ہونے کے بعد ہندوستان کے لئے رخت سفر باندھا اور اپنے مرید سراج الدین کو ساتھ لے کر چند مہینے میں ہندوستان آ پہنچے۔جس وقت ہانسی شریف پہنچے تو حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ نے اپنی محفل کے فقرا سے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صاحب کمال مرد خدا یہاں وارد ہوا ہے۔استقبال کے لئے نکلنا ہی چاہ رہے تھے کہ اسی دوران حضرت قطب الاولیا تشریف لے آئے۔آپ نے اٹھ کر حضرت قطب الاولیا کا استقبال کیا۔حضرت قطب الاولیا نے سلام عرض کیا،حضرت بابا فرید قدس سرہٗ نے

سلام کا جواب دیا اور بغلگیر ہو کر دست بوسی کی اور آداب بجالائے۔ پھر دستر خوان آراستہ کیا اور ماحضر پیش فرمایا۔ کھانے سے فراغ کے بعد دونوں بزرگوں میں حقائق و معارف سے بھری دلچسپ باتیں ہوئیں۔ حضرت بابا فرید گنج شکر، حضرت قطب الاولیا کی شیریں گفتاری اور باوقار دلکش شخصیت سے متاثر ہوئے اور ان کی صحبت کو غنیمت جانا اور حضرت قطب الاولیا بھی حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کی بافیض صحبت سے بے حد مسرور ہوئے۔

ہانسی کے قیام کے دوران ایک دن ایک شخص نے حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ عبدیت کیا ہے؟ فرمایا: ہر حال میں اللہ کی بندگی کرنا۔ اس نے پھر دریافت کیا کہ اصحاب کبار میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: ان حضرات میں فرق کرنا بے مقصد ہے [ہمیں سب کا احترام کرنا چاہئے] اس جگہ کسی تفریق مراتب کی گنجائش نہیں۔ اگر عناصر اربعہ آگ، پانی، مٹی، ہوا میں فرق کیا جاسکتا ہے تو کوئی ان کبار صحابہ کے درمیان فرق کرے۔ ان چار اصحاب کی الفت کے بغیر کسی کو ولایت نہیں حاصل ہو سکتی۔ اس نے پھر عرض کیا: روح کا خاصہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: حضرات صحابہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ روح کی اصل کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے: "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ". تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے، اور حضور نے اکابر صحابہ سے فرمایا: کہ یہ ایک راز ہے کہ روح دراصل اللہ کی ذات پاک ہے۔ شیخ جمال ہانسوی نے جب یہ معنیٰ سنا تو وجد میں آگئے اور ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی۔ حضرت قطب الاولیا نے سوال کرنے والے سے فرمایا: جو کتاب وسنت میں ہے، اس پر عمل کرنا چاہیے اور جو کچھ مرشد کامل بتائیں، اس پر بے چون و چرا ثابت قدم رہنا چاہیے۔

حضرت شیخ محمد راوی فرماتے ہیں: میں نے حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کی زبان سے سنا کہ جب قطب الاولیا ہانسی پہنچے تو حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر نے آپ کو چند مہینے کے لئے اپنا مہمان بنانا چاہا تاکہ آپ کا طریقۂ کار ملاحظہ کریں۔ چار دن ہی

گذرے تھے کہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی قدس سرہٗ نے خواب میں بشارت سنائی کہ عماد الدین! حضرت مولائے کائنات علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاکید فرماتے ہیں کہ جلد قنوج پہنچ کر اس ملعون دیو کو جلا کر خاکستر کر دو، کیونکہ وہ ایک عالَم کو خاص کر مسلمانوں کو ایذا دیتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ حضرت قطب الاولیا نے بیدار ہو کر رخت سفر باندھا اور حضرت شیخ الاسلام بابا فرید گنج شکر قدس سرہٗ سے خواب کا واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ ہمیں آپ کی ملاقات سے بے حد خوشی تھی لیکن حکم خدا دوسرا ہے اس لئے قیام کی گنجائش نہیں۔ دل میں ایسا خیال آتا ہے کہ آپ کے دم سے خانوادۂ چشت منور ہوگا، اگر حیات رہی تو ان شاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔ اتنا فرما کر آپ منزل مقصود کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب قنوج پہنچے تو قطب المشائخ حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ کے روضے پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی اور مراقبہ کر کے نیازمندانہ دستگیری کے طالب ہوئے۔ قطب المشائخ کو عالم مراقبہ میں ملاحظہ کیا کہ فرماتے ہیں: شاہ مرداں شیر یزداں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روحانیت تمہارے ساتھ ہے۔ دل مضبوط کر کے جاؤ اور اس ملعون دیو کو فنا کے گھاٹ اتار دو اور آج سے تمہیں خواجگی کے خطاب سے مشرف کیا جاتا ہے۔ حضرت قطب الاولیا خواب میں اس بشارت کو سننے کے بعد جب بیدار ہوئے تو دوگانۂ شکر ادا کیا۔ پوری رات مزار اقدس کے پاس گذاری اور نماز فجر کے بعد روانہ ہوئے۔ دریائے گنگا سے جب گذر رہے تھے تو ایک جوگی دکھائی دیا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ ملعون دیو کا مکان یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟ جوگی نے سوچا کہ بیل دیو کے خوف سے یہاں کوئی قدم نہیں رکھتا، یہ کون شخص ہے جو اس بے جگری سے اس کا پتہ دریافت کر رہا ہے؟ جوگی نے پوچھا کہ درویش! بیل دیو کے ساتھ کیا کرو گے؟ آپ نے فرمایا: میں اس ملعون کو مار ڈالوں گا۔ یہ سنتے ہی جوگی غصے سے تلملا اٹھا۔ تم میں طاقت ہے تو پہلے مجھے مارو، تا کہ دیکھوں تم میں کتنا دم ہے اور تم دیو کو کیسے

مار سکتے ہو۔قطب الاولیا نے فرمایا: اے بے دست وپا! تجھ میں کیا قدرت ہے کہ میرے مقابلے میں آتا ہے؟ اپنی جگہ منجمد ہو جا۔جوگی اسی وقت پتھر کی طرح منجمد ہو گیا اور فریاد کرنے لگا: حضرت! میں توبہ کر کے دین محمدی قبول کرتا ہوں۔لہٰذا توجہ کیجئے تاکہ میں اپنی اصلی حالت پر آ جاؤں۔قطب الاولیا نے فرمایا: ملعون دیو کے قتل کرنے کے بعد تجھے اصلی حالت پر لے آیا جائے گا،تھوڑا صبر کر،اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے یہی حکم ہے۔آپ وہاں سے چل کر جب دیو کے مکان کے پاس پہنچے تو اسے اطلاع ہو گئی اور وہ اپنے مکان سے باہر نکل آیا۔وہ نہایت مکروہ اور ہیبت ناک صورت والا دیو تھا۔جو اس کی پرستش نہ کرتا،اس کے باطل مذہب کو نہ مانتا،اسے سخت اذیتیں دیتا۔اس وقت کے سارے راجا اس کے باج گذار تھے۔اس کی حکمرانی کشمیر تک کے راجاؤں پر چلتی تھی۔اگر کوئی راجا کسی دوسرے کی پرستش کا چراغ جلاتا تو یہ اپنے مکر سے اسے گل کر دیتا۔بلگرام میں جوگی بہت تھے۔اپنی مدد اور اس کی پوجا کے لئے اس ملعون دیو کو پہاڑی علاقے سے مسخر کر کے یہاں لائے تھے۔ اس ملعون دیو سے حضرت سیدنا مسعود سالار غازی قدس سرہٗ [م ۱۴؍رجب ۴۲۴ھ] کے رفقائے کرام کا مقابلہ ہو چکا تھا جس میں ان تمام حضرات نے جام شہادت نوش کیا۔ سیدنا سالار مسعود غازی قدس سرہٗ نے خود اس سے مقابلہ کرنا چاہا تو غیب سے اشارہ ہوا کہ اس جگہ جوگی اور ساحر بہت ہیں اور اس ملعون دیو کا قتل عماد الدین کے ہاتھوں مقدر ہو چکا ہے،اس لئے آپ یہ خیال ترک کر دیں۔

قطب الاولیا کے جمال باکمال کو جب ملعون دیو نے دیکھا تو اس پر رعب طاری ہو گیا۔اسے بھڑکتی آگ کا شعلہ دکھائی دیا جو عنقریب اسے جلا دے گا۔اس نے بہت چاہا کہ قدم اٹھائے لیکن جرأت نہ کر سکا۔سارے جوگی یکجا ہو کر پتھر کی بارش کرنے لگے۔حضرت قطب الاولیا نے ذرہ برابر خوف نہ کیا۔اسی عالم میں آپ نے مراقبہ میں کیا،کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمارہے ہیں: ملعون دیو اور جوگی سحر

وساحری کا جو کرشمہ بھی دکھا رہے ہیں، سب ان پر پلٹ جائے گا۔ تکبیر کہو جس سے وہ ملعون دیو ہلاک ہو جائے۔ آپ نے تکبیر کہنی شروع کی، جب "وللہ الحمد" پر پہنچے تو اچانک ملعون دیو کے پیر سے ایک شعلہ بلند ہوا جس نے اسے جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس شعلے کی تپش سے بعض جوگی گر پڑے اور باقی بھاگ گئے۔ بالآخر وہ دیو جل کر راکھ ہو گیا، اس کے بعد ایک تیز آندھی چلی جس سے اس کی خاک کا نام ونشان بھی نہ رہا۔ حضرت قطب الاولیا نے اسی جگہ اپنا عصا گاڑ دیا اور فرمایا: یہی میری جائے قیام ہے۔ سارے جوگی بھاگ کر راجا کے پاس پہنچے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ راجا نے جنگ کے ارادے سے فوج تیار کرنے کا حکم دیا۔ راجا کے معتمدین دربار نے عرض کیا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ مسلمان پورے ہندوستان پر غالب آجائیں گے اور سارے ہندو مغلوب ہو جائیں گے۔ اس وقت جو بھی ان سے جنگ کرے گا، بہت ذلت کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتر جائے گا۔ اس لئے اس فقیر سے الجھنے کا خیال چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ غور کیجئے کہ جس نے اس قدر مضبوط دیو اور زبردست ساحر جوگیوں کو ایک لمحے میں واصل جہنم کر دیا، ہم لوگ بھلا اس کے مقابلے کی تاب کیسے لا سکیں گے۔ دیکھتے ہیں غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ راجا یہ باتیں سننے کے بعد خاموش ہو گیا۔

ابھی چند دن ہی گذرے تھے کہ ایک جوگی راجا کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے سحر وساحری میں مہارت حاصل ہے۔ آپ اجازت دیں تا کہ میں اس درویش سے مقابلہ کروں اور اپنی قوت سحر اس پر آزماؤں۔ اگر درویش غالب آتا ہے تب تو مجبوری ہے اور اگر میں غالب آ گیا تو بہت بہتر ہوگا۔ راجا نے اجازت دیدی۔ جوگی، حضرت قطب الاولیا کے پاس نیازمندی کے ساتھ حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ دین محمدی کے کامل درویش ہیں، کچھ کرشمہ دکھائیے۔ آپ نے فرمایا: ہم لوگ درویش ہیں، کیا تماشہ دکھائیں۔ ہمارے مذہب میں قدرت والے ذوالجلال کی بندگی کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ تو سحر میں طاق جوگی ہے۔ اگر تو کوئی تماشہ دکھا سکے تو دکھا۔ ہم بھی دیکھیں۔ جوگی نے کہا کہ میں نے اپنے

استاد سے جو سیکھا ہے، وہ ضرور دکھاؤں گا۔ لیکن آپ نے ریاضت کے ذریعہ جو حاصل کیا ہے، کچھ دکھائیے۔ قطب الاولیا نے فرمایا: درویش، اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام جانتے ہی نہیں۔ اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا سب اسی کے نام سے کرتے ہیں۔ تو نے جو جوگ میں کمال حاصل کیا ہے، اس میں سے کچھ دکھا۔ جوگی نے کچھ منتر پڑھا تو ہاتھیوں اور اونٹوں کی قطار دکھائی دینے لگی۔ حضرت قطب الاولیا نے زمین سے مٹی اٹھائی اور سورۂ اخلاص پڑھ کر اس پر دم کیا اور مٹی ہاتھیوں اور اونٹوں کی جانب اچھال دی، وہ سب فوراً غائب ہو گئے۔ جوگی نے دوبارہ منتر پڑھا تو فضا میں آگ نمودار ہوئی۔ حضرت قطب الاولیا نے آیت کریمہ: قُلْنَا يَا نَارُ كُونِيْ بَرْداً وَّسَلَاماً عَلىٰ اِبْرَاهِيْمَ ،فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظاً وَّهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ، پڑھ کر آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آگ، پانی بن کر برسنے لگی۔ جوگی نے ہوا میں اُڑان بھری، حضرت قطب الاولیا نے پتھر اچھالا جس نے جوگی کے سر پر ٹکر ماری اور اسے الٹ دیا، اب جوگی کو نہ اوپر جانے کی طاقت رہی اور نہ نیچے آنے کی۔ جوگی منت سماجت کرنے لگا لیکن حضرت نے توجہ نہ فرمائی۔ جوگی نے پھر دُہائی دی: تمہیں اس خدا کا واسطہ جس نے تمہیں یہ مقام عطا کیا ہے، مجھے اس بلا سے نجات دلاؤ۔ میں اپنے گناہوں اور ہٹ دھرمی کی معافی چاہتا ہوں اور دین اسلام قبول کرتا ہوں۔ حضرت نے دعا فرمائی تو جوگی زمین پر آ گیا اور حضرت کی قدمبوسی کر کے کہنے لگا کہ آپ جیسا درویش اس علاقے میں نہیں آیا۔ مجھے مذہب اسلام کا کلمہ پڑھایئے جس سے مجھے آخرت میں نجات مل جائے۔ حضرت قطب الاولیا نے اسے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین فرمائی۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد جوگی راجا کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کا نمک خوار ہوں، اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے آپ کو نصیحت کروں۔ یہ درویش، بزرگ اور صاحب کمال ہے۔ اگر آخرت کی نجات چاہتے ہو تو اسلام قبول کر لو، ورنہ اس درویش کے درپے نہ ہو، کیونکہ تم ان پر غالب نہ آسکو گے۔ میں خود اسلام قبول کر چکا ہوں۔ راجا نے کہا کہ تو میرا

دیرینہ دوست رہا ہے، اس کا لحاظ کر رہا ہوں، ورنہ اگر کوئی دوسرا یہ بات کہتا تو میں اسے فوراً قتل کر دیتا۔ ہمارے دربار سے نکل جا۔ جوگی نے کہا: میں نے ایک ایسے مرد کامل کی غلامی اختیار کر لی ہے کہ ان کے سامنے تو خس و خاشاک کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر جوگی اٹھا اور سارا ماجرا حضرت قطب الاولیا کے گوش گذار کر دیا۔ حضرت نے اس کی باتیں سننے کے بعد فرمایا: دھیرے دھیرے لوگ اسلام قبول کرتے جائیں گے۔ بیل دیو کا خاتمہ اس فقیر کے ہاتھوں مقدر تھا لیکن اس راجہ کا قتل ایک سید کے ہاتھوں ہوگا جو ولایت سے عربی مسلم فوج کے ساتھ آئیں گے اور سلطان دہلی کے حکم سے یہاں تاخت کریں گے اور یہاں کے کافروں کو جہنم رسید کریں گے۔ جوگی مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا، اس لئے اس نے پوچھا کہ ولایت کے مسلمان بھی ہندوستان آئے ہیں؟ حضرت قطب الاولیا نے فرمایا: حضرت سیدنا مسعود سالار غازی قدس سرہٗ کی فوج کے علاوہ پندرہ صاحب حال بزرگ ہندوستان میں داخل ہو چکے ہیں۔ ان میں بعض ظاہر ہیں اور کچھ اپنے کو چھپائے ہوئے ہیں۔ ان میں سے اکثر عنقریب پہنچ جائیں گے اور ہندوستان کو اسلام کی رونقوں سے معمور کر دیں گے۔

حضرت شیخ محمد راوی فرماتے ہیں: وہ جوگی اسلام لانے کے بعد حضرت قطب الاولیا کے دست پاک پر مرید ہو گیا۔ حضرت نے اس کا نام عبد اللہ صالح رکھا۔ وہ شب و روز قرآن حکیم اور دینی احکام سیکھنے میں دل و جان سے مشغول ہو گیا۔ اس کی پیشانی سے سعادت کے آثار ظاہر ہونے لگے، چند ہی دنوں میں وہ مرتاض ہو گیا۔ حضرت نے اسے خلق خدا کی ہدایت کے لئے بدایوں بھیج دیا۔

حضرت شیخ محمد راوی فرماتے ہیں: حضرت قطب الاولیا لکڑی کا کھڑاؤں [نعلین] اپنے پاس رکھتے تھے۔ اسی کو پہن کر پانی پر چلتے ہوئے قنوج تشریف لے جاتے تھے۔ گنگا ندی آپ کو راستہ دے دیا کرتی تھی۔ ندی عبور کر کے شیخ المشائخ حضرت حاجی شریف زندنی علیہ الرحمہ کی روح پاک سے علمی اور روحانی استفادہ فرماتے، اور کچھ ذکر کرتے رہتے تھے

جس کے اسرار سے کوئی واقف نہ تھا۔ حضرت کا معمول تھا کہ ہر رات ایک ہزار مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پُرفتوح کو درود پاک نذر کرتے۔ جمعہ کے دن تلاش بسیار کے باوجود آپ کا کسی کو پتہ نہ ملتا۔

ہر جگہ اور ہر وقت اللہ کے لئے ہی حمد ہے۔ یہ مختصر رسالہ قطب الاولیا حضرت خواجہ سید عماد الدین عمرانی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات پر مشتمل ہے جو بلگرام کے صاحب ولایت بزرگ ہیں۔ ان کا مزار مقدس محلہ قاضی پورہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اس رسالہ کو ناچیز سید محمد حیات بن سید علی نقی مرحوم کے ہاتھوں سے حضرت علامی سید محمد زاہد صغروی بلگرامی علیہ الرحمہ کی منشا کے مطابق ۱۵/ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ میں تحریر کیا گیا۔

تین بگھہ پختہ آراضی درگاہ شریف کے قریب گزشتہ باشاہوں کی جانب سے وقف ہے، جو عرس شریف کے اخراجات کے لئے چھوڑی گئی ہے۔ قدیم زمانے سے اب تک عید الفطر کے دوسرے دن شب میں اسلاف واخلاف درگاہ شریف پر حاضر ہو کر قل شریف اور جلسہ کا اہتمام کرتے ہیں اور شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔

کتابیات

۱-القرآن الحکیم

۲-کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری،فاروقیہ بکڈپو،دہلی

....

۳-ابجد العلوم،نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی،صدیقی پریس بھوپال۱۲۹۶ھ

۴-اتحاف السادۃ المتقین فی شرح احیاء علوم الدین،سید مرتضیٰ علی زبیدی بلگرامی[م۱۲۰۵ھ]،دار الفکر بیروت

۵-الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب،ابوعمرو یوسف ابن عبدالبر قرطبی[م۴۶۳ھ]،دائرۃ المعارف،حیدر آباد۱۳۱۸ھ

۶-الاسرار المرفوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ،ملا علی بن سلطان قاری[م۱۰۱۴ھ]،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

۷-اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ وفضائل آل بیتہ الطاہرین،سید علی مرتضیٰ زبیدی بلگرامی، تحقیق:شیخ محمد صبان،ابراہیم،مصر۱۲۹۰ھ

۸-اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں،سید عبدالحی رائے بریلوی،دار المصنفین،اعظم گڑھ۱۹۶۹ء

۹-اشعار شعرائے مختلف،میر سید عظمت اللہ بے خبر بلگرامی،مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ-اندراج:احسن فارسیہ،+891.5511/20 A

۱۰-اَشِعَّۃُ اللَّمعات،شیخ عبدالحق محدث دہلوی،مکتبہ نوریہ رضویہ،سکھر پاکستان

۱۱-الاصابہ فی تمییز الصحابہ،امام حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی،دار الفکر،بیروت

۱۲-اصح التواریخ،تاج العلما سید اولاد رسول محمد میاں قادری،برکاتی پبلشرز،کراچی

۱۳-الافراد،دار قطنی،

۱۴-البدایۃ والنہایۃ،امام اسماعیل بن کثیر قرشی دمشقی،دار المعرفۃ،بیروت

۱۵-بہجۃ المحافل،شیخ یحییٰ عامری یمنی شافعی،

۱۶-بیاض سید محمود بھتھہ،قلمی

۱۷-تاریخ ابن خلکان،

۱۸-تاریخ بغداد للخطیب،ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی[م۴۶۳ھ]

۱۹-تاریخ بلگرام،سید فرزند احمد صفیر بلگرامی،بک سینٹر،فاطمہ منزل،ڈگی روڈ،علی گڑھ

۲۰-تاریخ تمدن عرب، سید ظہیر احمد زیدی، بزم قاسمی برکاتی، کانپور ۲۰۰۰ء
۲۱-تاریخ الخلفا، امام جلال الدین سیوطی، ترجمہ: شمس بریلوی، ارشد برادرس، سوئیوالان، دہلی، ۱۹۹۸ء
۲۲-تاریخ دمشق، علامہ علی بن الحسن [ابن عساکر] دمشقی [م ۵۷۱ھ]، داراحیاء التراث العربی، بیروت
۲۳-التاریخ الصغیر، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۲۴-تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی، ممبئی
۲۵-تحفۂ اثنا عشریہ، شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی، ایشیق کتابوی، ترکی
۲۶-تفسیر الثعالبی، ابواسحاق احمد بن محمد ثعلبی،
۲۷-تفسیر حسینی، ملا حسین واعظ کاشفی، نولکشور، لکھنو
۲۸-تفسیر کشاف، جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری [م ۵۳۸ھ]، دار الکتب العلمیۃ، لبنان، ۲۰۰۹ء
۲۹-تکمیل الایمان، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ترجمہ: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، المجمع الاسلامی، مبارک پور
۳۰-تہذیب، امام جلال الدین ابوعبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی،
۳۱-تہذیب التہذیب، امام ابن حجر عسقلانی، دار الکتب العلمیۃ، لبنان
۳۲-جامع الاحادیث، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف
۳۳-جامع الاصول، مبارک بن محمد شیبانی، دار الکتب العلمیہ، لبنان، ۲۰۰۹ء
۳۴-جامع ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۳۵-الجامع الصغیر فی الحدیث، امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی [م ۹۱۱ھ]، دار المعرفۃ، بیروت
۳۶-الجامع الکبیر فی الحدیث، امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی [م ۹۱۱ھ]، دار المعرفۃ، بیروت
۳۷-جواہر العقدین، سید علی بن عبداللہ سمہودی،
۳۸-حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین، امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، ترجمہ: پروفیسر علامہ محمد اعجاز جنجوعہ، مرکز اہل سنت برکات رضا، امام احمد رضا روڈ، پور بندر، گجرات
۳۹-حدائق بخشش، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی، ممبئی
۴۰-حصن حصین، امام شمس الدین ابوعبداللہ جزری، انوار محمدی لکھنؤ ۱۳۰۶ھ
۴۱-حلیۃ الاولیا، امام حافظ ابونعیم محمد بن عبداللہ اصفہانی شافعی [م ۴۳۰ھ] دار الکتاب العربی، بیروت
۴۲-خاندان مصطفےٰ، علامہ سید محمد سعید الحسن قادری، اسلامک پبلشر، دہلی
۴۳-خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی، رضا اکیڈمی، ممبئی

۴۴-الخصائص الکبریٰ،امام جلال الدین سیوطی[م۹۱۱ھ]،مرکز اہل سنت برکات رضا،پور بندر، گجرات
۴۵-دائرۂ قادریہ-بلگرام شریف،ڈاکٹر ساحل شہسرامی[علیگ]،سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز،شہسرام
۴۶-الدر المنثور،امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی[م۹۱۱ھ] داراحیاء التراث العربی،بیروت
۴۷-دستور الحجی-سید ضیاءاللہ بلگرامی،قلمی،مولانا آزاد لائبریری،مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،اندراج:891.5528/2
۴۸-دلائل النبوۃ،امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی[م۴۵۸ھ]،دارالکتب العلمیۃ،بیروت
۴۹-دلیل الیقین من کلمات العارفین[۱۲۹۸ھ]،سید شاہ ابوالحسین نوری،مطبع نسیم سحر،بدایوں
۵۰-دیوان فرزدق،ابوالفراس فرزدق،امیریہ مصر۱۲۹۳ھ
۵۱-ربیع الابرار،زمخشری
۵۲-رسالۂ جنیدیہ،سید جنید محمد،
۵۳-رسالۂ حشریہ،شاہ رفیع الدین دہلوی
۵۴-روضۃ الاحباب،
۵۵-روضۃ الصفا،
۵۶-روضۃ الکرام قدیم،سید وصی الحسن زیدی واسطی بلگرامی،مطبع حکیم برہم،گورکھپور،۱۹۲۰ء
۵۷-زرقانی علی المواہب،امام محمد عبدالباقی زرقانی،[م۱۱۲۲ھ] دارالمعرفۃ بیروت
۵۸-الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری،رضا اکیڈمی،ممبئی
۵۹-سراج العوارف فی الوصایا والمعارف،[اردو] سید شاہ ابوالحسین احمد نوری،برکاتی پبلشرز کراچی
۶۰-سر الشہادتین،شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی،نولکشور،لکھنو
۶۱-سرو آزاد،علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی،کتب خانہ آصفیہ،حیدرآباد،دکن
۶۲-سنن ابن ماجہ،ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ[م۲۷۳ھ]،ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۶۳-سنن ابوداؤد،ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی،دارالفکر،بیروت
۶۴-سنن دارقطنی،علی بن عمر الدارقطنی،الطباعۃ الفنیۃ،قاہرہ
۶۵-سنن سعید بن منصور،
۶۶-سنن النسائی،ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی،المطبع النظامی،کانفور،۱۲۹۶ھ
۶۷-سیر سیوطی،
۶۸-شجرۂ طیبہ قلمی،علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی،مولانا آزاد لائبریری،علی گڑھ،مسلم یونیورسٹی،

علی گڑھ، اندراج: حبیب گنج فارسیہ تاریخ العلماء، ۳۳/۱۱
۶۹-شرح السنۃ، ابومحمد عبداللہ الحسین بن محمد بغوی، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۳ھ
۷۰-شرح عقائد عضدیہ، محقق دوانی
۷۱-شرح عقائد نسفی، سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی[م ۷۹۲ھ] مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۷۲-الشرف المؤبد لآل محمد [برکات آل رسول]، یوسف بن اسماعیل نبہانی، رضوی کتاب گھر، دہلی
۷۳-الشفا، ابن اسبوع اندلسی،
۷۴-الشفا بتعریف حقوق المصطفے، قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی[م ۵۴۴ھ]،
۷۵-شواہد النبوۃ، علامہ نورالدین محمد عبدالرحمٰن جامی، اردو ترجمہ: بشیر حسین ناظم محل پبلیکیشنز، دہلی
۷۶-صبح صادق شرح منار الانوار، ملا نظام الدین فرنگی محلی،
۷۷-صحیح ابن حبان، محمد بن حبان[م ۳۵۴ھ] مکتب التراث، حلب اثریہ، سانگلہ ہل
۷۸-صحیح البخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری[م ۲۵۶ھ] مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
۷۹-صحیح مسلم، امام مسلم بن حجاج قشیری[م ۲۶۱ھ]، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۸۰-الصواعق المحرقۃ، شہاب الدین احمد بن حجر مکی[م ۹۷۳ھ] مکتبہ مجیدیہ، ملتان
۸۱-ضیاء النبی، پیر کرم شاہ ازہری، المجمع المصباحی، مبارک پور
۸۲-الطبقات الکبریٰ لابن سعد، محمد بن سعد[م ۳۲۰ھ]، دارالکتب العلمیہ، بیروت
۸۳-العقد الفرید، ابوعمر احمد بن محمد ابن عبدربہ اندلسی، مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ ۱۹۵۳ء
۸۴-عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب،
۸۵-عوارف المعارف، شیخ شہاب الدین سہروردی، ترجمہ: علامہ شمس بریلوی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی
۸۶-غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، رضا اکیڈمی، ممبئی
۸۷-غیلانیات، ابوبکر شافعی،
۸۸-فتاویٰ رضویہ قدیم: جلد چہارم، یازدہم، رضا اکیڈمی، ممبئی، ۱۹۹۴ء
۸۹-الفتوحات المکیۃ، شیخ محی الدین ابن عربی، داراحیاء التراث العربی، بیروت
۹۰-الفردوس بماثور الخطاب/مسند الفردوس، امام شہردار بن شیرویہ دیلمی[م ۵۵۸ھ] دارالکتب العلمیۃ، بیروت
۹۱-فصل الخطاب، خواجہ محمد پارسا،
۹۲-فضائل القرآن، ابن ضریس ابوعبیدہ معمر بن مثنّٰی

۹۳-فیض القدیر شرح الجامع الصغیر،امام جلال الدین ابوعبدالرحمٰن سیوطی[م۹۱۱ھ]دارالمعرفۃ،بیروت

۹۴-قواعد العقائد،امام محمد غزالی،[کتب خانہ جامع مسجد ممبئی میں موجود]۱۲۷۶ھ

۹۵-الکامل،ابواحمد عبداللہ ابن عدی[م۳۶۵ھ]،دارالفکر،بیروت

۹۶-کتاب التشریح،

۹۷-کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون،ملا کاتب چلپی حاجی خلیفہ،اصح المطابع،کراچی

۹۸-کنز الاخیار فی معرفۃ السیر والاخبار،علامہ عماد الدین ادریس حسینی حمیری،

۹۹-کنز الانساب،سید مرتضٰی الملقب بہ علم الہدیٰ،ناشر میرزا محمد ملک الکتاب

۱۰۰-کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری،رضا اکیڈمی،ممبئی

۱۰۱-کنز العمال،علاء الدین علی متقی[م۹۷۵ھ]موسسۃ الرسالۃ،بیروت

۱۰۲-اللمع فی التصوف،امام ابونصر عبداللہ بن علی سرّاج طوسی،تہران،۱۹۱۴ء/اردو ایڈیشن،ادبی دنیا،دہلی

۱۰۳-مآثر الکلام فی تاریخ بلگرام[فارسی]میر غلام علی آزاد بلگرامی،مطبع مفید عام آگرہ،۱۹۱۰ء/۱۳۲۸ھ

۱۰۴-مآثر الکرام[اردو]،ترجمہ:مفتی محمد یونس رضا اویسی،المجمع الرضوی،بریلی شریف

۱۰۵-ماثبت بالسنۃ،شیخ عبدالحق محدث دہلوی[م۱۰۵۲ھ]،ادارۂ نعیمیہ رضویہ،لاہور

۱۰۶-مثنوی سلسلۃ الذہب، علامہ عبدالرحمٰن جامی،

۱۰۷-مجلۃ المجمع العلمی الہندی علی گڑھ جون ۱۹۸۰ء،مدیر:پروفیسر مختار الدین احمد

۱۰۸-مجمع الزوائد،امام ابن حجر ہیثمی مکی،دارالکتاب،بیروت

۱۰۹-مدارج النبوۃ،شیخ عبدالحق محدث دہلوی[م۱۰۵۲ھ]،مطبوعہ نوریہ رضویہ،سکھر،پاکستان

۱۱۰-مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان،ابومحمد عبداللہ الیافعی،دائرۃ المعارف،حیدرآباد ۱۳۳۷ھ

۱۱۱-مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین،مولوی مرزا محمد عبدالستار بیگ شہسرامی،مطبع فیض منبع آگرہ

۱۱۲-المستدرک،ابوعبداللہ الحاکم[م۴۰۵ھ]دارالفکر،بیروت

۱۱۳-مسند ابن ابی الدنیا،

۱۱۴-مسند ابویعلی الموصلی،احمد بن علی موصلی[م۳۰۷ھ]،موسسۃ علوم القرآن،بیروت

۱۱۵-مسند امام احمد،امام احمد بن محمد بن حنبل[م۲۴۱ھ]،دارالفکر بیروت

۱۱۶-مسند البزار،ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزّار[م۲۹۲ھ]مکتبۃ العلوم والحکم،مدینہ منورہ

۱۱۷-مسند الشہاب،

۱۱۸-شرح مشکل الآثار للطحاوی،امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی،موسسۃ الرسالۃ،بیروت ۱۴۲۷ھ
۱۱۹-مشکوٰۃ المصابیح،امام ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی[م ۷۴۲ھ]،جامعہ اشرفیہ،مبارک پور
۱۲۰-مصنّف ابوبکر بن ابی شیبہ،ابوبکر عبداللہ بن محمد احمد نسفی[م ۲۳۵ھ]،دارالکتب العلمیۃ،بیروت
۱۲۱-مصنّف عبدالرزاق،ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی،[م ۲۱۱ھ]،المکتبۃ الاسلامیۃ،بیروت
۱۲۲-مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری،رضا اکیڈمی،ممبئی
۱۲۳-معارج النبوۃ،مولانا معین الدین ہروی-خادم التعلیم،لاہور ۱۲۹۲ھ
۱۲۴-المعجم الکبیر،سلیمان احمد طبرانی[م ۳۶۰ھ] مکتبۃ الفیصلیۃ،بیروت
۱۲۵-مفاتیح الغیب معروف بہ تفسیر کبیر،امام فخرالدین رازی[م ۶۰۶ھ]دارالکتب العلمیۃ،بیروت
۱۲۶-المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنۃ،امام شمس الدین محمد سخاوی،دارالکتب العلمیۃ،بیروت
۱۲۷-الملفوظ،[ملفوظات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری]،تالیف:مفتی اعظم قطب عالم شاہ مصطفیٰ رضا قادری:تقدیم وتخریج:محمد عیسیٰ رضوی ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ،دہلی-۶،۲۰۰۹ء
۱۲۸-ملفوظات حضرت شاہ عبدالرزاق،ملا نظام الدین فرنگی محلی،
۱۲۹-منبع الانساب،مخدوم سید معین الحق جھونسوی،اردو ترجمہ:مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی[علیگ]،مدرسہ فیضان مصطفیٰ،زہرا باغ،علی گڈھ
۱۳۰-مواقع النجوم ومطالع اہل الاسرار والعلوم،شیخ اکبر محی الدین ابن عربی،گلزار حسینی ممبئی ۱۳۱۷ھ
۱۳۱-المواہب اللدنیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ،العلامۃ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی،مرکز برکات رضا،فوربندر گجرات،۲۰۰۶ء
۱۳۲-نسب نامۂ سادات باڑی،[قلمی]۱۳۳-نسب نامہ منظوم،میر سید عبدالواحد سلہڑوی[قلمی]
۱۳۴-نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری،رضا اکیڈمی،ممبئی۔
۱۳۵-النفحت العنبریۃ من المجمرۃ الحیدریۃ معروف بہ تزک مرتضوی[۱۸۸۳ء]،استاذ زمن علامہ حسن رضا قادری،مطبع جماعت تجارت اسلامیہ متفقہ،میرٹھ ۱۳۶-نقوش،لاہور[رسول نمبر]
۱۳۷-نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار،شیخ شبلنجی،العامرۃ،عثمانیۃ،مصر
۱۳۸-وسیلۃ النجاۃ،مولانا محمد مبین لکھنوی،۱۳۹-الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر،امام ابوالحسن عبد الوہاب شعرانی[م ۹۷۳ھ]،داراحیاء التراث العربی،بیروت

Soghravi Sadaat -E- Bilgeram

Hazrat
Maulana Syed Mohammad Bilgerami

Translation & Annotation by:
Mufti Dr. Sahil Shahsarami (Alig.)

Published by:
Sultan Sher Shah Suri Publications
Mohalla Madar Darwaza, Sasaram
Rohtas, Bihar - 821115

Rs 160/-